شیعہ مذہب

المعروف

عقائدِ جعفریہ

جلد چہارم

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ

محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نوریہ حسینیہ شیرازیہ جامعہ نوریہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

قال امیر المومنین: اما اهل السنة فالمتمسکون بما سنه الله ورسوله وان قلّوا واما اهل الجماعة فانا ومن اتبعنی (احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۲۴۶)

حضرت علیؓ نے فرمایا اہل سنت وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے طریقے سے تمسک کرتے ہیں اور اہل جماعت میں میرے متبعین ہیں یعنی حضرت علی اہل سنت والجماعت ہیں۔

عقائدِ جعفریہ (جلد چہارم)

باب اول — تقیہ کی دلائل قاہرہ سے تردید

باب دوم — جنازۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تحقیقی بحث

باب سوم — بارہ آئمہ اہل بیت کے مناقب از کتب اہل سنت

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ
محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نوریہ حسینیہ ○ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج لاہور پاکستان فون 7227228

نام کتاب —— عقائد جعفریہ (جلد چہارم)

مصنف —— محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ
بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت —— راجہ محمد صدیق کیلیانوالہ شریف گوجرانوالہ

ہدیہ ——

نوٹ

کتاب ہذا عقائد جعفریہ میں ہم نے ہر موضوع پر اپنے دعویٰ کا اثبات و استدلال صرف اور صرف کتب شیعہ سے ہی کیا ہے جن چند مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے وہاں کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرۂ امتیاز ہے۔

مکتبہ نوریہ حسینیہ ○ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج ○ لاہور ○ پاکستان فون 7227228

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدارِ ناموسِ اصحابِ رسول محبِ اولادِ بتول سپہرِ طریقت، راہبرِ شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرّف نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد

محمد علی عفا اللہ عنہ

الاھداء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، میزبان مہمانان رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب والعجم حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع (مدینہ طیبہ) خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں ھدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دُعا سے فقیر نے اس کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

ع ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی عفی عنہ

تقریظ

پیر طریقت شہباز شریعت حضرت علامہ الٰہی بخش صاحب لاہور

استاذ العلماء مناظر اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا الحاج

الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ العالیہ ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ

بلال گنج لاہور کا وجود اس قحط الرجال کے دور میں علمائے سلف کی ایک چلتی پھرتی تصویر ہے۔ آج سے چند سال پیشتر ہمارے تصور میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ قدرت ان سے ایک عظیم الشان کام لینے والی ہے۔ تاریخ عالم کے واقعات اور شواہدات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ بعض اوقات بہت سے افراد مل کر ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات فردِ واحد ایک ایسا محیر العقول کارنامہ سرانجام دے دیتا ہے۔ کہ بہت سے افراد مل کر مدتوں تک بھی وہ کام مکمل نہیں کر سکتے۔ اور اس کا نام صدیوں تک زندہ و تابندہ رہتا ہے عقائد و مذاہب پر تحقیق و تدقیق کا سلسلہ شروع سے جاری ہے۔ بلکہ روز بروز وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔ اختلافات و اعتراضات کے دھارے ہمیشہ بہتے رہتے ہیں۔ دلائل و براہین کے ساتھ ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ دلائل و براہین ہی کسی کی عظمت و شخصیت کا پتہ بتاتے ہیں۔ شیعہ مذہب ابتداء سے ہی تشریح طلب رہا ہے۔ شیعہ مذہب کا بانی کون تھا۔ اس کے عقائد و نظریات کیا تھے۔ اور پھر شیعہ مذہب میں اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور رسول کی اولاد و ازواج اور صحابہ کرام کے متعلق جو شیعہ لوگوں کے زہریلے عقائد تھے ان کے دندان شکن جوابات فقط ان کی کتابوں سے ہی دیئے جا سکتے تھے۔ اس عظیم کام لیے

ایک عظیم محقق کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے یہ کام علامہ موصوف سے لیا۔ نہایت محققانہ انداز سے قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ اس درویش صفت انسان نے گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر کتابوں کی دنیا میں سفر کرنا شروع کیا۔ عقل و خرد کے پیمانوں سے علم و حکمت کے خزانوں کی تلاش شروع کی۔ نہایت کامیابی کے ساتھ قیمتی ذخائر کو تلاش کیا۔ شیعہ مذہب کی عمارت کے بڑے بڑے ستونوں کو اُن کی کتابوں سے اتنے مضبوط دلائل کے ساتھ گراتے چلے گئے ہیں۔ کہ شیعہ صاحبان بھی اگر دیانتداری سے اس کا مطالعہ کریں تو انہیں فاضل مصنف کا احسان مند ہو کر اپنے عقائد و نظریات پر نظرِ ثانی کرنے کی نہایت پاکیزہ دعوت دی گئی ہے۔ تحفہ جعفریہ کی پانچ ——— عقائد جعفریہ کی چھ ——— اور فقہ جعفریہ کی چار جلدیں ——— ہزاروں کتابوں کے مطالعے سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ یہ حقیقت بالکل بجا ہے۔ کہ اس سے پہلے بھی ایسی بڑی بڑی عظیم کوششیں کی گئیں۔ تحقیق کے بڑے بڑے خزانے ازالۃ الخفاء اور تحفۂ اثنا عشریہ کی صورت میں ہمارے سامنے آئے۔ مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے۔ کہ میرے خیال کے مطابق کسی زمانہ میں بھی اتنی محقق اور مفصل کتاب ردِ روافض میں نہیں لکھی گئی! اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر آج حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب زندہ ہوتے تو یقیناً فاضلِ مصنف کو دعا اور مبارکباد دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ کہ قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد علی صاحب کو عمر دراز فرمائے۔ اُن کا سایہ اہل سنت و جماعت پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ اور ہم سب کو اُن سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

راقم الحروف

بندہ عاصم الٰہی بخش قادری

تقریظ

شیخ الحدیث والتفسیر جامع المعقول والمنقول استاذی المکرم حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء وامام المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین!

امابعد!

میں نے "شیعہ مذہب" (تحفہ جعفریہ) کا اہم مقامات سے بغور مطالعہ کیا۔ فاضل مؤلف نے محنت شاقہ سے شیعہ کتب سے شیعہ مذہب کے عقائد بڑی تفصیل سے کتب کے مقتضی کے مطابق ذکر کیے۔ اپنی طرف سے ان میں کچھ افراط و تفریط نہیں کی اثنا عشریہ کے عقائد بڑی تفصیل سے باطل کیے اور ان کو بیت عنکبوت سے زیادہ کمزور ثابت کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں کے عقائد میں شدید تضاد ہے اور انہی کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام علیہم السلام کی شان میں آداب سے تجاوز کیا گیا ہے۔ اول سے آخر تک اس کے مطالعہ سے شمس النہار کی طرح شیعہ مذہب کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ گویا اثنا عشریہ کی کتب ہی اس مسلک کے بطلان کی منادی ہیں مولیٰ کریم مؤلف کو احسن جزاء دے کہ انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی سے اہلسنت وجماعت کی اہم ضرورت کو پورا کیا اور عوام پر عظیم احسان فرمایا آمین

غلام رسول رضوی

تقریظ

مفسر قرآن، علامۃ الدھر، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ

(بہاولپور)

شیعہ فرقہ کے رد میں جامع کتاب لکھنے کا پروگرام فقیر اویسی نے اس وقت بنایا جب سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) کی ایک نجی محفل میں قمر الاسلام والملت حضرت خواجہ **قمر الدین** سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے تھے کہ کاش کوئی مرد میدان ہوتا جو شیعہ مذہب کے ایک ایک عقیدہ اور مسئلہ کی قلعی کھولتا۔ اس کے بعد اگرچہ میری چند کتب ورسائل اس موضوع پر منظر عام پر آئے مگر ...... افسوس کہ فقیر اپنے پروگرام میں کلی طور پر کامیاب نہ ہو سکا اور نہ حضرت خواجہ کی دلی تمنا بر آئی۔

لیکن شیعہ مذہب کے رد میں فقیر کی دیگر کتب کی اشاعت نہ ہونے پر اب کوئی قلق نہیں رہا جب فاضل جلیل شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا **محمد علی** دامت برکاتہم کو "تحفہ جعفریہ" کی تصنیف میں منہمک پایا، اب میں سمجھتا ہوں کہ علامہ موصوف نے خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو اور میرے پروگرام کی تکمیل کر دی ہے کیونکہ علامہ موصوف نے تحقیقی اور مفصل کتاب لکھی ہے کہ جس میں ایک ایک شیعہ عقیدہ کے رد میں درجنوں شیعہ کتب سے تحقیق فرمائی ہے۔ اس کتاب کے کچھ ابواب فقیر نے پڑھے ہیں۔ الحمد للہ حضرت علامہ نے اپنے ہر دعوی کا اثبات قرآن اور صرف کتب شیعہ سے کیا ہے اور یوں اہلسنت کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کی بہتر جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد فیض احمد اویسی الرضوی غفرلہ (بہاولپور) ۔ ۹ شعبان ۱۴۰۲ھ

تقریظ

محقق ابن محقق، شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی دامت برکاتہ
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور

جامعہ رسولیہ شیرازیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب فاضل درس نظامی ہیں۔ درس وتدریس اور تبلیغ واشاعت دین ان کا مشغلہ ہے۔ مطالعہ بھی وسیع ہے اور مختلف مکاتب فکر کے عقائد ونظریات اور ان کے دلائل پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان کی تالیف تحفۂ جعفریہ ایک نہایت وقیع علمی مواد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کا ایک جز "حضرت علی اور خلفاء ثلاثہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے درمیان خوشگوار تعلقات" کے کچھ اوراق پر نظر ڈالی ہے جسے پڑھ کر اس کتاب کی عظمت، افادیت اور دلائل وبراہین کی رفعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب ایک اچھی، مفید، جامع اور مدلل کوشش ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کے لیے یہ کتاب ہدایت وموعظت کا سبب بنے۔

سید محمود احمد رضوی
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف
گنج بخش روڈ۔ لاہور۔ ۱۴ / اگست ۱۹۸۴ء

تقریظ مناظر اسلام مولانا عبدالتواب صدیقی اچھروی

اھل تشیع ایسا چالاک فرقہ ہے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شجر اسلام کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے۔ ہر دور میں علماء حق نے ان کی سرکوبی کے لیے نعرہ جہاد بلند کیا۔ آج کے دور میں اس فرقہ نے مکروفریب کا نیا جال بچھایا ہے۔ اور طرح طرح کے جھوٹے دلائل سے عظمتِ صحابہ کو داغدار کرنا چاہا ہے۔

اہل سنت کی طرف سے ایک ایسی کتاب کا وجود میں آنا ضروری تھا جو شیعوں کی ایک ایک دلیل کو لے کر اس کی تردید کرتی۔ اور فی الوقت ان کے نئے نئے دلائل کا منہ توڑ جواب پیش کرتی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد علی کا عوام و علماء اہل سنت پر عظیم احسان ہے کہ انہوں نے یہ کمی پوری کردی۔ اور ایک کے بجائے تین کتابیں تالیف فرمادیں جن کی جلدیں مجموعی طور سے ۱۲ عدد ہیں۔ یقیناً یہ کتابیں طلباء سے لے کر مناظرین تک سب کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی تصانیف کو شرف قبولیت عطاء فرمائے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

محمد عبدالتواب صدیقی

خادم آستانہ عالیہ مناظر اعظم لاہور

تاثرات علماء

پیر طریقت راہبر شریعت افتخار نقشبندیت

قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)

اس خادم اہل بیت و صحابہ (راقم الحروف سید محمد باقر علی) کی دیرینہ تمنا تھی کہ محبان اہل بیت المعروف شیعہ فرقہ کی تردید میں ایک مفصل اور عام فہم کتاب ہونی چاہیے اس مقصد کے سلسلہ میں نے چند بار علماء کی میٹنگ بلائی مگر کسی نے اس کام کی حامی نہ بھری۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے ہمارے آستانہ کے خادم علامہ محمد علی صاحب کو اس طرف متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے قلم سے تین ضخیم کتابیں تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ فقہ جعفریہ ضبط تحریر میں آگئیں جن کی مجموعی طور پر ۱۶ جلدیں ہیں۔ اس میں کسی شخص کو کوئی شک نہیں کہ یہ کتابیں تحقیق کا انمول خزانہ ہیں۔ میرے تاثرات ان کتابوں کے متعلق اس قدر تشکر آمیز ہیں کہ لفظوں سے انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ میرا تو اپنے سب ارادتمندوں کو حکم ہے کہ جس کے پاس بھی کچھ مالی گنجائش ہے وہ یہ کتابیں خریدے بلکہ تمام مسلمانوں کو میرا یہی مشورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت قبول فرمائے اور ہمارے آستانہ کے روحانی اجداد کی شفاعت فرمائے۔ آمین ثم آمین

سید محمد باقر علی سجادہ نشین آستانہ عالیہ
حضرت کیلیانوالہ شریف (ضلع گوجرانوالہ)

تاثرات مشائخ عظام

شیخ العرب والعجم علامہ فضل الرحمان صاحب (مدینہ منورہ)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

لأن يهدي الله بك رجلا واحدا خير لك من حمر النعم

الحمد لله الذي خص هذه الأمة المحمدية بالعلماء العاملين وجعلها من خيار العباد وحفظة للشريعة المطهرة من أهل الزيغ والعناد ووفقهم إلى حفظه ونفاذه. والصلاة والسلام على عبده ورسوله سيدنا وحبيبنا وشفيعنا محمد صلى الله عليه وسلم الذي اصطفاه من بين سائر خلقه وعلى آله وأصحابه عليهم الصلاة والسلام فقال صلى الله عليه وسلم إني تارك فيكم الثقلين كتاب الله ثم قال وعترتي أهل بيتي أذكركم الله في أهل بيتي ثلاثا. واصطفى له من أصحابه الذين هم كالنجوم بل كالشموس. ومنهم من شرفه الله بزيادة الفضل والكرامة كالخلفاء الراشدين وباقي العشرة المبشرة وغيرهم رضوان الله تعالى عليهم أجمعين. وبعد أقدم شكري الجزيل لفضيلة الأستاذ الكبير قدوة السالكين زبدة المحققين والمدققين مولانا محمد علي حفظه الله على إهدائه الكتب التي ألفها وصنفها المحرر هذه الأسطر جزاه الله عني وعن الإسلام والمسلمين خير الجزاء. إني قد طالعت في مؤلفاته التي ذكرها عدة أماكن واستمعت قراءة بعض الأخوين من أجزاء متفرقة من كتابه [شيعه مذهب] المعروف بعقائد الجعفرية وكذا التحفة الجعفرية من المجلد الأول والمجلد الثاني وغيرها من عقائدهم الفاسدة

والحقيقة أن فضيلته يستحق الشكر والتقدير على بذل مجهود رائع
القيمة الثمينة في سبيل إخراج هذه المجموعة المبرك السالف ذكرها
والحق يقال — إنها دائرة معارف دينية — في مؤلفاته الثمينة المتوالية
والتي جعلها سهلة التناول — لكل من يسر له الله لمعرفة دينه الحنيف
وسنة نبيه الهادي إلى أقوم سبيل — وقد أبرزت في شخصه الجليل
هذه الهمة العظيمة — والإخلاص العميق — بما تلمسه من سهر متواصل
وسعي حثيث في تحقيق مشروعه الذي هو الأول من نوعه بهذه الشاكلة
الرحيبة — وبعد تبويبه ورتبه في كل كتاب منها من فصول وأصول — وبعد
زينه من آيات قرآنية كريمة — أدرجه في عبارة لطيفة مستفيضة من
أكابر العلماء في بيان فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
ومذهب في حقهم من حسن الاعتقاد — ولزوم سبيل السداد —
ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
وأزواجه وذرياته — فقد برئ من النفاق — ومن ذكرهم بسوء
فهو على غير سبيل ومن المعلوم أن فضل النبي صلى الله عليه وسلم
سار منه في فضل أصحابه — الذي هو متفرع عن فضله. فكذلك
الذرية الطاهرة فضلهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم
وبهذا يتضح أن أصل الفضائل — فضل الذرية — [illegible]
[illegible] صلى الله عليه وسلم — [illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم

فضل الرحمن بن ضياء الدين القادري

فمهما حصل لأحدهما من مدح أو ذم - لابد أن يتعدى على الآخر فالمنة الله على من فرق بولاء بعضهم - ومعادات البعض فإن عادى أحدهما لم ينفعه ولاء الآخر وكان عدو الله ورسوله - وأعود فأقول لقد حظيت مؤلفات فضيلته - من تنسيق جميل - وفن بديع - علاوة على ما حظى به من تمارط جهابذة العلم والدين - وتقدير المشايخ والعلماء العاملين وقد بين فضيلة المؤلف ما ورد من الأدلة الواضحة أن خير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر الصديق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ابن عفان ثم أسد الله علي ابن أبي طالب ثم من بعد الثلاثة أصحاب الشورى الخمسة رضوان الله عليهم أجمعين هذا ما خطر على قلبي وجرى به لساني - حررته وقت السحر وأنا مسرور بما [illegible] عليه من المراسلة الذهبية [illegible] البدا - وهكذا يكون [illegible] العمل [illegible] الشورى [illegible] أسأل الله الكريم رب العرش العظيم أن يبارك في عمره وأن يجزله المثوبة - بمحض فضله وكرمه ومنه إنه مجيب الدعاء وصلى الله على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وأصحابه أجمعين

حرر في ١٢-١٢-١٤٠٦ هـ
الموافق ١٧-٨-١٩٨٦ م

الفقير إلى الله تعالى
فضل الرحمن بن فضيلة الشيخ
ضياء الدين القادري المدني
فضل الرحمن [illegible]
عفا الله عنه [illegible]

ترجمہ تاثرات

شیخ العرب والعجم عمدۃ الاتقیاء میزبانِ مہمانانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا

علامہ محمد فضل الرحمٰن صاحب مدظلہٗ

خلف الرشید شیخ الشیوخ حضرت مولینا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن

مدینہ شریف، زادھا اللہ شرفاً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو ہدایت فرما دے تو یہ تیرے حق میں سرخ رنگ کے جانوروں کے حاصل ہونے سے کہیں بہتر ہے (یعنی یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑی ہے)"۔

تمام تر خوبیاں اس اللہ پاک کے لیے کہ جس نے امتِ محمدیہ کو باعمل علماء کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور انہیں عام لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا اور شریعت مقدسہ پر گمراہ اور اس کے دشمنوں کے لگاتار حملوں کے خلاف محافظ بن کر کھڑے ہوئے اور انہیں شریعتِ پاک کی حفاظت کھرے کھوٹے کی پرکھ کرنے کی ذمہ داریاں سونپی۔

اور بے انتہا اللہ کی رحمتیں اور اَن گنت سلام اس کے مخصوص بندے اور عظیم الشان رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوں جو ہم سب کے آقا حبیب

اور شفاعت فرمانے والے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق اور حضرات انبیاء کرام سے ممتاز بنایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

"بیشک میں تم میں دو بھاری اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی عترت یعنی اہل بیت۔ میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں"۔

یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی قرابت یعنی رشتہ داری کو تمام قرابتوں سے برگزیدہ فرمایا۔ اور آپ کے صحابہ کو ممتاز فرمایا جو ہدایت کے تابندہ ستارے نہیں نہیں بلکہ روشن سورج ہیں۔ اور ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے فضیلت اور کرامت میں حصہ وافر عطا فرمایا۔ جیسا کہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نازل ہو۔

بعدازیں میں فاضل کبیر، استاد معظم، قدوۃ السالکین، زبدۃ المحققین والمدققین جناب مولانا محمد علی صاحب (اللہ اُن کی حفاظت فرمائے) کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ راقم الحروف کو اپنی تالیف کردہ کتابیں بطور ہدیہ عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور اسلام و مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔

میں نے اُن کی تالیفات میں سے شیعہ مذہب المعروف تحفہ جعفریہ کی پہلی اور دوسری جلد کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا اور کئی ایک جگہوں سے مجھے اپنے دوستوں سے سننے کا اتفاق ہوا۔ جن سے مذہب شیعہ کے فاسد عقیدوں کی بیخ کنی کی گئی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل علامہ کی قیمتی محنت اور اس عظیم مجموعہ کی تالیف اور تکمیل پر کی گئی اَن تھک محنت لائق صد شکر اور احسان ہے اور حق تو یہ ہے کہ یوں کہا

فہرست مضامین
عقائد جعفریہ جلد چہارم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم: امابعد

ایک ضروری وضاحت

اس جلد میں تین باب ہیں۔ جن میں شیعہ لوگوں کے ان اعتراضات کے مدلل جوابات دیے گئے ہیں جن سے شیعہ لوگ یہ ثابت کرتے ہیں کہ سنیوں نے ائمہ اہل بیت کی مقبولہ اور پسندیدہ سنت "تقیہ" کی مخالفت کرتے ہوئے دین کو ضائع کیا۔ اسی طرح سنیوں کے پیشواؤں نے جنازۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پڑھا۔ اور یہ کہ سنیوں کو اہل بیت سے محبت نہیں ہے شیعہ اس پر مزید تبصرہ کرتے ہیں کہ جن سنیوں کے یہ عقائد ہیں ان کا لفظ "سنی" تک قرآن مجید میں نہیں ہے۔ جبکہ اس کے مقابلہ میں لفظ شیعہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ بلکہ جدِ انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شیعہ تھے چونکہ یہ سنیوں پر شیعوں کی طرف سے کیا گیا ایک بہت بڑا طعن ہے۔ اس لیے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ ان تینوں ابواب کے شروع کرنے سے پہلے لفظ سنی شیعہ کی حقانیت پر بحث کروں تاکہ دوسرے تمام ابواب میں سنیوں کو مطعون کرنے کے جن اعتراضات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا اجمالی جواب واضح ہو جائے۔

(شیعہ) کا لفظ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ لیکن "سُنّی" کا لفظ نہیں ہے

اہل تشیع بڑی شد و مد کے ساتھ بھولے بھالے اہل سنت کو ورغلانے کے لیے ایک جال پھیلاتے ہیں۔ کہ دیکھو۔ تم اہل سنت، ہمیں بُرا بھلا کہتے ہو اور اپنے آپ، کو حق پر سمجھتے ہو۔ ایسا نہیں۔ بلکہ معاملہ الٹ ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن کریم میں "شیعہ" کا لفظ موجود ہے "سنی" کا لفظ نہیں۔ اگر شیعہ بقول تمہارے اللہ اور اس کے رسول کے منکر اور ان کے مخالف ہوتے۔ تو قرآن کریم میں بار ہا ان کا نام نہ آتا۔ اس لیے شیعہ لوگوں کو ایک یہودی کے پیروکار بتلانا قطعًا درست نہیں۔ دیکھیے قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس لفظ کو استعمال فرمایا۔ اِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرَاھِیْمَ اللہ تعالیٰ کے "شیعہ" میں سے ایک ابراہیم بھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ مذہب شیعہ کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے کا ہے۔ تبھی تو

آپ بھی اسی کے ایک فرد کہلائے۔ جدالانبیاء علیہ السلام کا جو مذہب تھا۔ وہ آج بھی مقبول و محبوب ہے۔

لہذا سُنیوں کو بھی چاہیے۔ کہ اپنے تئیں سُنی کہلانے کی بجائے شیعہ کہلایا کریں۔ اور پھر اس سے بڑھ کر خود اہل سنت کی کتب میں بھی موجود ہے۔ کہ جنتی ٹولہ یا فرقہ صرف "شیعہ" ہی ہے۔ تو پھر کیوں اس سے اتنا بغض و حسد کیا جاتا ہے۔

صواعق محرقہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِعَلِیٍّ هُوَ اَنْتَ وَشِیْعَتُكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَاضِیْنَ مَرْضِیِّیْنَ۔

(الصواعق المحرقہ ص ۱۶۱ فصل اول فی الآیات الواردہ فیہم)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ان الذین امنوا الخ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کاموں کے پابند رہے۔ وہ بہترین مخلوق ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ آیت حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور ان کے شیعوں کے لیے اُتری ہے۔ وہ بروز حشر راضی رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو راضی کر دے گا۔

یہ لعین اہل تشیع کے مناظر اور مبلغ اعظم مولوی اسماعیل شیعہ نے فتوحات شیعہ

ص ۷۰، پر بعنوان "شیعہ کے حق میں پیشین گوئی،، اور ص ۱۵۲، پر بعنوان "مذہب شیعہ قرآن میں،، ذکر کیا ہے۔ ہم نے اس کا خلاصہ پیش کیا ہے۔

مذکورہ طعن کے تین ارکان

۱۔ قرآن کریم میں شیعہ کا نام تو ہے لیکن سُنّی کا لفظ موجود نہیں

۲۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام شیعہ تھے۔

۳۔ شیعوں کا جنتی ہونا اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے۔

ان تین باتوں سے ثابت ہوا۔ کہ مذہب شیعہ ہی حق ہے۔ اور اس کے پیروکار ہی جنتی ہیں۔ اور مذہب سُنی کوئی اصل نہیں رکھتا۔ اس لیے جنت کے خواہش مندوں کو شیعہ کہلانا چاہیئے۔

جواب رکن اوّل :

طعن مذکور کے رکن اول میں یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ شیعہ کا لفظ تو قرآن مجید میں موجود ہے "سنی،، کا لفظ نہیں۔ یہ قرآن کریم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ اور حقیقت میں معترض اور اس کے ساتھی قرآن کریم کا علم رکھتے ہی نہیں۔ اس کی وضاحت ہم "تحریف قرآن،، کے ضمن میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔ "سنی،، سُنت کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ لفظ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ چند مقامات پیش خدمت ہیں۔

"سنت"، کا لفظ قرآن مجید میں موجود ہے چند آیات بطور حوالہ درج ذیل ہیں

آیت نمبر (۱)

سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔

(پ ۲۲۔ ع ۲)

ترجمہ:

خدا کا طریقہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے۔ ایک ہی چلا آتا ہے۔ اور خدا کا حکم ایک حد پر اندازہ کیا ہوتا ہے۔

آیت نمبر (۲)

یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَھْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَیَتُوْبَ عَلَیْکُمْ۔

(پ ۵۔ ع ۶)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے۔ کہ تمہارے لیے پہلے لوگوں کے طریقے بیان فرما دے۔ اور ان کی طرف راہنمائی کر دے۔ اور تم پر رجوع فرمائے۔

آیت نمبر(۳)

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا۔

(پ ۱۵ ع ۸)

ترجمہ:

طریقہ ان رسولوں کا جو آپ سے قبل ہم نے بھیجے تھے۔ اور تم ہمارے طریقہ میں ہیر پھیر نہ پاؤ گے۔

آیت نمبر(۴)

سُنَّةَ اللهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِنَا تَبْدِيلًا۔

(پ ۲۶ ع ۱۱)

ترجمہ:

اللہ کے طریقہ کے مطابق جو پہلے سے ہوتا چلا آیا اور تم اللہ کے طریقہ کو ہرگز تبدیل ہوتا نہ پاؤ گے۔

آیت نمبر(۵)

قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِينَ۔

(پ ۱۴ ۔ ع ۱)

ترجمہ:

[illegible] گزر چکا ہے۔

آیت نمبر (۶)

اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ۔

(پ ۱۵ ع ۱۹)

ترجمہ:۔
مگر یہ کہ آگیا ان کے پاس طریقہ گزرے لوگوں کا

آیت نمبر (۷)

سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ

(پ ۲۴ ع ۱۴)

ترجمہ:۔
اللہ کا طریقہ جو اس کے بندوں میں ہو گزرا۔ اور کافر وہاں خسارے میں پڑے۔

آیت نمبر (۸)

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ۔

(پ ۹ ع آخری)

ترجمہ:۔
کفار سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ باز آجائیں تو ان کے گزشتہ گناہ معاف

کر دیئے جائیں گے۔ اور اگر وہ پھر سے لوٹ کر کفر میں آ گئے۔ تو پھر پہلے سے گزرے لوگوں کا طریقہ ان کے ساتھ بھی برتا جائے گا۔

آیت نمبر (۹)

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔

(پ ۲۲۔ ع ۵)

ترجمہ:

اللہ کا طریقہ گزرے لوگوں کے بارے میں۔ اور تم اللہ کے طریقہ میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔

مذکورہ آیات کریمہ میں اللہ رب العزت نے انبیائے کرام کے طریقہ اور راستہ کو "سنت" کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ خصوصاً جد الانبیاء حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے طریقہ مبارکہ کو "سنت" کہا گیا۔ اور اس بات کو اہل تشیع کے مجتہدین و مفسرین بھی تسلیم کرتے ہیں۔

تفسیر منہج الصادقین:

(یُرِیْدُ اللّٰهُ) می خواہد خدا (لِیُبَیِّنَ لَکُمْ) تا بیان کند برائے شما....

(وَیَهْدِیَکُمْ) و راہ نماید شما را (سُنَنَ الَّذِیْنَ) راہ ہائے آنانکہ بودند (مِنْ قَبْلِکُمْ) پیش از شما یعنی دین ابراہیم و اسماعیل۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد سوم ص۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ تاکہ تمہارے لیے بیان کرے اور تمہیں راستہ

دکھائے اُن لوگوں کی راہوں کی طرف جو تم سے پہلے گزر چکے یعنی حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے دین کی طرف۔

قرآن کریم میں لفظ "سنت" کے مذکور ہونے کے بارے میں ہم نے جو آیات درج کی ہیں۔ آپ ان میں غور فرمائیں۔ تو دو چیزیں سامنے آئیں گی۔ اوّل یہ کہ بعض مقامات میں اس لفظ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف مضاف کیا۔ (یعنی سنۃ اللہ) اور بعض آیات میں اس لفظ کی اضافت اس کے نیک بندوں یعنی حضرات انبیائے کرام کی طرف کی گئی ہے۔ اہل سنت کے لیے یہ کتنی بڑی سعادت اور خوش بختی ہے۔ کہ انہوں نے اپنے طریقہ کے امتیاز کے لیے وہی لفظ استعمال کرنا پسند کیا جس کی اضافت اللہ اور اس کے رسولوں کی طرف ہے۔ لفظ "سنت" کا ایسا امتیازی استعمال کتب شیعہ میں بھی اس کی تصدیق و تائید موجود ہے۔

لفظِ سنت کی عظمت کتب اہل تشیع میں

فروع کافی:

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۷ کتاب النکاح باب کراہیۃ العزوبۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جو بھی میری سنت سے منہ پھیرے گا۔ وہ میرا نہیں ہے۔

جلاء العیون:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہوئے۔ تو آپ نے مدینہ منورہ کی طرف روانگی کے دوران ایک عظیم فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں یہ الفاظ

بھی تھے۔

جلاء العیون:

"وصیت می فرمود ایشاں راکہ دست از سنت و طریقہ او برنہ دارد"

(جلاء العیون جلد اول صفحہ نمبر ۵۹
فصل چہارم در بیان وصیت مطبوعہ
تہران جدید)

ترجمہ:
آپ نے صحابہ کرام کو مخاطب فرما کر ان کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو وصیت فرمائی۔ کہ میری سنت اور میرے طریقے سے کبھی بھی ہاتھ نہ اٹھانا۔ (یعنی اس کی پابندی کرتے رہنا۔)

معانی الاخبار:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اٰبَائِهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا وَجَدْتُّمْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَالْعَمَلُ لَكُمْ بِهٖ لَا عُذْرَ لَكُمْ فِيْ تَرْكِهٖ وَ مَا لَمْ يَكُنْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَكَانَتْ فِيْهِ سُنَّةٌ مِّنِّيْ فَلَا عُذْرَ لَكُمْ فِيْ تَرْكِ سُنَّتِيْ۔

(معانی الاخبار تصنیف ابن بابویہ قمی
ص ۱۵۶ باب معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل
اصحابی الخ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہیں جو حکم اللہ رب العزت کی کتاب میں سے ملے۔ تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس کے چھوڑنے پر کوئی عذر تمہیں نہیں کرنا چاہیئے۔ اور وہ حکم جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے نہ ملے۔ اور اس کے بارے میں میری طرف سے کوئی سنت مل جائے۔ تو پھر میری سنت کے ترک میں کوئی عذر نہ ہونا چاہیئے۔

قرآن حکیم کی آیات اور شیعہ مفسرین و مجتہدین کی کتب معتبرہ میں سے ابھی آپ پڑھ چکے۔ کہ لفظ "سنت" کئی دفعہ مذکور ہوا۔ اور اس کی نسبت اللہ نے اپنی طرف یا اپنے برگزیدہ بندوں کی طرف کی۔ اس لیے ہمیں اس پر فخر ہے۔ کہ ہم منسوب الی السنت یعنی سنی کہلاتے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ پھر سنت پر عمل کرنے کی خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی۔ اور اس کے تارک کے متعلق فرمایا۔ وہ ہمارا نہیں۔ نتیجہ یہی سامنے آیا۔ کہ معترض کا یہ کہنا۔ کہ "سنی" کا قرآن و حدیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ محض لاعلمی پر مبنی ہے۔ اور جہالت کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب رکن دوم:

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں مذکور ہے۔

وان من شیعتہ لابراھیم۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام اس کے شیعوں میں سے ہیں۔ اس آیت میں اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شیعہ کہا گیا ہے۔ لیکن اس سے مراد موجودہ دور کے شیعہ نہیں۔ اور نہ ہی وہ شیعیانِ علی،، ہیں۔ بلکہ وہ اس "شیعہ" کی ضمیر کا مرجع حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ اب معنی یہ ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے شیعوں میں ایک شیعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں۔

لہٰذا اس آیت کریمہ سے یہ ثابت کرنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام موجودہ شیعوں میں سے تھے۔ بالکل غلط اور قرآن کریم کی تاویل غلط ہے۔ خود اہل تشیع مانتے ہیں۔ کہ اس آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کا شیعہ کہا گیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان:

(وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرَاهِیْمَ) اَیْ وَاِنَّ مِنْ شِیْعَةِ نُوْحٍ اِبْرَاهِیْمَ یَعْنِیْ اَنَّهٗ عَلٰی مِنْهَاجِهٖ وَسُنَّتِهٖ فِی التَّوْحِیْدِ وَالْعَدْلِ وَاِتِّبَاعِ الْحَقِّ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۱۲ جزء ۸ ص ۴۴۹ پارہ نمبر ۲۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد وہ اور بے شک ابراہیم اس کے شیعہ میں سے ہیں،، یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے شیعہ میں سے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اسی طریقہ اور اسی راستہ توحید و عدل اور اتباع حق پر تھے۔ جو حضرت نوح علیہ السلام کا تھا۔

تو جس طرح آیت مذکورہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا موجودہ دور کے شیعہ اور شیعان علی میں سے ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس آیت مبارکہ سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کہ شیعہ مذہب ہی حق ہے۔ اور یہی پاکیزہ مسلک ہے۔ کیونکہ لفظ "شیعہ" کے معنی گروہ کے ہیں۔ جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے۔ "شیعان علی" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے طرفداروں کو اور "شیعان معاویہ" حضرت امیر معاویہ کے حمایتیوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ کوئی مذہب کا نام نہیں۔ بلکہ کسی ایک گروہ پر لفظ شیعہ کا اطلاق ہوتا ہے چاہے وہ نیک لوگوں کا ہو یا بُرے لوگوں کا۔ خود قرآن کریم نے اسے گروہ کے معنی میں استعمال فرمایا۔ جس میں نیک و بد کا امتیاز نہیں۔

قرآن کریم میں یہود و نصاریٰ فرعونیوں اور جہنمیوں کو بھی شیعہ کہا گیا ہے

آیت نمبر (۱)

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا۔

(پ ۲۰ ع ۵)

ترجمہ:

بے شک فرعون زمین میں بڑا بن بیٹھا۔ اور زمین پر بسنے والوں کو شیعہ (گروہ در گروہ) کر دیا۔

آیت نمبر (۲)

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ۔

(پ ۸۔ ع ۷)

ترجمہ:

بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور

وہ شیعہ (گروہ) تھے۔ اے حبیب آپ کا اُن سے کوئی تعلق نہیں۔

آیت نمبر (۳)

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا۔

(پ۷۔ع۱۴)

ترجمہ:

فرما دیجئے۔ اللہ اس بات پر قادر ہے۔ کہ تم پر اوپر سے یا پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے۔ یا تم کو شیعہ (گروہ در گروہ) بنا کر باہم لڑا دے۔

آیت نمبر (۴)

وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا۔ (پ۲۱)

ترجمہ:

جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اُن مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ اور وہ شیعہ ہو گئے۔

آیت نمبر (۵)

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ

عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا۔ (پ۱۶ ع۴)

ترجمہ:

آپ کے پروردگار کی قسم! ہم ضرور انہیں اور شیطانوں کو اکٹھا کریں گے۔ پھر جہنم کے اردگرد ہم انہیں لا کھڑا کریں گے۔ پھر ہر شیعہ (گروہ) سے ان لوگوں کو علیحدہ کر دیں گے۔ جو ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرکشی کا رویہ رکھتے ہیں۔

لمحۂ فکریہ:

قارئین کرام! مذکورہ آیات قرآنیہ میں کہیں تو لفظ شِيْعَة اور کہیں شیعًا وارد ہے۔ پہلا مفرد اور دوسرا اس کی جمع ہے۔ لیکن ان تمام آیات میں اس لفظ سے مراد ”مذہب شیعہ“ نہیں ہے۔ اب ہم دنیائے شیعیت کو دعوت دیتے ہیں۔ کہ دو باتوں میں سے جو ایک چاہیں اختیار کریں۔ اول یہ کہ شیعہ کا معنی گروہ ہے۔ دوم یہ کہ اس لفظ سے مراد ”مذہب شیعہ“ ہے۔

اگر شق اول تسلیم کر لی جائے۔ تو پھر یہ کہنا کہ قرآن کریم میں لفظ شیعہ ”مذہب شیعہ“ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ بالکل غلط اور لاعلمی کا مظہر ہے۔ کیونکہ گروہ عام مراد ہے۔ چاہے وہ کسی مسلمان کا ہو یا غیر مسلم کا۔ گروہ یزید کو شیعانِ یزید، گروہ علی کو شیعانِ علی، گروہ فرعون کو شیعانِ فرعون کہا جاتا ہے۔

اور اگر دوسری شق مراد ہو۔ تو پھر ان آیات میں مذکور اس لفظ سے مراد بھی یہی ہوگا۔

۱۔ فرعون نے جب زمین میں سرکشی کی تو اس نے لوگوں کو شیعہ بنا دیا۔

۲۔ جن لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا وہ شیعہ تھے

۳۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اوپر نیچے ہر طرف سے عذاب دے گا وہ شیعہ ہوں گے۔

۴۔ اور تم مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ مشرکین وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ اور شیعہ ہو گئے۔

۵۔ پھر ہم ان شیعوں کو کھینچ کھینچ کر دوزخ میں ڈالیں گے۔

ذرا بتلایئے کہ ان آیات میں لفظ شیعہ واقعی "مذہب شیعہ" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اگر ایسے ہے۔ تو پھر اس مذہب کے ماننے والے فرعون کا نشانہ، دین کے ٹکڑے کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق، شرک کرنے والے اور دوزخی ہوئے۔ حالانکہ تم اپنے تئیں حق پر اور جنتی ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے کہاں تمہارا دعوےٰ اور کہاں قرآن کریم کی مذکورہ آیات میں لفظ شیعہ کا مفہوم؟ اس کے باوجود اگر تمہیں اصرار ہے۔ کہ قرآن کریم میں لفظ شیعہ ہر جگہ ہمارے مذہب حق کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔ تو پھر تمہیں اس لفظ کا مستحق ہونے کی ڈھیروں مبارکیں ہو اور اس میں مزید ترقی نصیب ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیعہ لوگوں کی شان دیکھ کر شیعہ ہونے اور بننے کی دعا کی شیعہ فرقہ کی گپ۔

قرآن کریم کی آیت مبارکہ وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ سے اہل تشیع نے حقیقت میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب شیعوں کی عظمتِ شان کا علم ہوا، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے شیعہ بننے کی دعا کی۔ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔ یعنی آپ نے باوجود رسول و پیغمبر ہونے کے شیعہ ہونے کی تمنا کی۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

منہج الصادقین:

در حدیث آمدہ کہ چوں حق سبحانہ ملکوت آسمان را با براہیم نمود ابراہیم بجانب عرش نگریست نور عظیم دید گفت خداوندا ایں چہ نور یست گفت نور حبیب و صفی من محمد صلی اللہ علیہ وسلم است گفت در جنب آں نور دیگر می بینم گفت برادر و وصی او علی ابن ابی طالب (ع) است ..... گفت خداوندا و نور دیگر می بینم نزدیک ہر دو نور خطاب آمد کہ نور فاطمہ زہرا است دختر سید الانبیاء و زوجۂ خیر الاوصیاء .... گفت خداوندا دو نور دیگر می بینم نزدیک ایشاں فرمود کہ آں دو نور دو فرزند وے اند حسن و حسین ..... گفت خدایا نور ہائے بسیار می بینم کہ از گرد ایشاں در آمدہ اند۔ فرمود آں نور ہائے شیعان

و محبانِ علی اند و فرزندانِ او........ ابراہیم گفت خداوندا مرا شیعہ او فرزندانِ او گرداں حق تعالیٰ دعائے او در راہ اجابت فرمود۔ و او را داخل شیعیان.....
امیرالمومنین (ع) گردانید و رسولِ خود را ازاں خبر دادہ فرمود کہ ان من شیعتہ لابراھیم و بدرستی کہ ابراہیم از جملہ شیعیان علی ابن ابی طالب است صلوات اللہ علیہ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۴۴
پ ۲۳ سورۃ الصافات مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حدیث پاک میں آیا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت آسمانی کی سیر کرائی۔ تو اس دوران انہوں نے عرش کی طرف دیکھا وہاں ایک بہت بڑا نور نظر آیا۔ اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ خداوندا یہ کیسا نور ہے؟ فرمایا۔ یہ میرے حبیب اور صفی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ کہنے لگے۔ اس کے پہلو میں ایک اور نور دیکھ رہا ہوں۔ وہ کس کا ہے؟ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور وصی جناب علی بن ابی طالب کا ہے۔ کہا۔ یا اللہ! میں ایک اور نور دیکھ رہا ہوں۔ جو ان دونوں کے قریب ہے۔ جواب ملا کہ یہ نور فاطمہ زہرا کا ہے۔ جو سید الانبیاء کی بیٹی اور خیر الاوصیاء کی زوجہ ہیں...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے اللہ! مجھے ان کے قریب دو اور نور نظر آرہے ہیں۔ وہ کس کے ہیں؟ فرمایا یہ دونوں نور حسن و حسین کے ہیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ کے فرزند ہیں........ پھر عرض کیا خدایا! میں یہاں اردگرد بہت سے نور دیکھ رہا ہوں۔ وہ کن لوگوں کے ہیں؟ فرمایا۔ یہ نور حضرت علی المرتضےٰ

کے شیعوں ان سے محبت کرنے والوں اور ان کے فرزندوں کے ہیں...
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ خداوندا مجھے بھی علی المرتضٰے اور ان کے فرزندوں کا شیعہ بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول کی۔ اور انہیں شیعیانِ علی میں داخل فرمادیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ ان من شیعتہ لابراھیم (بے شک علی المرتضٰے کے شیعوں میں سے ابراہیم بھی ہیں۔)
اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک شیعہ ہونا اتنی عظمت رکھتا ہے۔ کہ اللہ کا پیغمبر اور خلیل بھی اس کا متمنی تھا۔ نبوت سے کہیں بڑھ کر مقام شیعیت ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا "شیعیان علی،، میں داخل ہونے سے پہلے کوئی مقام و مرتبہ نہ تھا۔ ایک شیعہ ہونا اور دوسرا امامت دو ایسے مقام ہیں۔ جن میں سے ایک کی تمنا اور دوسرے کا اقرار ہر پیغمبر کے لیے لازم تھا۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۲۵ کا ایک حوالہ آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود میں اس لیے پھینکا گیا تھا۔ کیونکہ انہیں حضرات ائمہ اہل بیت کی امامت میں تردد تھا۔ لیکن امامت کے انکار و تردد کی سزا اور وبال صرف یہی نہیں جو مذکور ہوا۔ بلکہ سرے سے اسلام سے ہی ہاتھ دھو ڈالنا ہے۔

تفسیر فرات کوفی:

وَعُرِضَتْ وِلَايَتُكُمْ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ اَهْلِهَا فَمَنْ قَبِلَ وِلَايَتَكُمْ كَانَ عِنْدِيْ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمَنْ جَحَدَهَا كَانَ عِنْدِيْ مِنَ الْكُفَّارِ۔

(تفسیر فرات کوفی ص ۷ مطبوعہ نجف
اشرف طبع قدیم۔

ترجمہ:

(اے امامانِ اہل بیت!) تمہاری ولائیت تمام آسمانوں اور اس کے باشندوں پر پیش کی گئی۔ تو جس نے قبول کر لی وہ میرے نزدیک مقربین میں سے ہو گیا۔ اور جس نے اس کا انکار کیا۔ وہ میرے نزدیک کافر ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی:۔

روایت بالا میں ائمہ اہل بیت کی ولائیت وامامت کی یہ اہمیت بیان ہوئی کہ تمام لوگوں پر اس کا اقرار کرنا لازم قرار دیا گیا۔ جس نے کر لیا۔ وہ اللہ کا مقرب اور جو منکر ہوا وہ کافر ہو گیا۔ اور پچھلی روایت میں (انوار نعمانیہ والی) آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اقرار امامت میں تردد کیا۔ تو اس کی وجہ سے وہ نارِ نمرود کی آگ میں ڈالے گئے۔ ان دونوں روایتوں کو اکٹھا کریں۔ تو نتیجہ یوں نکلے گا۔

منصب امامت کا انکار کفر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شروع میں انکار کیا۔

لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام (معاذ اللہ) کفر کے مرتکب ہوئے۔

اہل تشیع کے فتویٰ سے اللہ کے خلیل بھی نہ بچ سکے۔ حالانکہ ان کی ہی امامت کے متعلق آیت میں بحث ہو رہی ہے۔ پیغمبری کے بعد انہوں نے شیعہ ہونے

کی تمنا کی۔ وہ پوری ہوئی۔ پھر امامت چاہی۔ وہ مل گئی۔ تو بیک وقت آپ اللہ کے پیغمبر، شیعہ اور امام بھی ہوئے۔ اُدھر ائمہ اہل بیت کی امامت میں تردد کے باعث عذاب میں مبتلا ہوئے۔ اور انکار امامت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج۔ ادھر خود شیعوں کو اپنے بارے میں دعوے کہ ہم سچے ہیں۔ اور جنتی ہیں۔ غور فرمائیں۔ یہ مذہب شیعہ اپنے معتقدین کو جنتی بنائے۔ اور اللہ کے خلیل کو نارِ نمرود میں ڈالے۔ اور کفر تک پہنچا دے۔ کیا یہ عقیدہ کسی مسلمان کا عقیدہ ہے۔ شرم کرنا چاہیے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب اوّل رکن سوم

یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَشِیْعَتُكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَاضِیْنَ مَرْضِیِّیْنَ

پر بحث

مولوی اسماعیل شیعی نے صواعق محرقہ سے ایک روایت بایں الفاظ نقل کی کہ "حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور ان کے شیعہ قیامت میں اس حالت میں جنت میں جائیں گے۔ کہ اللہ اُن سے اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے"۔ تو اس سے اسماعیل نے ثابت کیا کہ شیعہ ہی اللہ کا پسندیدہ طبقہ ہے۔ اور یہی لوگ جنتی ہیں۔ صواعق محرقہ میں تو اس سے بڑھ کر بھی اسی جگہ اسی صفحہ پر لکھا ہوا ہے۔ شیعوں کی شان میں یہاں یہ الفاظ بھی موجود ہیں

یَا اَبَا الْحَسَنِ اَمَّا اَنْتَ وَشِیْعَتُكَ فِی الْجَنَّةِ۔

اے ابوالحسن! تم اور تمہارے شیعہ سب جنتی ہیں۔

اس روایت کے الفاظ سے اہل تشیع اس قدر خوش و مطمئن ہیں۔ اور اپنے حق میں مژدہ سمجھتے ہوئے اتنے بے نیاز ہیں۔ کہ وہ سمجھتے ہیں۔ ہم خواہ کتنا بھی دین سے دُور چلے جائیں۔ اور کیسی ہی بے عملی اور بدعملی ہم میں ہو۔ لیکن اس کے باوجود ہمارا جنتی ہونا مقرر ہے۔ اور ناقابلِ تنسیخ حقیقت ہے۔ مجھ راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے۔ کہ آج سے تقریباً بیس سال قبل گڑھ ولی شاہ میں اسی مولوی اسماعیل

کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ دوران مناظرہ اسماعیل شیعی نے یہاں تک کہہ دیا کہ کیا ہوا اگر مان بھی لیا جائے کہ ہم نے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ تو پھر بھی ہم جنتی ہی ہیں۔ کیونکہ سنیوں کی معتبر کتاب میں ہمارا جنتی ہونا تحریر ہے۔ کاش صواعق محرقہ کی مکمل عبارت تحریر ہو جاتی۔ تو ڈھول کا پول کھل جاتا۔ اور دودھ پانی نکھر جاتے۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو

صواعق محرقہ:

اَخْرَجَ الْحَافِظُ جَمَالُ الدِّیْنِ الزرندی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ ھُوَ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ تَاْتِیْ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَاضِیْنَ مَرْضِیِّیْنَ وَ یَاْتِیْ عَدُوُّکَ غَضْبَانًا مُقْمَحِیْنَ۔ قَالَ وَ مَنْ عَدُوِّیْ قَالَ مَنْ تَبَرَّءَ مِنْکَ وَلَعَنَکَ وَخَیْرُ السَّابِقِیْنَ اِلٰی ظِلِّ الْعَرْشِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ طُوْبٰی لَھُمْ قِیْلَ وَ مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ شِیْعَتُکَ یَا عَلِیُّ وَ مُحِبُّوْکَ فِیْہِ کَذَّابٌ وَاسْتَحْضِرْ مَا مَرَّ فِیْ صِفَاتِ شِیْعَتِہٖ وَ اسْتَحْضِرْ اَیْضًا الْاَخْبَارَ السَّابِقَۃَ فِی الْمُقَدِّمَاتِ اَوَّلَ الْبَابِ فِی الرَّافِضَۃِ وَاَخْرَجَ الدَّارُقُطْنِیُّ یَا اَبَا الْحَسَنِ اَمَّا اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ فِی الْجَنَّۃِ وَ اَنَّ قَوْمًا یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ یُحِبُّوْنَکَ یَصْغُرُوْنَ الْاِسْلَامَ ثُمَّ یَلْفُظُوْنَہٗ یَمْرُقُوْنَ

مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَهُمْ نَبَزٌ يُقَالُ لَهُمُ
الرَّافِضَةُ فَإِنْ أَدْرَكْتَهُمْ فَقَاتِلْهُمْ فَإِنَّهُمْ مُشْرِكُوْنَ
قَالَ الدَّارُقُطْنِيُّ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَنَا طُرُقَاتٌ كَثِيْرَةٌ
ثُمَّ أَخْرَجَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ
لَيْلَتِيْ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدِيْ
فَأَتَتْهُ فَاطِمَةُ فَتَبِعَهَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ
فِي الْجَنَّةِ أَنْتَ وَشِيْعَتُكَ فِي الْجَنَّةِ اَلَا إِنَّهُ مِمَّنْ
يُحِبُّكَ أَقْوَامٌ يُصَغِّرُوْنَ الْإِسْلَامَ يَلْفِظُوْنَهُ يَقْرَؤُوْنَ
الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ لَهُمْ نَبَزٌ يُقَالُ لَهُمُ
الرَّافِضَةُ فَجَاهِدْهُمْ فَإِنَّهُمْ مُشْرِكُوْنَ قَالُوْا
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْعَلَامَةُ فِيْهِمْ قَالَ
لَا يَشْهَدُوْنَ الْجُمُعَةَ وَلَا جَمَاعَةً وَ
يَطْعَنُوْنَ عَلَى السَّلَفِ۔

(صواعق محرقہ فی الرد علی اہل البدع
والزندقہ تصنیف ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
ص ۱۶۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حافظ جمال الدین ذرندی
نے روایت کرتے ہوئے کہا۔ فرمایا۔ جب آیت ان الذین

امنوا وعملوا الصالحات اولئک هم خیر البریة
نازل ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے
فرمایا یہ آیت تیرے اور تیرے شیعوں کے بارے میں ہے۔ تم اور
تمہارے شیعہ قیامت میں اللہ سے راضی ہونے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ
کے عرش کے سایہ میں سبقت کرنے والوں میں سے بہتر ہوں گے۔
لہذا انہیں بہت مبارک ہو۔ اور تیرے دشمن اللہ کے غضب اور انتقام
کا نشانہ بنیں گے۔ پوچھا میرے دشمن کون ہیں۔ فرمایا۔ وہ تجھ سے کٹ
جائیں گے۔ اور تجھ پر لعن طعن کریں گے۔
(ابن حجر مکی مصنف کتاب فرماتے ہیں۔) اس روایت میں دو کذاب،،
ہیں۔ اور یہ بھی ذہن میں حاضر ہونا چاہیئے۔ جو اس کتاب میں حضرت علی
المرتضیٰ کے شیعوں کی صفات مذکور ہو چکی ہیں۔ اور وہ روایات بھی سامنے
رہنی چاہئیں۔ جو شروع کتاب کے مقدمات میں گزر چکیں۔ خاص کر پہلا
باب جو رافضیوں کے متعلق تھا۔ دار قطنی نے ایک روایت کا اخراج کیا
وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ سے فرمایا۔ اے ابوالحسن!
تم اور تمہارے شیعہ جنت میں جائیں گے۔ اور یقیناً ایک قوم اپنے
متعلق زعم یہ رکھتی ہوگی۔ کہ وہ تم سے محبت کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام
کو بالکل حقیر جانیں گے۔ پھر اُسے بالکل ہی پھینک دیں گے۔ اور
اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے۔ جس طرح تیر کمان سے۔ ان میں
سے ایک جماعت کو ،،رافضہ،، کہا جائے گا۔ سو اگر وہ تمہیں مل جائیں۔
تو ان کے خلاف صف آراء ہو جانا۔ وہ مشرک ہیں۔ دار قطنی کہتے ہیں۔
اس روایت کے ثبوت کے لیے ہمارے پاس کئی سندوں کے

طریق ہیں۔

پھر دار قطنی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ذکر فرماتے ہوئے لکھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس قیام پذیر تھے۔ اور حضرت خاتونِ جنت تشریف لائیں۔ ان کے پیچھے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ بھی آن پہنچے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے علی! تم اور تمہارے ساتھی، تم اور تمہارے شیعہ جنتی ہیں۔ خبردار آگاہ رہنا تمہارے ساتھ محبت کے دعویداروں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے۔ جو اسلام کو حقیر سمجھتے ہوں گے۔ اور اس کو چھوڑ دیں گے۔ قرآن کریم پڑھیں گے۔ لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان میں سے ہی ایک گروہ ہوگا۔ جو "رافضہ" کہلائے گا۔ تو ان کے ساتھ جہاد کرنا۔ کیونکہ وہ مشرک ہیں۔ انہوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی علامت کیا ہوگی۔ فرمایا وہ نہ جمعہ (کی نماز باجماعت پڑھنے مسجد) میں حاضر ہوں گے۔ اور نہ عام پانچ وقتی جماعت میں شمولیت کریں گے۔ اور گزرے بزرگانِ دین پر لعن طعن کریں گے۔

صواعق محرقہ کی عبارت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس میں شیعانِ علی کے جنتی ہونے کی خوشخبری موجود ہے۔ لیکن ان کی علامات تلاش کریں۔ وہ کن میں پائی جاتی ہیں ان علامات کی بنا پر بلکہ صراحت و وضاحت کے ساتھ اس سے مراد "امامی شیعہ" ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ تمام تبرائی اور سلف پر طعن کے معتقد ہیں۔ جیسا کہ آپ ان مطاعن میں ان کی کارکردگی دیکھ چکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو ان کے دشمن کی علامات بتلائیں اور ان کے خلاف بوجہ ان کے شرک ہونے کے جہاد کا حکم دیا۔ اور ان مشرکوں تبرائیوں اور قرآن و حدیث کے احکام سے روگردانی

کرنے والوں کو "رافضہ"، فرمایا۔ یہ تین علامتیں تلاش کریں۔ اور دیکھیں کون ان سے معمور اور مشہور ہیں۔

جب بھی شیعہ مسلک ذہن میں آتا ہے۔ تو فوراً اس کے ساتھ مساجد کی جگہ امام باڑے، عزا خانے اور ماتم کدے سامنے آتے ہیں۔ اور ان کی مجالس و محافل میں فضائل و مصائب اہل بیت کے نام پر حضرات صحابہ کرام اور سلف صالحین پر تبرّوں کے تیر چلائے جاتے ہیں۔ پس پیٹنا، تعزیہ داری کرنا، سینہ کوبی، ذوالجناح کی پوجا پاٹ، متعہ اور مرد وزن کا اختلاط ان کے اجتماعات کی غرض ہوتے ہیں نہ پانچ وقتہ نماز کی جماعت اور نہ جمعہ کا قیام حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت نے بہت عرصہ قبل ان کی علامات بیان فرما دیں۔ اور ان علامات والوں کیلئے فرمایا۔ اے علی! یہ تمہارے دشمن ہیں۔ آج دشمنان علی، نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق "محبان علی،، نام رکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ صواعق محرقہ کی عبارت سے اہل تشیع کا جنتی ہونا تو درکنار مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں۔ لہٰذا اہل تشیع کو اس عبارت پر بغلیں نہیں بجانی چاہئیں۔ بلکہ ان علامات کو چھوڑ کر سچے اور حقیقی "محبان علی،، بننا چاہیے اور وہ حقیقی محبان علی،، اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔ تمہاری کتابیں اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

جامع الاخبار:

مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

(جامع الاخبار ص ۱۸۹/الفصل الحادی والثلاثون والمائۃ فی الموت۔ مطبوعہ نجف اشرف،)

ترجمہ:۔
جو شخص محبت اہل بیت و آل محمد پر فوت ہوا۔ وہ سنت اور جماعت پر فوت ہوا۔
یہی اہل سنت و جماعت ہیں۔ کہ جن کے متعلق حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جامع الاخبار:

وَلَيْسَ عَلٰى مَنْ مَّاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا شِدَّةُ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ يَا مُحَمَّدُ مَنْ اَحَبَّ الْجَمَاعَةَ اَحَبَّ اللّٰهُ وَ الْمَلَائِكَةُ اَجْمَعِيْنَ۔

(جامع الاخبار ص ۸۷ فصل السادس والثلاثون فی صلوة الجماعة۔ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:
اور جو شخص مذہب اہل سنت و جماعت پر مرے گا۔ اس کو قبر کا عذاب نہ ہو گا۔ اور قیامت کی سختیوں سے محفوظ رہے گا۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو جماعت کو دوست رکھے گا۔ اس کو اللہ اور تمام فرشتے محبوب رکھیں گے۔

کشف الغمہ:

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

اَلَا مَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَہِیْدًا اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مَغْفُوْرًا لَّہٗ وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مُسْتَکْمِلَ الْاِیْمَانِ اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَہٗ مَلَکُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّۃِ وَمُنْکَرٌ وَّنَکِیْرٌ اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ یُزَفُّ اِلَی الْجَنَّۃِ کَمَا تُزَفُّ الْعَرُوْسُ اِلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فُتِحَ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ بَابَانِ اِلَی الْجَنَّۃِ اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللّٰہُ قَبْرَہٗ مَزَارَ الْمَلٰئِکَۃِ الرَّحْمَۃِ اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول
ص ۱۰۷/باب ماجاء فی
حجتہ علیہ السلام مطبوعہ
تبریز طبع جدید)

ترجمہ:۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آگاہ رہو۔ جو بھی آل محمد کی محبت میں مر جائے گا۔ وہ شہید مرے گا۔ اور جو بھی آل کی محبت میں جان دے گا۔ اس کی بخشش ہو جائے گی۔ اس کی توبہ مقبول ہوگی۔ اور وہ کامل الایمان مومن کی صورت میں دنیا سے رخصت ہوگا۔ اس کو ملک الموت اور

منکر نکیر جنت کی بشارت دیں گے۔ وہ جنت میں یوں خوش و خرم جائے گا جس طرح دلہن اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے۔ اس کی قبر میں جنت کی طرف سے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اس کی قبر رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بنے گی۔ اور وہ اہل سنت و جماعت پر مسلکہ ان روایات سے ثابت ہوا۔ کہ جن "شیعان علی" کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر ان کی علامات بھی بیان فرمائیں تو انہی علامات کے حامل ان روایات کی روشنی میں سنت و جماعت کے پابند لوگ ہیں۔ اہل سنت و جماعت نام ہی ان کے تشخص اور وجہ تسمیہ کو ظاہر کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ صواعق محرقہ کی روایت ہم اہل سنت کی تائید کرتی ہے۔ نہ کہ امامیہ شیعہ کی۔ جو مطلوبہ علامات سے محروم ہیں۔ خود حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا۔ کہ اہل سنت وہ ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر عمل پیرا ہیں۔

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ سُنّی (اہل سُنّت و جماعت) تھے

احتجاج طبرسی:

رَوٰی یَحْیٰی بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْہِ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ الْحَسَنِ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَخْطُبُ بِالْبَصْرَۃِ بَعْدَ دُخُوْلِہٖ بِاَیَّامٍ فَقَامَ اِلَیْہِ رَجُلٌ

فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَخْبِرْنِيْ مَنْ اَهْلُ الْجَمَاعَةِ وَمَنْ اَهْلُ الْفِرْقَةِ وَمَنْ اَهْلُ الْبِدْعَةِ وَمَنْ اَهْلُ السُّنَّةِ ؟ فَقَالَ وَيْحَكَ اَمَّا اِذَا سَاَلْتَنِيْ فَافْهَمْ عَنِّيْ وَلَا عَلَيْكَ اَنْ تَسْئَلَ عَنْهَا اَحَدًا بَعْدِيْ اَمَّا اَهْلُ الْجَمَاعَةِ فَاَنَا وَمَنْ تَبِعَنِيْ وَاِنْ قَلُّوْا وَذٰلِكَ الْحَقُّ عَنْ اَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَعَنْ اَمْرِ رَسُوْلِهٖ وَاَهْلُ الْفِرْقَةِ اَلْمُخَالِفُوْنَ لِيْ وَلِمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَاِنْ كَثُرُوْا وَاَمَّا اَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سَنَّهُ اللّٰهُ لَهُمْ وَرَسُوْلُهٗ الخ

(احتجاج طبرسی جلد اول ص ۲۴۶ احتجاج امیر المومنین بعد دخولہ البصرہ۔ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضے سے روایت کرتے ہیں جب حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ بصرہ میں تشریف لے گئے۔ تو چند دنوں بعد آپ ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر چند باتیں پوچھیں۔ پوچھا۔ اے امیر المومنین! مجھے بتلائیے۔ اہل جماعت کون ہے، اہل فرقہ کون ہے۔ اہل بدعت کون ہے۔ اور اہل سنت کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تیرے لیے افسوس! اچھا اگر تو نے مجھ سے سوال کر ہی لیا۔ تو غور سے سُن! اور میرے بعد کسی اور سے مت پوچھنا۔ اہل جماعت میں اور میری اتباع

کرنے والے ہیں۔ بظاہر وہ اگرچہ تعداد کے اعتبار سے تھوڑے ہی ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے امر سے یہی حق ہے۔ اور اہل فرقہ وہ لوگ ہیں۔ جو میری اور میری اتباع کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہیں اگرچہ وہ کثرت کے مالک ہوں۔ اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کریم کے طریقہ جو اس نے ہمارے لیے مقرر فرما دیا۔ کو مضبوطی سے تھاما ہوا ہے۔

جواب دوم:

حضرات ائمہ اہل بیت کے ہاں شیعوں کا مقام و مرتبہ؟

مجمع المعارف برحلیۃ المتقین:

از حضرت امام رضا مرویست کہ اگر در مقام تمیز شیعہ برآییم نیابیم ایشاں را اگر وصف کنندہ بزبان واگر امتحان کنیم نیابیم گر مرتد واگر خلاصہ وزبدہ کنیم ایشاں را از ہزار یکے خالص نیاشند تا آنکہ فرمود تکیہ میکنند بر مسندہا دمیگویند ماشیعہ علی ہستیم و نیست شیعہ علی مگر کسیکہ فعل او قولش را تصدیق نماید)

(مجمع المعارف ص ۱۰۷ مطبوعہ تہران ۱۳۰۷ھ)

ترجمہ:

حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اگر ہم شیعوں کی

تمیز کے طور پر تعریف کریں۔ تو پھر یہ لوگ ایسے ہی ملیں گے۔ کہ زبان سے تو بہت تعریفیں کرتے ہوں گے۔ لیکن عمل میں صفر اور اگر ہم ان کا (محبت اہل بیت ہونے میں) امتحان لیں۔ تو صرف اور صرف مرتد ہی نکلیں گے۔ اور اگر ان کا خلاصہ اور نچوڑ کر کے بیان کریں۔ ان کے ایک ہزار میں سے ایک بھی خالص نہ ملے۔ یہاں تک فرمایا۔ کہ نشستگاہوں پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے۔ اور کہتے پھریں گے۔ کہ ہم "شیعان علی" ہیں۔ حالانکہ "شیعان علی" وہی لوگ ہیں۔ جن کے کام ان کی بات کی تصدیق کرتے ہوں۔ (یعنی منافق اور تقیہ باز نہ ہوں۔)

ناسخ التواریخ:

فَقَالَ اَرٰی وَاللّٰهِ اَنَّ مُعَاوِيَةَ خَيْرٌ لِّيْ مِنْ هٰؤُلَاۗءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ لِيْ شِيْعَةٌ اِبْتَغُوْا قَتْلِيْ وَانْتَهَبُوْا ثِقْلِيْ وَاَخَذُوْا مَالِيْ ۔

(ناسخ التواریخ حالات امام حسن
جلد اول صفحہ نمبر ۲۱۲ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم امیرے خیال میں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ان لوگوں سے میرے حق میں کہیں بہتر ہیں یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے آپ کو "شیعان علی" کہلاتے اور گمان کرتے ہیں۔ (حالانکہ) انہیں لوگوں نے مجھے قتل کرنا چاہا۔ انہوں نے ہی

میرا سامان لوٹا۔ اور میرا مال چھین لیا۔

مقتل ابی مخنف:

حَتّٰی انْتَهٰى اِلٰی زُبَالَةَ فَنَزَلَ بِهَا ثُمَّ قَامَ خَطِيْبًا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَرَ النَّبِيَّ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ نَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا جَمَعْتُكُمْ عَلٰى اَنَّ الْعِرَاقَ فِىْ قَبْضَتِىْ وَقَدْ جَاءَنِىْ خَبَرٌ صَحِيْحٌ اَنَّ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيْلٍ وَهَانِىْ بْنَ عُرْوَةَ قُتِلَا وَقَدْ خَذَلَتْنَا شِيْعَتُنَا۔

(مقتل ابی مخنف ص ۴۲ مسیر الحسن الی العراق۔ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ:

یہاں تک کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ مقام زبالہ پر پہنچے۔ تو سواری سے نیچے اُترے۔ اور خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر صلوٰۃ و سلام بھیجا۔ پھر بلند آواز سے پکارا۔ لوگو! میں نے تمہیں اس لیے اکٹھا کیا ہے۔ دیکھو عراق میرے قبضہ میں ہے۔ اور مجھے ایک صحیح خبر پہنچی ہے۔ کہ جناب مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو شہید کر دیا گیا۔ ہمیں تو ہمارے شیعوں نے ذلیل و رسوا کر دیا۔

٭

حاصل جواب دوم:

صواعق محرقہ کی مذکورہ عبارت سے مراد "شیعہ امامیہ" نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اہل سُنت و جماعت ہیں۔

۱۔ حضرت امام رضا کے نزدیک بوقت امتحان شیعہ مرتد کے برابر ہیں۔
۲۔ پچاس میں سے ایک ہزار کے اندر بھی ایک مخلص اور خالص محب نہیں۔
۳۔ ان کا "شیعانِ علی"، کہنا فقط زبانی ہے۔ عمل اس کے بالکل خلاف ہے۔
۴۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کا انہوں نے سامان اور مال لوٹا بھی اور چھینا بھی۔
۵۔ شیعوں نے ہی میرے قتل کے اسباب تلاش کیئے۔ (قول حسنؓ)
۶۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار خطوط لکھ کر عراقی شیعوں نے محب ہونے کا دعوٰی کیا۔ لیکن سبھی غدار نکلے۔
۷۔ انہوں نے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو شہید کر کے امام عالی مقام کو رُسوا اور ذلیل کرنے کی کوشش کی۔
۸۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر یہ لوگ ملیں تو ان کو تہِ تیغ کر دینا۔
۹۔ یہ لوگ مشرک ہیں۔
۱۰۔ دین سے اتنے دُور جتنا دُور کمان سے تیر۔

اور اہل سنت و جماعت وُہ کہ

۱۔ جن کی موت شہادت کی موت ہو۔
۲۔ جن کی مغفرت فرما دی جائے۔
۳۔ جو کامل الایمان ہوں۔

۴۔ ملک الموت اور منکر نکیر جن کو جنت کی بشارت دیں۔
۵۔ جنت میں زیب و زینت ایسی پائیں جیسے دلہن سسرال کے گھر جاتے وقت
۶۔ جن کی قبروں میں جنت کی طرف سے دو دروازے کھول دیئے جائیں
۷۔ جن کی قبریں فرشتگانِ رحمت کی زیارت گاہ بنیں۔
اس موازنے سے آپ خود فیصلہ کر لیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے سچے پیروکار اور ان سے حقیقی اور سچی محبت رکھنے والے کون لوگ ہیں؟
(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب سوم:

حضرات ائمہ اہل بیت نے شیعوں پر لعنت بھیجی اور ان سے دوری کی دعا مانگی

نیرنگِ فصاحت:

بالتحقیق میری شان پر نظر کر کے دو گروہ ہلاک ہوں گے۔ ایک تو محبِ مفرط جس کو بے اندازہ اور بے جا محبت اُسے غیر حق کی طرف لے جاتی ہے۔ دوم مبغض مفرط جس کا میرے ساتھ حد سے بڑھا ہوا بغض اسے حق پر قائم رہنے نہیں دیتا۔ اور میرے بارے بہترین مردم لوگ وہ ہیں۔ جو درمیان راستے کو اختیار کر رہے ہیں۔
(نیرنگ فصاحت ص ۱۸۰ مطبوعہ عزیزی دہلوی طبع قدیم)

بصائر الدرجات: (فرمان امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) ۔

وَ اَفْرَاطُنَا اَفْرَاطُ الْاَنْبِیَاءِ۔

(بصائر الدرجات جزء ثالث ص ۱۲۹
باب فی ائمۃ۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

ہم ائمہ اہل بیت کے بارے افراط یعنی زیادتی یہ ہے۔ کہ ہمیں پیغمبروں کے مرتبہ پر سمجھا جائے۔

حاشیہ بصائر الدرجات:

اَفْرَاطُ جَمْعُ الْفَرْطِ اَیْ مُجَاوَزَۃُ الْحَدِّ مِنْ جَانِبِ الزِّیَادَۃِ وَالْکَمَالِ۔　　**(حاشیہ بصائر الدرجات جز ثالث ص ۱۲۹)**

ترجمہ:

"افراط"، "فرط" کی جمع ہے۔ اور زیادتی و کمال میں حد سے بڑھ کر بیان کرنا اور تجاوز کرنا "فرط"، کہلاتا ہے۔

ان دونوں حوالہ جات سے سر دست ہم اتنا گوش گزار کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے (نیرنگ فصاحت کے حوالے سے) ایک اصل پیش کیا۔ اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس کی تھوڑی سی تشریح فرما دی۔ اصل یہ کہ جو شخص بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں زیادتی کرتا ہے۔ اور ان کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے۔ جو اُن میں نہیں۔ تو وہ شخص ہلاک ہو گیا۔ اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک توجیہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہمیں (ائمہ اہل بیت کو) پیغمبروں کے برابر سمجھنا ہمارے ساتھ زیادتی ہے۔

لہذا جس شخص کا عقیدہ یہ ہو۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت پیغمبر یا ان کے برابر ہیں۔ وہ زیادتی کا مرتکب ہوا۔ اور بقول علی المرتضیٰ ہلاک ہو گیا۔ اور یہ زیادتی اور اس کے متعلق حکم آپ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی سماعت فرمائیں۔

رجال کشی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ "ع" قَالَ مَنْ قَالَ بِاَنَّنَا اَنْبِیَاءُ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَمَنْ شَکَّ فِیْ ذٰلِکَ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ۔

(رجال کشی ص ۲۵۵ تذکرہ ابوالخطاب
مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص ہم ائمہ اہل بیت کے متعلق یہ کہتا ہے۔ کہ ہم اللہ کے نبی ہیں۔ تو ایسے قائل پر اللہ کی پھٹکار۔ اور اس پر بھی جو اس میں شک کرے۔

گزشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت علی کے شیعہ ہونے کی دعا کی۔ اللہ نے وہ قبول فرمائی۔ تو اس طریقہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی مقام و مرتبہ کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ سے کم ٹھہرے۔ بلکہ تمام انبیائے کرام نے امامت و ولایت کو جب تک تسلیم نہ کیا۔ انہیں نبوت و رسالت ہی نہ ملی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ لوگ حضرات انبیائے کرام سے ائمہ اہل بیت کو افضل و بہتر قرار دیتے ہیں۔ لہذا ان تمام باتوں کے پیش نظر ان پر ہما فراد" کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ گمراہ اور بے دین ٹھہرے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسی لیے ایسے "دو مجنوں" سے دُوری اور بیزاری کی

دعا کی تھی۔

نیرنگ فصاحت:

اب تو میری دعا ہے۔ اور میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں۔ کہ پروردگار عالم میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔ اور یہ کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق فرما دے جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاوار ہوں۔ وہ ایسے لوگ تھے۔ قسم خدا کی! ان کی رائیں اور تدبیریں میمون اور مبارک تھیں۔ وہ دانشمندانہ اور حکیمانہ بردباریوں کے مالک تھے وہ راست گفتار تھے۔ وہ بغاوت اور جور وستم کے ترک کرنے والے تھے۔ گزر گئے در اُنحالیکہ ان کے پاؤں طریقۂ اسلام پر مستقیم تھے۔

اہل تشیع کے مذکور طعن کے تین رکن (۱۔ شیعہ کا لفظ قرآن میں ہے سنی کا نہیں۔ ۲۔ ابراہیم شیعہ تھے۔ ۳۔ شیعہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنت میں جائیں گے) کا ہم نے بالتفصیل جواب تحریر کر دیا ہے۔ اور ان کی معتبر کتب سے ان تین ارکان کی بیخ کنی کر دی ہے۔ جس کو پڑھ کر ہر صاحب انصاف اور حق کا متلاشی مذکورہ طعن کو بے بنیاد اور مفروضات پر مبنی قرار دے گا۔ اور اہل تشیع کی کم علمی بلکہ بے علمی کا اقرار کرتے ہوئے ان کے ساتھ جہنم میں ایندھن بننے سے پناہ کا دعا گو ہو گا۔ اور سچی پکی محبت صحابہ اور عشق اہل بیت سے سرشار ہونے کی توفیق مانگے گا۔ پھر اللہ رب العزت کی مشیت کے سپرد۔ جسے چاہے راہ راست سے نواز دے۔ اور جسے چاہے محروم رکھے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

باب اوّل

تقیّہ

باب تقیہ
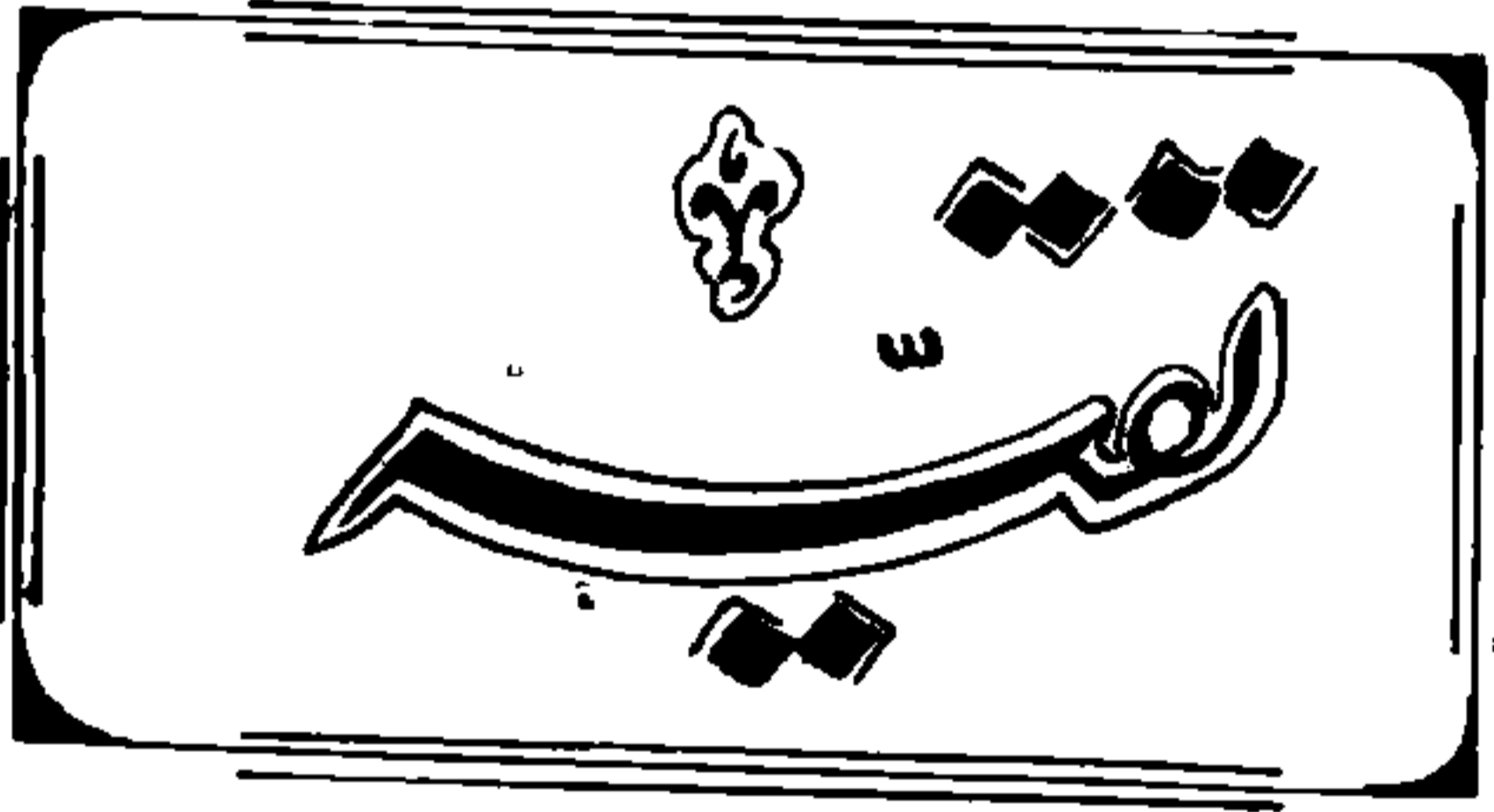
تقیہ کا مسئلہ ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے۔ جس کی بہت سی انواع واقسام ہیں۔ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ اس پر سیر حاصل بحث کی جائے۔ تاکہ اس کے وہ تاریک پہلو جن سے عوام ناآشنا ہیں۔ انہیں دلائل قاہرہ اور براہین ساطعہ و قاطعہ سے روزِ روشن کی طرح واضح کیا جائے۔ اور اس کے جواز پر اہل تشیع جو دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان کا ایک ایک کرکے جواب دیا جائے۔ جس سے ان کے مذہب کی قلعی کھول دی جائے۔

لہٰذا ہم نے اس کو تفصیل سے بیان کرنے کے لیے سات فصلیں ذکر کیں۔ جن کو پڑھنے کے بعد احقاقِ حق اور ابطالِ باطل واضح ہو جائے گا۔ اور حق کے متلاشی کو اطمینانِ قلب کے لیے سب کچھ میسر آئے گا۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

فصل دوم

اثبات تقیہ پر شیعہ حضرات کے دلائل اور ان کے جوابات

دلیل اول حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقیہ کے طور پر اپنی بیوی حضرت سارہؓ کو ہمشیرہ کہا

اہل سنت وجماعت کی مشہور و معروف کتاب "البدایۃ والنہایۃ" (جلد اول ص ۱۵ مطبوعہ بیروت) میں مذکور ہے۔ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سیدہ سارہ (جو ان کی بیوی تھیں) کے ہمراہ سفر کرتے کرتے جب ایک شہر میں پہنچے۔ جس کا حاکم بڑا گورنر ایک ظالم اور جابر آدمی تھا۔ اس کا طریقہ کار کچھ ایسا تھا۔ کہ جب ایک نووارد اس کے شہر میں آتا۔ تو پہلے سے مقرر کردہ خفیہ طور پر اطلاع دینے والے کچھ آدمی اُسے نووارد کے کوائف آکر بتلاتے۔ تو اگر اطلاع یہ ہوتی۔ کہ نووارد کے ساتھ اس کی بیوی بھی ہے۔ اور اتفاق سے وہ خوبصورت بھی ہوتی۔ تو آنے والے کی بیوی اس سے چھین لیتا۔ اور اپنی ہوس شیطانی کا نشانہ بناتا۔ اسی طرح جب مخبروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سارہ رضی اللہ عنہا کی اطلاع دی۔ تو اس ظالم و جابر حکمران نے اپنے کارندوں کو حکم دیا۔ کہ حضرت سارہ کو ابراہیم علیہ السلام سے چھین کر میرے پاس لے آؤ۔ تو جب وہ کارندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور آپ سے پوچھا۔

تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے۔ اس سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ھٰذِہٖ اُخْتِیْ۔ (یہ میری بہن ہے) آپ یہ الفاظ آپ نے اس ظالم بادشاہ کے خوف کی وجہ سے کہے۔ حالانکہ سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا آپ کی بہن نہ تھیں۔ بلکہ بیوی تھیں۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ بوقت ضرورت تقیہ کرنا درست ہے۔ اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سنیوں کا یہ کہنا کہ اضطراری حالت صرف عوام کے لیے ہے۔ انبیاء کرام اس سے مستثنیٰ ہیں غلط ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ اور آپ نے تقیہ کیا۔ لہٰذا دونوں باتیں ثابت ہو گئیں۔ اول یہ کہ تقیہ جائز ہے۔ اور دوسری یہ کہ تقیہ عوام و خواص سب کے لیے ہے۔

جواب

شیعہ حضرات نے جو "البدایۃ والنہایۃ" کی عبارت پیش کر کے اپنا اُلّو سیدھا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا جواب بھی اسی کتاب میں اسی مقام پر موجود ہے۔ لیکن عقل کے اندھوں کو صرف اپنے مطلب سے غرض ہے۔ حقیقت کی تلاش وہ کرتے ہیں۔ اور نہ ہی انہیں اس کی ضرورت ہے۔ "البدایۃ والنہایۃ" کی مکمل عبارت ہم نقل کر دیتے ہیں۔ پھر قارئین حضرات ان کی دیانت داری اور ایمانداری کا بھرم دیکھ لیں گے۔ ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ:۔

وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ إِذْ أَتَى عَلَى جَبَّارٍ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيْلَ لَهٗ هٰهُنَا رَجُلٌ مَعَهٗ اِمْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ وَسَأَلَهٗ عَنْهَا فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ؟ قَالَ أُخْتِيْ فَأَتَى سَارَةَ فَقَالَ

يَاسَارَةُ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِيْ وَغَيْرُكِ وَاِنَّ هٰذَا سَاَلَنِيْ فَاَخْبَرْتُهٗ اِنَّكِ اُخْتِيْ فَلَا تُكَذِّبِيْنِيْ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد اول صفحہ نمبر ۱۵۰
ہجرۃ الخلیل الی بلاد الشام مطبوعہ بیروت
وریاض)

ترجمہ:۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ ایک دن حضرت ابراہیمؑ اور ان کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ایک ظالم حکمران کے پاس پہنچے۔ تو اس کو اطلاع دی گئی۔ کہ اس شہر میں ایک مرد آیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک خوبصورت ترین عورت بھی ہے۔ تو اس ظالم حکمران نے کسی کو ان کی طرف بھیجا۔ اور اس عورت کے بارے میں معلوم کرنا چاہا۔ کارندہ آیا۔ اور آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا۔ آپ کے ساتھ یہ عورت کون ہے؟ فرمایا۔ میری بہن ہے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ سارہ کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمانے لگے۔ اے سارہ! روئے زمین پر میرے اور تیرے بغیر کوئی اور مومن نہیں ہے۔ اس شہر کے ظالم حکمران کے ایک کارندے نے مجھ سے تیری بابت پوچھا۔ تو میں نے تجھے اپنی بہن ظاہر کیا۔ لہٰذا اگر تجھ سے بھی اس بارے میں سوال ہو تو میری بات کی لاج رکھنا۔ اور جھٹلانا نہیں۔

قارئین کرام! آپ نے روایت مذکورہ پڑھی۔ ترجمہ دیکھا۔ اس سے آپ

بخوبی جان چکے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تقیہ کا ان لوگوں نے بہتان باندھا ہے۔ جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ کو یہ فرما رہے ہیں۔ کہ اس وقت پوری دنیا میں میرے اور تیرے سوا کوئی تیسرا مومن نہیں۔ تو اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میرا تیرا ایک رشتہ جسمانی ہے۔ جو خاوند اور بیوی سے عبارت ہے۔ اور دوسرا رشتہ ایمان کا رشتہ ہے۔ جس کے لحاظ سے ہم دونوں مومن بہن بھائی ہیں۔ یعنی جو تیرے بارے میں مَیں نے اس کا رندے کو اپنی بہن کہا۔ تو اس سے مراد دینی اور ایمانی بہن ہے۔ لہذا وہ اگر اس کی تصدیق کرنا چاہیں۔ تو کہہ دینا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی بہن (دینی) ہوں۔ پس آپ کا قول (ھذہ اختی) توریہ کہلاتا ہے تقیہ نہیں۔

تقیہ اور توریہ میں فرق

تقیہ جو اہل تشیع کے ہاں مروج ہے۔ وہ سراسر جھوٹ اور خلافِ شریعت ہے اور توریہ اس کے برعکس ہے۔ وہ یہ کہ کوئی شخص ایسا لفظ کہے۔ جس کے ایک سے زائد معنی ہوں۔ اسے بولنے والا اس انداز سے بولے۔ کہ سننے والا اپنے علم کے مطابق اس کا جو معنی سمجھے۔ اور بولنے والے نے وہ معنی مراد نہ لیا ہو۔ اور یہ بالکل جائز ہے۔ جس میں کذب کا کوئی احتمال نہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت سارہ کے متعلق ھذہ اختی کہنا بھی از قبیل توریہ تھا۔ کیونکہ سننے والے نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ اس عورت کو اپنی سگی بہن بتا رہے ہیں۔ حالانکہ ”اخت“ کا اطلاق رضاعی بہن، دینی بہن پر بھی ہوتا ہے۔ تو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصلحتاً ایسا لفظ استعمال فرمایا۔ جو حقیقت بھی تھا۔ اور اس سے اُس ظالم کے ارادوں سے چھٹکارا کی بھی ایک صورت تھی۔ تقیہ تب بنتا۔ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا کسی طور پر بھی آپ

کی بھی ثابت ہونا ناممکن ہوتا۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی اولوالعزم شخصیت پر اس قلم پرور تقیہ،، جیسی نسبت کرنا انتہائی جہالت اور لاعلمی کی دلیل ہی نہیں۔ بلکہ بارگاہ خلیل اللہ میں بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی کی ہمت ہے۔

(العیاذ باللہ)

دلیل دوم: حضرت یوسف علیہ السلام نے بطور تقیہ اپنے بھائی کی بوری میں پیمانہ کو چھپا دیا

اصول کافی:-

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ التَّقِیَّۃُ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ قُلْتُ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ؟ قَالَ اِیْ وَاللّٰہِ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ وَلَقَدْ قَالَ یُوْسُفُ "اَیَّتُھَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ" وَاللّٰہِ مَا کَانُوْا سَرَقُوْا شَیْئًا۔

(اصول کافی جلد دوم صفحہ نمبر ۲۱۷ کتاب الایمان والکفر باب التقیہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

ابو بصیر سے روایت ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تقیہ اللہ کے دین میں سے ہے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے عرض کیا۔ کیا واقعی اللہ کے دین سے ہے؟ فرمایا اللہ کی قسم اس کے دین میں

سے ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا۔ "اے قافلہ والو! تم یقیناً سب چور ہو"، خدا کی قسم حالانکہ انہوں نے کچھ بھی نہیں چرایا تھا۔

طریقۂ استدلال :-

ان لوگوں نے اس آیت سے تقیہ ثابت کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو قافلے والوں کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔ "اے قافلہ والو تم یقیناً چور ہو" یہ الفاظ آپ نے از روئے تقیہ کہے تھے۔ کیونکہ درحقیقت وہ چور نہ تھے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی اس امر سے بخوبی آگاہ تھے۔ کہ ان میں سے کوئی بھی چوری کا مرتکب نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ بوقتِ ضرورت تقیہ یعنی جھوٹ بولنا درست ہے۔ دوسری بات اسی واقعہ سے یہ ثابت ہوئی۔ کہ انبیائے کرام بھی بوقت ضرورت جھوٹ بول لیتے ہیں یعنی تقیہ سے کام نکال لیتے ہیں۔ اور تیسری بات یہ بھی معلوم ہوئی۔ کہ تقیہ کا ثبوت خود قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس کے جواز کی اس سے بڑھ کر اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے۔؟

جواب اول

اس دلیل کا جواب دینے سے قبل چند گزارشات ضروری ہیں۔ اول یہ کہ تقیہ کو ثابت کرنے کے لیے اہلِ تشیع نے قرآن مجید اور ائمہ اہلِ بیت پر جو جرأت اور گستاخی کی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ دیکھئے کہ اس طرح انہوں نے اللہ کے پیغمبر سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کی۔ اور پھر اس جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے ائمہ اہل بیت کی زبان سے اسے کہلوایا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔

جواب دوم:۔

تمام انبیائے کرام بالاتفاق معصوم ہیں۔ اوران کی طرف کسی گناہ کے وقوع کی نسبت کرنا بھی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ گناہوں میں سے "جھوٹ" ایک کبیرہ گناہ ہے۔ توجو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو۔ وہ معصوم کب رہ سکتا ہے۔

جواب سوم:۔

شیعہ حضرات کے نزدیک ائمہ اہل بیت بھی معصوم ہیں۔ اور کسی معصوم کا دوسرے شخص کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا اس کی عصمت کے لیے مضر ہوتا ہے۔ توجب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے (جو کہ شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں) ایک غلط بات کی نسبت اللہ کے ایک نبی کی طرف کی۔ تو یہ بہتان ہوگا۔ اور بہتان لگانے والا معصوم کب رہ سکتا ہے۔ انہی گزارشات کو خود ان کے مفسرین کرام نے بھی اہمیت دی ہے۔

ے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

تفسیر مجمع البیان:۔

(ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ) اَیْ نَادٰی مُنَادٍ مُسْمِعًا مُعْلِمًا (اَیَّتُهَا الْعِیْرُ) اَیِ الْقَافِلَةُ وَالتَّقْدِیْرُ یَا اَهْلَ الْعِیْرِ وَقِیْلَ کَانَتِ الْقَافِلَةُ مِنَ الْحَمِیْرِ عَنْ مُجَاهِدٍ (اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ) قِیْلَ اِنَّمَا قَالَ ذٰلِكَ بَعْضُ مَنْ

فَقَدَ الصَّاعَ مِنْ قَوْمِ يُوْسُفَ مِنْ غَيْرِ اَمْرِهٖ وَلَمْ يَعْلَمْ بِمَا اَمَرَ بِهٖ يُوْسُفُ مِنْ جَعْلِ الصَّاعِ مِنْ رِحَالِهِمْ عَنِ الْجَبَائِيِّ وَقِيْلَ اِنَّ يُوْسُفَ اَمَرَ الْمُنَادِيْ بِاَنْ يُنَادِيَ بِهٖ وَلَمْ يُرِدْ بِهٖ سَرِقَةَ الصَّاعِ وَاِنَّمَا عَنٰى بِهٖ اِنَّكُمْ سَرَقْتُمْ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ وَ اَلْقَيْتُمُوْهُ فِي الْجُبِّ عَنْ مُسْلِمٍ وَقِيْلَ اِنَّ الْكَلَامَ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ خَارِجًا مَخْرَجَ الْاِسْتِفْهَامِ كَاَنَّهٗ قَالَ اَ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ فَاَسْقَطَ الْهَمْزَةَ الْاِسْتِفْهَامِ ۔

(مجمع البیان جلد ۵ ص ۲۵۲ سورۂ یوسف

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

پھر ایک پکارنے والے نے پکارا یعنی اس نے قافلہ والوں کو بتلانے اور سنانے کی غرض سے آواز دی (اے قافلہ والو!) اس قافلہ کے بارے میں حضرت مجاہد سے روایت ہے۔ کہ یہ لوگ گدھوں پر سوار تھے تم چور ہو (یا) قافلہ والوں کو چور کہنے والا وہ شخص تھا جس کا پیمانہ گم ہو گیا تھا۔ اور اُسے اس بات کا علم نہ تھا اور وہ یہ بھی نہ جانتا تھا۔ کہ اس پیمانہ کو حضرت یوسف علیہ السلام نے خود کہہ کر اس قافلہ میں سے ایک شخص کے بورے میں رکھوایا تھا۔ یہ تاویل جبائی نے کی۔

یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ہی اس آواز دینے والے کو ایسا کہنے

کا فرمایا تھا۔ لیکن اس چوری سے مراد پیمانہ کی چوری نہ تھی۔ بلکہ انہیں چور اس طور پر کہا گیا۔ کہ ان لوگوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے ان کے بیٹے حضرت یوسف کو چرا لیا تھا۔ اور چوری چھپے انہیں اندھے کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ یہ مسلم کا قول ہے۔

یوں بھی کہا گیا ہے۔ کہ اس ندا کرنے والے نے یہ ندا استفہامیہ طور پر کی ہو۔ اور معنی یہ ہو۔ اے قافلہ والو! کیا تم واقعی چور ہو؟ گویا اس عبارت میں سے ہمزہ استفہامیہ ساقط کر دیا گیا ہے۔

علامہ طبرسی شیعی کی تفسیر سے اس امر کی پُرزور تردید ہوتی ہے۔ کہ قافلہ والوں کو حضرت یوسف نے چور کہہ کر نہیں پکارا۔ لہذا جب آپ کا یہ مقولہ ہی نہ ہوا۔ تو پھر آپ کی طرف تقیہ (جھوٹ) کی نسبت کیونکر ہو سکتی ہے۔ خود شیعہ مفسر نے اس میں تین احتمالات ! (جوابات) ذکر کیے۔

۱۔ "تم چور ہو" یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے ہی نہیں۔ بلکہ آپ کے کارندوں میں سے کسی ایک شاہی ملازم کا مقولہ ہے۔ جیسا کہ انداز کلام (کسی آواز دینے والے نے آواز دی) بتا رہا ہے۔ اور وہ شاہی ملازم اس امر سے لاعلم تھا۔ کہ حضرت یوسف نے پیمانہ خود رکھوایا۔

۲۔ یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہی ہے۔ لیکن اس چوری سے مراد پیمانہ کی چوری نہیں۔ بلکہ خود حضرت یوسف کو چرانا ہے۔ جبکہ یہی قافلہ والے (جو آپ کے بھائی تھے) حضرت یعقوب علیہ السلام سے انہیں چوری چھپے بہلا پھسلا کر شکار کے لیے لے گئے۔ اور آپ کو ایک اندھے کنوئیں میں پھینک دیا۔ اور یہ حقیقت تھی۔ ایسا ہوا تھا۔ جس کا خود قرآن پاک میں ذکر ہے۔ لہذا ایک حقیقت کو اسی طرح بیان کرنا جیسے وہ واقع ہوئی۔ تقیہ کب ہو سکتا ہے؟

۳۔ یہ قول بطور استفہام تھا۔ یعنی کہا گیا۔ اے قافلہ والو! کیا تم چور ہو؟ لیکن درج کلام

میں ہمزہ استفہامیہ گرا دیا گیا ہے۔ لہٰذا استفہام کے طریقہ پر یہ کلام ہوا انشاء ،، جھوٹ۔ اور سچ جھوٹ کلام خبری میں ہوتا ہے۔ انشائی میں اس کا احتمال نہیں ہوتا۔ تو اس انشائی کلام کو تقیہ پر محمول کرنا صرف لاعلمی کا جیتا جاگتا ثبوت ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے کسی طور پر اس قول سے "تقیہ" ثابت نہ ہوا۔

منہج الصادقین:

(ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ) پس ندا کنندہ از میان لازمان کہ (ایتھا العیر) ای کاروانیاں (انکم لسارقون) بدرستی کہ شما دزدانید باین معنی کہ یوسف را از پدر دزدید وگفتہ اند منادی این سخن را نہ بفرمان یوسف گفت .... ویا بر سبیل استفہام گفتند کہ انکم لسارقون۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۵ ص ۶۳
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

پھر سرکاری ملازمین میں سے ایک نے آواز دی۔ اسے قافلہ والو یقیناً تم چور ہو۔ وہ اس طرح کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے باپ (یعقوب علیہ السلام) سے تم نے چوری کر لیا تھا۔ اور مفسرین یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس آواز دینے والے نے یہ آواز حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم پر نہ دی تھی...... یا استفہامیہ انداز میں انہیں کہا تھا۔ کیا تم چور ہو؟

قمی:

سُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِهٖ اَيَّتُهَا الْعِيرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ. قَالَ مَا سَرَقُوْا وَمَا كَذَبَ يُوْسُفُ فَاِنَّمَا

عَنْ سَرَقْتُمْ يُوْسُفَ مِنْ اَبِيْهِ۔

(تفسیر قمی ص ۲۲۶ سورۂ یوسف مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا۔ "اے قافلہ والو! تم یقیناً چور ہو" تو آپ نے فرمایا انہوں نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ اور نہ ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے جھوٹ بولا۔ بے شک حضرت یوسف علیہ السلام کی اس قول سے یہ مراد تھی۔ کہ تم نے (اے قافلہ والو) یوسف کو ان کے باپ سے چرا لیا تھا۔

مذکورہ بالا معتبر تفاسیر شیعہ سے یہ بات متفقہ طور پر ثابت ہو گئی۔ کہ اول تو قافلہ والوں کو حضرت یوسف علیہ السلام نے چور کہا ہی نہیں۔ اور کہا بھی ہے۔ تو پیمانہ کی چوری کا الزام نہ تھا۔ بلکہ خود اپنے آپ کو باپ سے چرا لینے کی بات کہی تھی۔ اور یہ حقیقت تھی۔ تو ان دونوں صورتوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا اور پھر اس سے تقیہ ثابت کرنا کس قدر زیادتی ہے۔ اور اللہ کے پیغمبر پر بہتان باندھنے سے کم نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ شیعہ حضرات کا اس آیت سے تقیہ پر استدلال پیش کرنا خود ان کے اکابرین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ اور ان کے پیشواؤں نے اس کی تردید کر کے اس کو باطل قرار دے دیا۔

دلیل سوم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقیہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو بیمار کہا:

اصول کافی:-

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِنِّيْ سَقِيْمٌ وَاللّٰهِ مَا كَانَ سَقِيْمًا۔

(اصول کافی جلد دوم کتاب الکفر والایمان باب التقیۃ صفحہ نمبر ۲۱۷ مطبوعہ تہران، طبع جدید)

ترجمہ:-

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (عید پر جانے والی قوم کے ساتھ نہ جانے کا عذر پیش کرتے ہوئے) فرمایا۔ میں بے شک بیمار ہوں۔ خدا کی قسم! آپ ہرگز بیمار نہ تھے۔

طریقۂ استدلال:

کفار نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔ آیئے ہمارے ساتھ میلہ پر چلیں۔ تو آپ نے ان کے جواب میں فرمایا۔ "میں بیمار ہوں" لہذا مجھے اپنی حالت پر رہنے دو۔ تمہارے ساتھ جانے سے قاصر ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس بہانہ پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر فرمایا۔ بخدا! ابراہیم علیہ السلام ہرگز بیمار نہ تھے۔ یہ حدیث اسناد کے اعتبار سے صحیح اور جس کتاب میں مذکور ہوئی وہ اصح الکتب ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی قسم بھی اس کے ساتھ مزید۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قطعًا بیمار نہ تھے۔ جب واقعی آپ تندرست تھے۔ تو آپ کا اپنے متعلق بیمار کہنا جھوٹ ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہی تقیہ ہے

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ ایک تو انبیاء کرام بھی تقیہ کرتے رہے۔ دوسرا اس کی تصدیق امام معصوم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کی۔ اور تیسرا یہ الفاظ صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ان تینوں باتوں سے یہی ثابت ہوا۔ کہ تقیہ پیغمبروں نے کیا۔ نص قرآنی میں اس کا ذکر ہے۔ اور ائمہ اہل بیت نے اس کی تصدیق بھی کی۔ اس لیے اس کا انکار نص قرآنی کا انکار ہے۔

جواب:

اس استدلال سے یہ معلوم ہوا۔ کہ صریح جھوٹ ہی کا نام تقیہ ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبر و اکراہ کی صورت میں یہ الفاظ نہیں کہے۔ بلکہ لوگوں نے صرف رسماً آپ کو میلہ پر جانے کو کہا۔ اس میں کوئی زبردستی نہ تھی۔ اس کے باوجود آپ نے (معاذ اللہ) غلط بیانی کی۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ نہ کوئی جانی خطرہ تھا۔ اور نہ ہی مالی نقصان کی کوئی دھمکی تھی۔ تو تقیہ کے ثبوت کے طور پر اس واقعہ کو پیش کر کے بہرحال شیعہ لوگوں نے یہ مان لیا ہے۔ کہ تقیہ دراصل اس جھوٹ کا نام ہے۔ جو حالت اضطرار و جبر کے بغیر اپنی مرضی سے بولا جائے۔ اور پھر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی قسمیہ اسی امر کی تائید کی۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قطعاً بیمار نہ تھے۔

لیکن تقیہ کے ثابت کرنے کے لیے ان عقل کے اندھوں کو یہ بھی یاد نہ رہا۔ کہ اس سے اللہ کے ایک پیغمبر کو جھوٹا ثابت کیا جا رہا ہے۔ اور اس کے جھوٹے ہونے کی تصدیق ایسے شخص سے کرائی جا رہی ہے۔ جو مجسمہ "صدق" ہے۔ اور اس طرح اِدھر اُدھر کی غلط کڑیاں لا کر تقیہ کے وجوب پر استدلال کیا جا رہا ہے۔ آیئے ذرا ان کے گھر میں جھانک کر دیکھیں۔ کہ گھر کے بھیدی اس مقام پر کیا کہتے ہیں۔ ان کی بھی سن لیجئے۔ پھر فیصلہ کیجئے۔

مجمع البیان:

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ـ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ـ

اُخْتُلِفَ فِي مَعْنَاهُ عَلَى أَقْوَالٍ أَحَدُهَا أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَظَرَ فِي النُّجُومِ فَاسْتَدَلَّ بِهَا عَلَى وَقْتِ حُمَّى كَانَتْ تَعْتَادُهُ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ أَرَادَ أَنَّهُ قَدْ حَضَرَ وَقْتُ عِلَّتِهِ وَزَمَانُ نَوْبَتِهَا فَكَأَنَّهُ قَالَ إِنِّي سَقِيمٌ لَا مُحَالَةَ وَحَانَ الْوَقْتُ الَّذِي تَعْتَرِينِي فِيهِ الْحُمَّى وَقَدْ يُسَمَّى الْمُشَارِفُ لِلشَّيْءِ بِاسْمِ الدَّاخِلِ قَالَ اللهُ تَعَالَى إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ـ وَلَمْ يَكُنْ نَظَرُهُ فِي النُّجُومِ عَلَى حَسْبِ مَا يَنْظُرُهُ الْمُنَجِّمُونَ طَلَبًا لِلْأَحْكَامِ ـ

وَثَانِيًا أَنَّهُ نَظَرَ فِي النُّجُومِ كَنَظَرِهِمْ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَتَعَاطُونَ عِلْمَ النُّجُومِ فَأَوْهَمَهُمْ أَنَّهُ يَقُولُ بِمِثْلِ قَوْلِهِمْ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ إِنِّي سَقِيمٌ فَتَرَكُوهُ ظَنًّا مِنْهُمْ أَنَّ نَجْمَهُ يَدُلُّ عَلَى سُقْمِهِ ـ

وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ اللهُ تَعَالَى أَعْلَمَهُ بِالْوَحْيِ أَنَّهُ سَيُسْقِمُهُ فِي وَقْتٍ مُسْتَقْبِلٍ وَجَعَلَ الْعَلَامَةَ عَلَى ذٰلِكَ إِمَّا طُلُوعَ نَجْمٍ عَلَى وَجْهٍ مَخْصُوصٍ أَوْ إِتِّصَالَهُ بِآخَرَ عَلَى وَجْهٍ مَخْصُوصٍ فَلَمَّا

رَأَى اِبْرَاهِيْمُ تِلْكَ الْاَمَارَةَ قَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ تَصْدِيْقًا بِمَا اَخْبَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ......

وَيُمْكِنُ اَنْ يَكُوْنَ عَلٰى وَجْهِ التَّعْرِيْضِ اَنَّ كُلَّ مَنْ كُتِبَ عَلَيْهِ الْمَوْتُ فَهُوَ سَقِيْمٌ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ بِهٖ سُقْمٌ فِي الْحَالِ...

...... وَالْمَعَارِيْضُ اَنْ يَقُوْلَ الرَّجُلُ شَيْئًا يَقْصُدُ بِهٖ غَيْرَهٗ وَيُفْهَمُ مِنْهُ غَيْرَ مَا يَقْصُدُهٗ وَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ كِذْبًا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم ص ۴۴۹ تا ۴۵۰ جزء نمبر ۸ زیر آیت فقال انی سقیم پ ۲۳ سورۃ الصافات)
(مطبوعہ تہران طبع جدید)

توجمہ:۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک نظر ستاروں کی طرف دیکھ کر فرمایا میں بیمار ہوں۔ آپ کے اس قول میں بہت سے اقوال آئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھ کر یہ استدلال فرمایا۔ کہ مجھے عادت کے طور پر جو بخار ہوتا ہے۔ اس کے آنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ تو اپنے آپ کو بیمار کہنے سے مطلب یہ تھا۔ کہ وہ وقت بہت جلد چند ساعتوں کے بعد آیا چاہتا ہے جس وقت مجھے بخار ہوا کرتا ہے۔ گویا آپ نے فرمایا۔ کہ بخار کے وقت مقررہ پر آنے کے وقت میں ضرور بیمار ہو جاؤں گا۔ (اگرچہ فی الحال بخار نہیں) کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ جو بات ہونا یقینی ہو۔ لیکن ابھی ہوئی نہ ہو تو اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ ہو چکی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وہ بے شک اسے محبوب تو بھی میت ہے۔ اور بے شک

وہ لوگ بھی میت ہیں۔،، حالانکہ وقت خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت طاری نہ ہوئی تھی۔............ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں کی طرف دیکھنا نجومیوں کی طرح احکام جاننے کے لیے دیکھنا نہ تھا۔

دوسرا احتمال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول میں یہ ہے
کہ آپ نے ستاروں کو اسی نظریہ سے دیکھا۔

جس طرح وہ لوگ دیکھا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ علم نجوم پڑھتے، پڑھاتے تھے۔ تو آپ نے انہیں اس وہم میں ڈال دیا۔ کہ میں بھی تمہاری طرح ان ستاروں سے رہنمائی لیتا ہوں۔ لہذا میں بیمار ہوں۔ تو آپ کے اس قول کے سننے کے بعد انہوں نے آپ کو اپنے ساتھ میلہ پر لے جانے میں کوئی اصرار نہ کیا۔ اور گھر ہی چھوڑ گئے۔ اور ان کو اس دلیل نے مطمئن کر دیا۔ کہ ان کا ستارہ واقعی ان کی بیماری پر دلالت کرتا ہے۔

تیسرا احتمال یہ بھی ہے۔ کہ یہ ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی جتلا دیا ہو۔ کہ اے ابراہیم! بہت جلد تم بیمار ہونے والے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیماری کی علامت کسی مخصوص ستارے کا مخصوص انداز میں طلوع ہونا مقرر فرمایا ہو۔ یا آپ کو کسی اور وجہ سے بیماری کے لاحق ہونے کی اطلاع کر دی ہو۔ تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مقررہ علامت کو دیکھا۔ تو کہا۔ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی تھی۔ اس کی تصدیق انہی الفاظ سے ہو سکتی تھی۔

چوتھا احتمال یہ ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ آپ کا یہ قول "توریہ،، کے طور

پر کہا ہو۔ یعنی جس کی موت کا پروانہ آچکا وہ سقیم ہے۔ اگرچہ فی الحال وہ سقیم نہ بھی ہو............ تعریف (توریہ) یہ ہے۔ کہ کوئی شخص الفاظ کچھ کہے۔ اور ان الفاظ سے اس کا اپنا مقصد کچھ اور ہے۔ لیکن سننے والوں کو کسی اور مقصد کی طرف لے جائے۔ ایسا کرنا بہر حال وہ جھوٹ،، نہیں ہوتا۔

حاصل کلام :-

مذکورہ آیت سے شیعہ لوگوں نے جو تقیہ کے جواز کا استدلال کیا۔ ان کے مفسر علامہ طبرسی نے اس کی واضح تردید کردی۔ اور صاف صاف لکھ دیا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا "اِنِّیْ سَقِیْمٌ،، فرمانا قطعاً جھوٹ نہیں جب جھوٹ نہ ہوا۔ تو تقیہ کیسے ہوگیا۔ کیونکہ تقیہ ہی ہے جھوٹ۔ علامہ طبرسی شیعی نے اس جملہ کے چند احتمالات بیان کیے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میعادی بخار کے بیمار تھے۔ اور بخار چڑھنے کا وقت انہیں معلوم تھا۔ تو اتفاقاً ستاروں کو دیکھ کر اپنی بیماری کی پیشگی خبر اس انداز میں دی۔ گویا اس وقت بیمار ہیں۔ اور یہ کہہ کر آپ کی مراد یہ تھی۔ کہ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں "اِنَّکَ مَیِّتٌ،، کے الفاظ کا مفہوم چونکہ یقینی تھا۔ اس لیے ایک یقینی بات، کہ جو ہونے والی تھی۔ اس کو اس کو یوں بیان کردیا۔ کہ اب ہوگئی ہے۔ یعنی ہونے والی یقینی چیز پر موجود چیز کا حکم لگا دیا۔ اس تاویل و احتمال سے یہ ثابت ہوا۔ کہ زمانۂ مستقبل میں یقینی طور پر واقع ہونے والی چیز پر موجود ہونے کا حکم لگانا درست ہے۔ تو نہ یہ جھوٹ ہوا۔ اور نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے کہنے پر جھوٹ بولنے والے ہوئے۔

۲۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیماری کی بذریعہ وحی اطلاع کر دی ہو۔ اور اس کے لیے کسی ستارے کا مخصوص مقام پر دکھائی دینا بطور علامت آپ کو بتا دیا ہو۔ جب اس علامت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ کی خبر کی تصدیق میں کہہ دیا ہو۔ کہ چونکہ اس کی خبر پہنچی ہے۔ اور علامت بھی رونما ہو چکی۔ لہٰذا میں بیمار ہوا ہی چاہتا ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی خبر کی تصدیق کو تقیہ کا نام کیسے دیا جا سکتا ہے۔

۳۔ آپ نے بطور توریہ کہا ہو۔ کیونکہ جس آدمی کی موت لکھ دی گئی ہو۔ اس کو "سقیم" کہنا درست ہے۔ تو آپ نے یہ لفظ بول کر بیماری کا معنی نہ لیا ہو۔ بلکہ موت کے لکھے جانے کا مفہوم لے کر اس لفظ کا تکلم فرمایا ہو۔ تو توریہ کو تقیہ کہنا بھی سراسر زیادتی ہے۔ توریہ اور تقیہ کا فرق بیان ہو چکا ہے۔ دونوں مختلف چیزیں ہیں۔

منہج الصادقین:

"فقال انی سقیم"، پس گفت بدرستیکہ من بیمارم یعنی استدلال میکنم بانکہ البتہ بیمار خواہم شد و نوبت تپ مرا در خواہد یافت و ایں تسمیہ شئی است باسم ما یؤل الیہ از قبیل "انک میت و انہم میتون" و لہٰذا مضارع محقق الوقوع را بصیغہ ماضی ادا میکنند۔ و قائل آں را کاذب نمی گویند در قرآن مثل ایں بسیار است پس از گفتار انی سقیم کذب ابراہیم علیہ السلام لازم نیاید .... "انی سقیم"، مراد او ایں بود کہ دل من سقیم و حزین و غمگین است بجہت اصرار قوم بر عبادت اصنام۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۷ ص ۴۷۶ مطبوعہ تہران زیر آیت انی سقیم پ ۲۳)

ترجمہ:۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں بیمار ہوں۔ یعنی اس بات کا استدلال کرتا ہوں۔ کہ میں عنقریب بیمار ہوں گا۔ اور میرے بخار آنے کی ساعت آرہی ہے۔ اور اس طریقہ کو لوگ ادا کرتے ہیں۔ کہ کسی چیز کو اس کے انجام کا خیال کر کے نام دے دینا۔ جیسا کہ انک میت وانھم میتون ہے اسی لیے زمانہ مستقبل میں کسی ایک کام کے بارے میں جو لازماً ہونا ہو اس کے لیے فعل ماضی کا صیغہ ذکر کرتے ہیں۔ جس سے اس کے یقینی وقوع کا پتہ چلتا ہے۔ اور اس قسم کا قول کرنے والا جھوٹا نہیں کہلا سکتا۔ قرآن پاک میں اس قسم کے الفاظ بکثرت وارد ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے آپ کو بیمار کہنا اس وجہ سے بھی درست ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کی مراد یہ ہو۔ کہ ان کافروں اور بت پرستوں کے بت پرستی پر اصرار کی وجہ سے میرا دل بہت بیمار ہے۔ پریشان اور غمناک ہے۔

تفسیر صافی:۔

وَقَدْ رُوِیَ اَنَّہٗ اَعْنٰی بِقَوْلِہٖ اِنِّیْ سَقِیْمٌ اَیْ سَاَسْقُمُ وَکُلُّ مَیِّتٍ سَقِیْمٌ وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِیِّہٖ اِنَّکَ مَیِّتٌ اَیْ سَتَمُوْتُ۔

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۴۲۶ مطبوعہ تہران طبع جدید۔ زیر آیت انی سقیم)

ترجمہ:۔

روایت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سقیم بول کر مراد اسقم لیا ہے۔ یعنی عنقریب میں بیمار ہونے والا ہوں۔ اور یہ بھی مراد ہے۔ کہ ہر

مرنے والی چیز "سقیم" ہوتی ہے۔

حاصل کلام :-

ان دو تفسیروں سے بھی ان لوگوں کی سخت تردید کی۔ جو اس آیت کریمہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جھوٹ بولنا ثابت کرتے ہیں۔ اور صریح جھوٹ کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کرتے ہیں۔ بقول شیعہ مفسرین جب مآل اور انجام کے اعتبار سے کسی غیر موجود کو موجود کا حکم دینا خود قرآن پاک میں بکثرت ہے۔ تو یہ تقیہ کیسے ہوا۔ کیونکہ تقیہ تو واضح طور پر جھوٹ ہوتا ہے۔ لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تقیہ کا الزام اس آیت سے لگانا محض جہالت اور پرلے درجے کا خبث باطن ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا۔ کہ اس آیت کی تفسیر میں شیعہ مفسرین کے اقوال ہم نے پیش کیے۔ جن میں انہوں نے صاف انداز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ کا الزام آنے کے جوابات و احتمالات بیان کیے۔ اور دامن خلیل اللہ کو کذب سے داغدار ہونے دیا۔ لیکن انہی کے دوسرے جاہل اور بے دین بھائی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہمارا تقیہ کوئی نیا نہیں۔ بلکہ اللہ کے خلیل کا پسندیدہ عمل ہے۔ اور ہم تقیہ کر کے سنت خلیل ادا کر رہے ہیں۔ اور تعلیمات الہیہ پر عمل پیرا ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

دلیل چہارم : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور تقیہ بتوں کو توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کر دی

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ۔

(پ ۱۷ سورۃ انبیاء رکوع ۵)

ترجمہ:۔

فرمایا۔جو ان میں بڑا ہے اس نے ایسا کیا ہے۔پس ان سے پوچھو۔اگر یہ بولتے ہیں۔

طریقۂ استدلال:۔

کفار جب میلہ پر چلے گئے۔تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑا اٹھایا۔اور تمام بتوں کو توڑ ڈالا۔آخر میں کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا۔جب کفار میلہ سے واپس آکر بت خانہ گئے۔تو بتوں کی یہ حالت دیکھ کر قیاس آرائی کی کہ یہ کام حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا ہی ہو سکتا ہے۔جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس بارے میں پوچھا گیا۔تو آپ نے فرمایا۔ان کے بڑے بت نے ایسا کیا ہے۔حالانکہ کرنے والے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔تو معلوم ہوا۔کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور تقیہ یہ کلام کیا۔لہذا معلوم ہوا۔کہ نص قرآنی نے تقیہ کے جواز پر دلالت کر دی۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تقیہ پر گامزن تھے۔

جواب

صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اس آیت کریمہ سے تقیہ ثابت کرنے والوں کی اسی طرح تردید کی ہے۔جس طرح اس سے پہلی آیات سے تقیہ ثابت کرنے والوں کی تردید کی تھی۔چنانچہ اس تفسیر کا بیان ملاحظہ ہو۔

منہج الصادقین و مجمع البیان:۔

اَنَّہٗ خَرَجَ مَخْرَجَ الْخَبَرِ وَلَیْسَ بِخَبَرٍ اِنَّمَا ھُوَ اِلْزَامٌ یَدُلُّ عَلَیْہِ الْحَالُ فَکَاَنَّہٗ قَالَ مَا یُنْکِرُوْنَ

اَنْ یَکُوْنَ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا وَالْاِلْزَامُ یَأْتِیْ
تَارَۃً بِلَفْظِ السُّؤَالِ وَتَارَۃً بِلَفْظِ الْاَمْرِ وَتَارَۃً
بِلَفْظِ الْخَبَرِ وَرُبَمَا یَکُوْنُ اَحَدُ ھٰذِہِ الْاُمُوْرِ
اَبْلَغُ فِیْہِ وَوَجْہُ الْاِلْزَامِ اَنَّ ھٰذِہِ الْاَصْنَامَ اِنْ
کَانَتْ اٰلِھَۃً کَمَا تَزْعُمُوْنَ فَاِنَّھَا فَعَلَ ذٰلِکَ کَبِیْرُھُمْ
لِاَنَّ غَیْرَ اللّٰہِ لَا یَقْدِرُ اَنْ یَکْسِرَ الْاٰلِھَۃَ ۔

(۱۔ تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۶ ص ۴۷
زیر آیت بل فعلہ کبیرھم
ھذا پ ۱۷)
(۲۔ تفسیر مجمع البیان جلد نمبر ۴ جزء ۷
ص ۵۴ مطبوعہ تہران طبع جدید زیر آیت
قال کبیرھم ھذا)

ترجمہ:۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام خبر کے طور پر کہا گیا۔ اگرچہ درحقیقت خبر نہیں۔ بلکہ یہ ایک الزام ہے۔ جس پر حال دلالت کرتا ہے۔ آپ نے گویا یوں فرمایا۔ کہ تم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ یہ کام تمہارے بڑے بت (خدا) نے کیا ہے۔ اور الزام کبھی تو سوالیہ الفاظ سے ہوتا ہے۔ کبھی امر کے الفاظ کے ذریعہ اور کبھی خبر کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ان مختلف طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے مطابق الزام دینا زیادہ مبالغہ رکھتا ہے۔ الزام کی وجہ یہ ہے۔ کہ تمہارے گمان کے مطابق اگر یہ تمہارے

معبود ہیں۔ تو پھر یہ سب کچھ ان میں سے بڑے معبود نے کیا ہے۔ کیونکہ معبود کے علاوہ کوئی دوسرا ان معبودوں کو توڑ نہیں سکتا۔

حاصل کلام :-

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام بطور خبر نہ تھا۔ تاکہ اس سے تقیہ ثابت کیا جا سکے۔ بلکہ بطور الزام تھا یعنی آپ نے بطور الزام کفار کو کہا تھا۔ کہ اگر تمہارے عقیدہ کے مطابق یہ بت خدا ہیں۔ تو انہیں کوئی دوسرا کس طرح تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ کیونکہ خدا کو غیر خدا نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ لہذا بطور الزام کہے گئے کلام کو تقیہ کسی طرح بھی کہنا درست نہیں۔

اسی صفحہ پر علامہ طبرسی نے مزید لکھا۔

لَا یَجُوْزُ عَلَیْہِ التَّعْمِیَۃُ فِی الْاَخْبَارِ وَلَا التَّقِیَّۃُ لِاَنَّ ذٰلِکَ یُؤَدِّیْ اِلَی الشَّکِّ فِیْ اَخْبَارِھِمْ وَکَلَامُ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الْمَعَارِیْضِ اُبِیْحَ ذٰلِکَ عِنْدَ الضَّرُوْرَۃِ۔

تفسیر مجمع البیان جلد ۴ جزء ۱۷ ص ۵۴ مطبوعہ تہران

(طبع جدید زیر آیت قال بل کبیرہم ہذا)

ترجمہ :-

انبیاء کرام پر یہ الزام لگانا کہ انہوں نے اخبار میں تقیہ اور چشم پوشی کی قطعاً جائز نہیں۔ کیونکہ اس قسم کے الزام سے انبیاء کرام کی اخبار معرض شک میں پڑ جاتی ہیں۔ رہا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے بارے میں

اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت کا کھلے انداز میں یوں ذکر فرمایا

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ ۔ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۔

ترجمہ:۔

کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ بہت زیادہ سچے نبی تھے

ثابت ہوا۔ کہ شیعی مفسر نے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہی نہیں۔ بلکہ تمام انبیائے کرام کے متعلق یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ کوئی پیغمبر اخبار میں تقیہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بالفرض اگر کلام پیغمبر تقیہ سے ملوث ہو۔ تو اس کی صداقت قطعاً غیر معتبر ہو جائے گی۔ اور بعثتِ انبیاء کا مقصد بالکل فوت ہو جائے گا۔

اب اہل تشیع کو اپنے ہم مسلک مفسر کی بات سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تقیہ باز ہونے کا الزام نہ دیں۔ ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام کا مشکوک ہونا لازم آئے گا۔ اور آپ کی بعثت بے کار ثابت ہو گی۔

پھر جب اہل تشیع ائمہ اہل بیت کو انبیائے کرام سے بھی افضل گردانتے ہیں تو اس فوقیت اور افضلیت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ جب مفضول سے تقیہ کا صدور محلِ اعتراض ہے۔ تو فاضل و افضل سے بطریقِ اولیٰ اس کا صدور وقوع محلِ اعتراض ہو گا۔ اس لیے کسی امام کی طرف یہ منسوب کرنا کہ انہوں نے تقیہ کے بارے میں یہ کہا۔ کہ یہ (تقیہ) ہمارے آباؤ اجداد کی پیاری سنت ہے۔ اور دین کی تکمیل تقیہ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ وغیرہ وغیرہ سراسر غلط اور انتہائی بے باکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیئے۔

دلیل پنجم: اصحاب کہف نے بطور تقیہ اپنے گلوں میں زنار ڈالے

اصول کافی:۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا بَلَغَتْ

تَقِيَّةُ اَحَدٍ تَقِيَّةَ اَصْحَابِ كَهْفٍ وَاِنَّهُمْ كَانُوْا يَشْهَدُوْنَ الْاَعْيَادَ وَيَشُدُّوْنَ الزَّنَانِيْرَ فَاَعْطَاهُمُ اللّٰهُ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۱۸ کتاب الایمان و الکفر باب التقیہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کسی شخص کا تقیہ اصحاب کہف کے تقیہ تک نہ پہنچ سکا۔ وہ عیدوں پر حاضر ہوتے۔ اور حاضری کے وقت ان کے گلے میں زنار ہوتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوگنا ثواب عطا فرمایا۔

طریقۂ استدلال:۔

اصحاب کہف اللہ تعالیٰ کے وہ بزرگ اور نیک بندے تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر فرمایا۔ اور ان کے کامل الایمان ہونے پر اہل سنت و شیعہ سب کا اتفاق ہے۔ لہٰذا ان کامل الایمان بزرگ ہستیوں کے بارے میں جب اہل بیت کے ائمہ میں سے ایک عظیم امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہاں تک فرمایا۔ کہ ان جیسا تقیہ کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ تو امام موصوف کے اس ارشاد سے یہ بات بالکل واضح طور پر ثابت ہو گئی۔ کہ کامل الایمان اللہ کے نیک بندے تقیہ کرتے رہے۔ اور ان کے اعمال میں یہ عمل بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ لہٰذا اس کے جواز میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

جواب

ہم مانتے ہیں۔ کہ اصحاب کہف کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول و نیک بندے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی تسلیم ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک شانِ امتیاز کے مالک ہیں۔ اس لیے ان کی بات دلیل وحجت بن سکتی ہے۔ لیکن امام موصوف کی طرف منسوب کی جانے والی ہر بات قابلِ تسلیم نہیں۔ بلکہ وہ بات اسی وقت قابلِ حجت قرار دی جا سکتی ہے۔ جب اس کی سند صحیح ہو۔ اور یہ ثابت ہو جائے۔ کہ واقعی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔

اس سے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ شیعہ لوگوں نے ائمہ اہل بیت کی کوئی بات بھی قابلِ اعتماد رہنے نہیں دی۔ خود حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ کہ ہماری طرف سے روایت کردہ احادیث میں لوگوں نے غلط ملط کر دیا ہے۔ اس لیے جو حدیث، قرآن مجید اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مضامین کے مطابق ہو۔ اسے تسلیم کر لیا جائے۔ ورنہ رد کر دو۔ امام موصوف کی یہ تنبیہ ایک شیعہ مصنف نے اپنی کتاب "رجال کشی" ص ۱۹۵ مطبوعہ کربلا۔ پر تفصیل سے ذکر کی ہے۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اصحاب کہف کے تقیہ باز ہونے کا قول جو شیعہ حضرات نے امام موصوف کی طرف منسوب کیا۔ یہ امام پر بہت بڑا بہتان ہے۔ کیونکہ ان کا ایسا کہنا تعلیمات قرآنیہ کے خلاف ہے۔ اور امام کا قول تعلیمات قرآنیہ کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اصحاب کہف کے بارے میں جو تفصیل و واقعات قرآن نے بیان کیے۔ ان کی جھلک ملاحظہ ہو۔ اور پھر ان پر "تقیہ باز" ہونے کے الزام کا جائزہ لیں۔ بات واضح ہو جائے گی

وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۔ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۔

(پ ۱۵ رکوع ۱۳)

ترجمہ:۔

اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا تھا جب کہ وہ کھڑے ہو گئے۔ اور انہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا پروردگار تو آسمانوں کا اور زمین کا پروردگار ہے۔ ہم ہرگز اس کے سوا کسی دوسرے کو معبود کہہ کر نہ پکاریں گے۔ کہ اگر ایسا کریں گے۔ تو اس صورت میں ہم نے بہت نا سزا بات کہی۔ اس ہماری قوم نے تو اس کے سوا بہت سے خدا بنا لیے ہیں۔ پھر ان خداؤں کے متعلق کوئی دلیل کیوں نہیں پیش کرتے۔ پس اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا۔ جو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھے۔ اور اب جب کہ تم ان سے الگ ہو چکے ہو۔ اور جن چیزوں کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔ ان کو چھوڑ چکے ہو۔ تو کسی غار میں چل رہو تمہارا پروردگار تمہارے لیے اپنی رحمت وسیع فرما دے گا۔ اور تمہارے معاملہ میں سہولت کے سامان مہیا کرے گا۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

ان آیات قرآنیہ اوران کے ترجمہ نے واضح کردیا۔ کہ اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل تھی۔ اوراس کی تائید نے ان کے دلوں کو اس قدر مضبوط کردیا تھا۔ کہ دقیانوس جیسے ظالم حکمران کو بھی علی الاعلان انہوں نے کہہ دیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ اور جو اسے "لاَ شَرِيْكَ لَهٗ" نہیں مانتا۔ وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ اور انتہا درجہ کا جھوٹا ہے۔ اصحاب کہف پر تائید ایزدی اوراس کی وجہ سے ان کی قلبی استقامت کو شیعہ مفسر علامہ طبرسی نے یوں قلمبند کیا۔

مجمع البیان:۔

(وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ) اَیْ شَدَدْنَا عَلَيْهَا بِالْاَلْطَافِ وَالْخَوَاطِرِ الْمُقَوِّيَةِ لِلْاِيْمَانِ حَتّٰى وَطَنُوْا اَنْفُسَهُمْ عَلٰى اِظْهَارِ الْحَقِّ وَالثُّبَاتِ عَلَى الدِّيْنِ وَالصَّبْرِ عَلَى الْمَشَاقِّ وَمُفَارَقَةِ الْوَطَنِ (اِذْ قَامُوْا) اَیْ حِيْنَ قَامُوْا بَيْنَ يَدَیْ مَلِكِهِمُ الْجَبَّارِ دَقْيَانُوْس الَّذِیْ كَانَ يَفْتِنُ اَهْلَ الْاِيْمَانِ عَنْ دِيْنِهِمْ (فَقَالُوْا) بَيْنَ يَدَيْهِ (رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) اَیْ رَبُّنَا الَّذِیْ نَعْبُدُهٗ خَالِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖ اِلٰهًا) اَیْ لَنْ نَّعْبُدَ اِلٰهًا سِوَاهُ مَعَهٗ (لَقَدْ قُلْنَا اِذًا شَطَطًا) مَعْنَاهُ اِنْ دَعَوْنَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَلَقَدْ قُلْنَا اِذًا قَوْلًا مُجَاوِزًا عَنِ الْحَقِّ غَايَةً فِی الْبُطْلَانِ (هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا) اَیْ اَهْلُ بَلَدِنَا (اِتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ)

اَیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اِلٰهًا) یَعْبُدُوْنَهَا لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطَانٍ مُبِیْنٍ) اَیْ هَلَّا یَاْتُوْنَ عَلٰی عِبَادَتِهِمْ غَیْرَ اللّٰهِ بِحُجَّةٍ ظَاهِرَةٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ششم ص ۴۵۴ مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:-

ہم نے ان کے دلوں کو اپنے الطاف کریہ اور ایمانی قوتوں سے اس قدر طاقتور کر دیا۔ کہ انہوں نے اپنی جانوں کو حق کے اظہار، دین پر ثابت قدمی، مصائب پر صبر اور وطن کی جدائی پر مانوس کر لیا۔ جب وہ اپنے جابر ظالم حکمران دقیانوس کے سامنے کھڑے ہوئے۔ جو کہ مومنوں کو دین چھوڑنے پر مجبور کرتا تھا۔ تو اس کی موجودگی میں کہہ اٹھے۔ ہم اُس رب کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ ہم اس کے سوا کسی خدا کی عبادت نہیں کریں گے۔ اور اگر ہم نے اس معبود برحق کے ساتھ کسی اور خدا کو پوجا تو ایسی صورت میں، ہم نے ایک ایسی حرکت کی۔ جو حق سے تجاوز کرنے والی ہے۔ اور انتہائی باطل ہے۔ ہمارے اس شہر کے رہنے والے اللہ کے سوا اور بھی چیزوں کو خدا بنا کر ان کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ پجاری ان باطل معبودوں کی عبادت کے ثبوت میں کوئی ظاہر حجت و دلیل کیوں نہیں لاتے۔؟

شیعہ مفسر نے اصحاب کہف کے بارے میں اس بات کی تصدیق کر دی۔ کہ وہ حق کے اظہار کے لیے ایک ظالم اور جابر بادشاہ کے سامنے جان کی بازی لگانے سے بھی نہ چوکے۔ انہوں نے ہرگز تقیہ سے کام نہ لیا۔ اور جب دیکھا۔ کہ ہمارا ایمان لاہنا

دین پر استقامت میں شاید رکاوٹ بن جائے۔ تو انہوں نے تقیہ نہ کیا۔ بلکہ اپنا وطن، اولاد، جان و مال اور عزیز و اقارب چھوڑ کر غار میں جا قیام کیا۔

ناظرین کرام! غور فرمائیں۔ کہ اصحاب کہف اگر بقول شیعہ تقیہ میں سب سے ممتاز ہوتے۔ تو وقت کے ظالم جابر حکمران کی ہاں میں ہاں ملا کر مزے کی زندگی بسر کرتے۔ بلکہ یہ حضرات تو اعلیٰ درجہ کے "تقیہ شکن" تھے۔ اس لیے ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو اپنا مقرب بنایا۔ وہ حق و صداقت پر ثابت قدمی کی وجہ سے تھا۔ نہ کہ تقیہ جیسے جھوٹ کو اختیار کر کے یہ مقبولان خدا بن گئے۔

لہٰذا آیات قرآنیہ سے جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ اصحاب کہف انتہا درجہ کے ثابت قدم اور حق و انصاف کے شیدائی تھے۔ تو ان بزرگ ہستیوں کے بارے میں اول درجہ کے تقیہ باز ہونگا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول قطعاً نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسا قول تعلیماتِ قرآنیہ کے خلاف ہے۔ اور امام موصوف رضی اللہ عنہ قرآن کے خلاف کہنے والے نہیں بلکہ یہ سب کچھ شیعوں کی من گھڑت روایات ہیں۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف اس کو منسوب کر کے ایک ایسا گھناؤنا فعل کیا جس کا صحیح بدلہ کل قیامت کو ہی متصور ہو گا۔ قرآن حق، اس کی تعلیمات سچی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک کے ائمہ بھی ترجمان حق ہیں۔ اس لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تو "صادق" ہی ہیں۔ لیکن ان نام نہاد محبت کے دعوے داروں نے انہیں "کاذب تعلیماتِ قرآنیہ" بنا دیا۔ والعیاذ باللہ۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

دلیل ششم:۔ لفظ تقیہ کا ثبوت اصلی قرآن میں موجود تھا۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ۔

(پ۳ سورہ آل عمران رکوع ۱۱)

ترجمہ:۔

مومن، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا تو اس کا خدا سے کوئی واسطہ نہیں سوائے اس صورت کے کہ تم ان سے کسی قسم کا خوف رکھتے ہو۔ اور اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ کی طرف بازگشت ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

طریقۂ استدلال:۔

(شیعہ حضرات کا کہنا ہے) اس آیت کریمہ میں اصل لفظ "منھم تقیۃ" تھا۔ لیکن اہل سنت نے قرآن پاک میں سے لفظ "تقیہ" نکال دیا۔ تاکہ وہ دنیا کو دکھا سکیں۔ کہ شیعہ حضرات نے جو تقیہ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اگر اہل سنت اس آیت میں لفظ تقیہ رہنے دیتے۔ تو ثبوت تقیہ مہیا ہو جاتا۔ لہذا انہوں نے "تقیہ" کو "تُقٰۃ" بنا دیا ہے (حاشیہ مقبول احمد شیعہ)

جواب

مذکورۃ الصدر آیت کریمہ سے شیعہ لوگوں کا تقیہ کو ثابت کرنا دراصل اپنے مذہب و مسلک سے انحراف ہے۔ کیونکہ اس آیت کے علاوہ دیگر جتنے دلائل اہل تشیع کے گزرے۔ ان سب میں تقیہ "صریح جھوٹ" کے مترادف تھا۔ گویا صریح جھوٹ کہہ لیں یا تقیہ دونوں ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں۔

لیکن آیت زیرِ نظر میں تو صرف یہ ثابت ہے۔ کہ جب تمہیں اپنی جان کا کفار سے خطرہ ہو۔ تو ان کو بظاہر دوست بنا لو۔ اس آیت میں اس بات کا کہیں بھی اشارہ نہیں۔ کہ حق کو چھپاتے ہوئے جھوٹی باتیں کرو۔ اور اے اہل تشیع! تمہارا مسلک تو یہ ہے۔ کہ بوقتِ ضرورت صریح جھوٹ بولنا (تقیہ کرنا) ضروری ہو جاتا ہے۔ اور جو جھوٹ نہ بولے وہ شیعہ ہی نہیں۔ کیونکہ انبیائے کرام کا دین اور ائمہ حضرات کا دین تقیہ تھا۔ اس کی مخالفت کرنے والا دونوں ہی سے۔ اس آیت کی تفسیر خود اپنے مفسر سے سن لیجئے۔ شاید ہدایت مل سکے۔

مجمع البیان:۔

وَقَدْ رُوِیَ رُخْصَۃٌ فِیْ جَوَازِ الْاِفْصَاحِ بِالْحَقِّ عِنْدَہٗ وَرَوَی الْحَسَنُ اِنَّ مُسَیْلَمَۃَ الْکَذَّابَ اَخَذَ رَجُلَیْنِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ (ص) فَقَالَ لِاَحَدِھِمَا اَتَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَفَتَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ دَعَا بِالْاٰخَرِ فَقَالَ اَتَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ

نَعَمْ ثُمَّ قَالَ اَفَتَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ اَصَمَّ قَالَهَا ثَلٰثًا کُلُّ ذٰلِکَ یُجِیْبُهٗ بِمِثْلِ الْاَوَّلِ فَضَرَبَ عُنُقَهٗ فَبَلَغَ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَّا ذَالِکَ الْمَقْتُوْلُ فَمَضٰی عَلٰی صِدْقِهٖ وَ یَقِیْنِهٖ وَ اَخَذَ بِفَضْلِهٖ فَهَنِیْئًا لَهٗ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَقَبِلَ رُخْصَةَ اللّٰهِ فَلَا تَبِعَةَ عَلَیْهِ فَعَلٰی هٰذَا تَکُوْنُ التَّقِیَّةُ رُخْصَةً وَ الْاِفْصَاحُ بِالْحَقِّ فَضِیْلَةً۔

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم ص ۴۳۰ سورت آل عمران۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

(اور تقیہ کی رخصت میں) حق کے اظہار کے جواز کی روایت کی گئی ہے۔ حضرت حسن سے روایت ہے۔ کہ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے دو مردوں کو پکڑ لیا۔ اور ان میں سے ایک کو کہنے لگا۔ کیا تو حضرت محمد کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں پھر پوچھا۔ کیا تو میرے لیے اللہ کے رسول ہونے کی بھی گواہی دیتا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ پھر دوسرے آدمی کو بلا کر پوچھا۔ کیا تو بھی حضرت محمد کو اللہ کا رسول ماننے کی گواہی دیتا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ پھر پوچھا کیا مجھے بھی اللہ کا رسول مانتا ہے۔ وہ شخص خاموش رہا۔ مسیلمہ نے تین

مرتبہ پوچھا۔ اور اس نے تین مرتبہ ہی خاموشی اختیار فرمائی۔ تو مسیلمہ نے اس کی گردن اڑا دی۔ جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ تو آپ نے فرمایا۔ جس کو قتل (شہید) کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنے سچ و یقین پر قائم رہا۔ لہٰذا وہ فضیلت لے گیا۔ اُسے مبارک ہو۔ دوسرے نے رخصتِ باری تعالیٰ کو قبول کرتے ہوئے ایسا کیا۔ لہٰذا اس پر بھی کوئی عتاب نہیں۔ پس اسی وجہ سے تقیہ رخصت ہے۔ اور حق کا اظہار اور اس پر ثابت قدمی افضل ہے۔

اس شیعہ مفسر نے اس بات کی پر زور تردید کر دی ہے۔ کہ بوقتِ ضرورت تقیہ نہ کرنے والا دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ بجائے اس کے ثابت یہ کیا۔ کہ اگر کوئی شخص کلمۂ حق کہنے کی پاداش میں شہید کر دیا جائے۔ اور وہ تقیہ سے کام نہ لے۔ تو اس کی موت صدق و یقین کی موت ہے۔ اور یہ تقیہ کرنے والے کی نسبت افضل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مبارک بادی کا مستحق ہوتا ہے۔ یہ فرق ایک عام آدمی کے بارے میں ہے۔ انبیائے کرام اور ائمہ عظام (جنہیں شیعہ حضرات انبیاء سے بھی زیادہ مرتبہ دیتے ہیں) کے لیے تو بوقتِ ضرورت بھی تقیہ کرنا غلط اور لغو ہے۔ جیسا کہ اس کی تصدیق اسی مفسر نے ایک اور مقام پر کی۔

مجمع البیان:۔

لَا یَجُوْزُ عَلَیْهِمُ التَّعْمِیَةُ فِی الْاَخْبَارِ وَلَا التَّقِیَّةُ لِاَنَّ ذٰلِکَ یُؤَدِّیْ اِلَی التَّشَکُّکِ فِیْ اَخْبَارِهِمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۷ ص ۵۴ سورۃ الانبیاء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

یعنی مجہول خبر دینا اور تقیہ کرنا انبیائے کرام کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔

کیونکہ اس کی وجہ سے ان کی خبروں میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔

اس لیے اگر انبیائے کرام ہی تقیہ سے کام لینا شروع کر دیں۔ تو اُن کی کس بات پر یقین کیا جا سکے گا۔ کیونکہ ہر بات کے بارے میں یہی شک ہوگا۔ کہ شاید یہ بات بطور تقیہ کہی گئی۔ اور اس کی حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ یوں مقصدِ رسالت و منصبِ تبلیغ بالکل ہی ختم ہو جائے گا۔ اور پھر نبی و غیر نبی میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے گا۔

فصل سوم

فضائلِ تقیّہ

گزشتہ فصل میں آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔ کہ خود غرضی کے لیے حق کو چھپا کر صریح جھوٹ بولنا (تقیہ) کہلاتا ہے۔ تقیہ کی اس تعریف کے بارے میں دلائل بھی آپ ملاحظہ فرما چکے۔ چونکہ مذہب شیعہ پورے کا پورا من گھڑت اور جھوٹوں کا پلندہ ہے۔ اس لیے شیعہ لوگوں نے بھی اس مذہبی بنیاد کو پکا اور مضبوط کرنے کی خاطر صریح جھوٹ (تقیہ) کے فضائل بیان کرنے میں یہاں تک چھلانگ لگائی۔ گویا زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے ہیں۔ ان لوگوں نے اس کے فضائل بیان کرنے میں یہاں تک چھلانگ لگائی۔ اور کہہ دیا۔ کہ دین کے نو حصے تقیہ میں ہیں اور ایک حصہ باقی احکام میں ہے۔ اور اس صریح کذب کے فضائل جب بیان کرتے ہیں۔ تو ان کی نسبت ائمہ اہل بیت کی طرف کر دی جاتی ہے۔ آئیے۔ کتب شیعہ سے تقیہ کے فضائل کے بارے میں چند عبارات بطور نمونہ دیکھیں۔

روایت نمبرا:

دین کے نو حصے تقیہ میں ہیں

اصول کافی:۔

ابْنِ اَبِیْ عُمَیْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْ عُمَرَ الْاَعْجَمِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا اَبَا عُمَرَ اَنَّ تِسْعَةَ اَعْشَارِ الدِّیْنِ فِی التَّقِیَّةِ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَاتَقِیَّةَ لَهٗ وَالتَّقِیَّةُ فِیْ كُلِّ شَیْءٍ اِلَّا فِی النَّبِیْذِ وَالْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّیْنِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۱۷ کتاب الایمان، والکفر باب التقیہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

(اسناد کے حذف کے ساتھ) ابو عمر اعجمی سے روایت ہے۔ کہ مجھے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے ابو عمر! بے شک دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ تقیہ میں ہیں۔ اور جس نے تقیہ نہ کیا۔ وہ بے دین ہے۔ کھجوروں کی شراب اور موزوں پر مسح کرنے کے سوا باقی ہر چیز میں تقیہ نہ کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ مذہب شیعہ کا ۹/۱۰ حصہ جھوٹ کا پلندا ہے۔

اور خود غرضی کا منہ بولتا نمونہ ہے۔ صرف ۱/۱۰ حصہ باقی اعمال ہیں۔ آپ اندازہ فرمائیں جس کا مذہب کا ۹/۱۰ حصہ صریح جھوٹ پر مشتمل ہو۔ اور صرف ۱/۱۰ حصہ کچھ صداقت لیے ہوئے ہو۔ تو کثرت، کل کا حکم رکھتی ہے۔ جس سے واضح ہوا۔ کہ ان کے مذہب کی بنیاد ہی نہیں بلکہ تقریباً مکمل عمارت ہی کذب و تقیہ کے سہارے کھڑی ہے۔

روایت نمبر ۲:۔

"تقیہ" سنی شیعہ کے درمیان امتیاز کی علامت ہے

جامع الاخبار:۔

قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ (ع) لَوْلَا التَّقِيَّةُ مَا عُرِفَ وَلِيُّنَا مِنْ عَدُوِّنَا۔

(۱۔ جامع الاخبار ص ۱۰۸/ الفصل الثالث والاربعون فی التقیۃ۔ مطبوعہ نجف اشرف)

(۲۔ آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام عسکری، ص ۲۸۷/ امامیہ کتب خانہ لاہور۔)

ترجمہ:۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر تقیہ نہ ہوتا۔ تو ہمارے دوستوں اور دشمنوں میں امتیاز نہ ہو سکتا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر کس قدر عظیم بہتان لگایا گیا۔ کہ ان کا فرمان یہ ہے۔ کہ ہمارے دوستوں کی نشانی تقیہ کرنا (یعنی صریح جھوٹ بولنا) ہے۔ حالانکہ اگر یہ درست ہوتا۔ تو خود امام مظلوم اور آپ کے ساتھیوں کو میدانِ کربلا میں شہادت کا جام نوش کرنے کی کوئی

ضرورت نہ پڑتی۔ پس آتنا جھوٹا موٹا اقرار کر لیتے۔ کہ یزید کو میں نے خلیفہ مان لیاہے،، لیکن تاریخ بتلاتی ہے کہ آپ نے اپنی اور رفقاء کی شہادت قبول کر لی۔ لیکن ،، تقیہ،، قطعاً نہ کیا۔

روایت نمبر ۳:۔

ترکِ تقیہ ناقابلِ معافی گناہ ہے۔

جامع الاخبار:۔

وَقَالَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ ع یَغْفِرُ اللّٰہُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ کُلَّ ذَنْبٍ وَیُطَھِّرُ مِنْہُ فِی الْاٰخِرَۃِ مَاخَلَا ذَنْبَیْنِ تَرْکِ التَّقِیَّۃِ وَتَضْیِیْعِ حُقُوْقِ الْاِخْوَانِ۔

(۱۔ جامع الاخبار ص ۱۰۸ فصل ثالث واربعون فی التقیہ۔ مطبوعہ نجف اشرف)

(۲۔ آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری ص ۸۸ ۲ مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور رسا

ترجمہ:۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ قیامت کو اللہ تعالیٰ مومنوں کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ اور ان سے پاک کر دے گا۔ مگر دو گناہ ہر گز معاف نہ ہوں گے۔ ۱۔ تقیہ نہ کرنے کا گناہ۔ ۲۔ اپنے بھائیوں کے حقوق کو ضائع کرنے کا گناہ۔

قارئین کرام! اس حدیث سے آپ نے اندازہ لگایا ہوگا۔ کہ بروز حشر قتل،

زنا، شراب نوشی اور بڑے سے بڑا گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ لیکن جس نے تقیہ نہ کیا۔ یعنی صریح جھوٹ نہ بولا۔ اس کا یہ گناہ ناقابلِ معافی ہے۔ گویا باقی گناہ تو اس کے مقابلہ میں گناہ ہی نہیں۔ اور اگر یوں کہہ دیا جائے۔ تو بھی مفہوم یہی ہوگا۔ کہ مذہب شیعہ میں حق و صداقت پہ قائم رہنا ایک جرم ہے۔ اور یہ جرم اللہ کے حضور سب سے بڑا جرم و گناہ ہے لہٰذا اس کی ضد تقیہ (صریح جھوٹ بولنا) اللہ کے نزدیک تمام نیکیوں سے اعلیٰ اور ارفع نیکی ہے۔

(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

روایت نمبر ۴:۔

تقیہ کا مقام روزہ، نماز وغیرہ سے زیادہ اہم ہے۔ اور خصلتِ ائمہ ہے

جامع الاخبار:۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیِّ الْبَاقِرِ ؑ اَشْرَفُ خَلَائِقِ الْاَئِمَّۃِ وَالْفَاضِلِیْنَ مِنْ شِیْعَتِنَا اِسْتِعْمَالُ التَّقِیَّۃِ .... وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّادِقُ ؑ اِسْتِعْمَالُ التَّقِیَّۃِ مِنْ اَفْضَلِ الصَّدَقَاتِ وَالزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَالْمُجَاھِدَاتِ۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۸/ الفصل الثالث والاربعون فی التقیہ۔)

ترجمہ:۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہمارے ائمہ اور صاحب فضیلت لوگوں کے اخلاق میں سے اعلیٰ خلق تقیہ (صریح جھوٹ بولنا) ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ تقیہ کرنا صدقات، زکوٰۃ، حج اور مجاہدات میں سب سے افضل ہے۔

روایت نمبر ۵ ۱:۔

تقیۃً نماز پڑھنے سے پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے

من لا یحضرہ الفقیہ:۔

رَوٰی عَنْہُ عُمَرُ بْنُ یَزِیْدَ اَنَّہٗ قَالَ مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ یُصَلِّیْ صَلٰوۃً فَرِیْضَۃً فِیْ وَقْتِھَا ثُمَّ یُصَلِّیْ مَعَھُمْ صَلٰوۃً تَقِیَّۃً وَ ھُوَ مُتَوَضِّیٌٔ اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِھَا خَمْسَۃً وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً فَارْغَبُوْا فِیْ ذٰلِکَ۔

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۷ فی امام الجماعۃ، مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۵۰ باب فی الجماعۃ و فضلہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

عمر بن یزید حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے راوی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ تم میں جو شخص کوئی سی فرضی نماز اس کے وقت میں ادا کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد باوضو نماز تقیہ پڑھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے پچیس درجہ (زیادہ ثواب) لکھ دیتا ہے۔ لہذا نماز تقیہ میں رغبت کرنی چاہیئے۔

روایت نمبر ۶:

صفِ اوّل میں تقیۃً نماز پڑھنا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا ہے

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَرَوٰی عَنْهُ حَمَّادُ بْنُ عُثْمَانَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ صَلّٰی مَعَهُمْ فِی الصَّفِّ الْاَوَّلِ کَانَ کَمَنْ صَلّٰی خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّفِّ الْاَوَّلِ۔

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۷ فی امام الجماعۃ، مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۵۰ باب فی الجماعۃ وفضلہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حماد بن عثمان نے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ جو شیعہ، سنیوں کے ساتھ (تقیہ کرتے ہوئے) پہلی صف میں نماز پڑھے گا۔ وہ یوں سمجھے۔ جیسا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صفِ اول میں نماز پڑھی۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے ہاں تقیہ کا اتنا اونچا مقام ہے۔ جو صحابی کے ثواب کو پہنچا دیتا ہے۔ اسی لیے، تو صاف صاف لکھ دیا۔ کہ سنی امام کے پیچھے صف اول میں تقیہ کر کے نماز پڑھنا گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف اوّل میں نماز پڑھنا ہے۔ اِدھر اس کا اتنا ثواب اور اُدھر سنی امام کو قابلِ امامت تو دور کی بات ہے یہ لوگ مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ کہ ان کے نظریات کے مطابق ایسا ہی ہے۔ تو سنی امام کے پیچھے ان کی نماز، ہو ہی کب سکتی ہے۔ جب نفسِ نماز ہی نہ ہوئی تو ثواب کس چیز کا اور وہ بھی اتنا بڑا کہ صحابی کے ہم پلہ ہو گیا۔

روایت نمبر ۷:

اگر کسی شیعہ نے کسی سنی کے پیچھے نماز پڑھی

تو اس نے گویا ائمہ اہل بیت کے پیچھے نماز پڑھی

جامع الاخبار: قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْمُنَافِقِيْنَ بِتَقِيَّةٍ كَانَ كَمَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْاَئِمَّةِ۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۸ فصل ثالث والعشرون فی التقیہ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:۔
(بقول شیعہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے منافقین (اہل سنت و جماعت) کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس نے گویا اہل بیت کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھی۔

روایت نمبر ۸:

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ جس نے ہماری بات ظاہر کردی۔ اس نے گویا ہمیں عمداً قتل کیا

جامع الاخبار:۔
قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ اَذَاعَ عَلَيْنَا شَيْئًا مِنْ اَمْرِنَا فَهُوَ كَمَنْ قَتَلَنَا عَمَدًا وَلَمْ يَقْتُلْنَا خَطَاءً۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۸ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:۔
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس نے ہماری کوئی بات ہم پر ظاہر کردی۔ تو اس نے گویا ہمیں جان بوجھ کر قتل کیا۔ اور غلطی سے نہ مارا۔

مقام غور ہے

قارئین کرام! آپ انصاف کریں۔ کہ حدیث کے مضمون کے بعد جبکہ اس کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ تو کیا کوئی شیعہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میرے پاس ائمہ اہل بیت کی روایات اور مرویات ہیں۔ اگر کہتا ہے۔ کہ ہاں میرے پاس ایسا صحیح ذخیرہ موجود ہے۔ تو وہ قاتلِ ائمہ اہل بیت ہے۔ اور وہ بھی عمداً۔ اور اگر اپنے آپ کو ائمہ اہل بیت کے عملاً قاتل ہونے کے الزام سے انکار کرتا ہے۔ تو پھر اس کے پاس ان ائمہ کی کوئی ایک بھی صحیح بات نہیں ہو سکتی۔ اور ان کے دعووں کے مطابق یہی راجح ہے کیونکہ محبانِ اہل بیت و شیدایانِ ائمہ کرام کا یہ شیوہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ اپنے ممدوح اور محبوب شخصیات کے ارشادات سے انحراف کریں۔ اگر یہی قول و احتمال راجح ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ شیعہ حضرات نے مسلک ائمہ اہل بیت کو مخفی رکھا ہے۔ اور یہی ہمارا مطلوب و مقصود بھی ہے۔ کہ ان کا مذہب از اول تا آخر جھوٹوں کا پلندہ ہے۔ اس لیے مروجہ ماتم تقیہ، متعہ اور دیگر افعال مذمومہ جو ان لوگوں نے ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر کے انہیں جائز و حلال کیا۔ تو یہ بالکل ایسا نہیں۔ کیونکہ جب ائمہ کے ارشادات چھپے ہوئے ہیں۔ تو یہ ظاہر ارشادات کس کے ہیں؟ اب شیعہ لوگوں کے لیے دو ہی راستے ہیں۔ اگر کہتے ہیں کہ روایاتِ ائمہ یہی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی بات ہماری نہیں۔ اور نہ ہی کسی روایت کی حقیقت کو چھپایا گیا۔ تو پھر اپنے آپ کو اپنے ہی ائمہ کے اس قول کے مطابق قاتلانِ ائمہ اہل بیت کہلائیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے۔ تو پھر یہ تسلیم کریں۔ کہ ائمہ اہل بیت کا حقیقی مسلک و عقیدہ کچھ اور تھا اور جو کچھ ان کی طرف آن کا عقیدہ منسوب کیا گیا۔ وہ سراسر غلط ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن روایات کے سہارے مذہب شیعہ قائم ہے۔ وہ سب کی سب من گھڑت اور لغویات کا پلندہ ہے۔ حقیقت آن کے بالکل برعکس ہے۔

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنت اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت

روایت نمبر ۹:-

تقیہ کر کے نماز پڑھنے والے پر فرشتے درود وسلام بھیجتے ہیں ایسی نماز کا ثواب سات سو نمازوں کے برابر ہوتا ہے

تفسیر امام حسن عسکری:-

نَظَرَ الْبَاقِرُ اِلٰی بَعْضِ شِیْعَتِہٖ وَقَدْ دَخَلَ خَلْفَ بَعْضِ الْمُنَافِقِیْنَ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَاَحَسَّ الشِّیْعِیَّ بِاَنَّ الْبَاقِرَ قَدْ عَرَفَ ذٰلِکَ مِنْہُ فَقَصَدَہٗ وَقَالَ اَعْتَذِرُ اِلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مِنْ صَلٰوتِیْ خَلْفَ فُلَانٍ فَاِنِّیْ اَتَّقِیْہِ وَلَوْ لَا ذٰلِکَ لَصَلَّیْتُ وَحْدَہٗ قَالَ لَہُ الْبَاقِرُ اِنَّمَا کُنْتَ تَخْتَلِجُ اَنْ تَعْتَذِرَ لَوْ تَرَکْتَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ الْمُؤْمِنِ مَا زَالَتْ مَلَائِکَۃُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَالْاَرْضِیْنَ یُصَلِّیْ عَلَیْکَ وَتَلْعَنُ اِمَامَکَ ذَالِکَ وَاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَمَرَ اَنْ یَحْسِبَ لَکَ صَلٰوتَکَ خَلْفَہٗ

لِلتَّقِيَّةِ بِسَبْعِ مِائَةِ صَلٰوةٍ لَوْ صَلَّيْتَهَا وَحْدَكَ فَعَلَيْكَ بِالتَّقِيَّةِ۔

(تفسیر امام حسن عسکری ص ۲۸۸)

ترجمہ:۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی ایک شیعہ کو ایک منافق (سنی) کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا۔ تو اس شیعہ نے یہ محسوس کیا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ دیکھ لیا اور جان لیا ہے۔ تو وہ امام کے پاس آیا اور آکر کہنے لگا۔ اے رسول اللہ کے بیٹے! میں نے جو فلاں آدمی کے پیچھے نماز پڑھی اس بارے میں عذر پیش کرتا ہوں۔ میں نے نماز تقیہ کر کے پڑھی ہے اور اگر وہ نہ ہوتا۔ تو میں اکیلا ہی نماز پڑھ لیتا۔ امام باقر رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا۔ اے اللہ کے مومن بندے! اس قسم کا کھٹکا تجھے تب ہونا چاہیئے تھا۔ جب وہ نماز تو تقیہ کے ساتھ نہ پڑھتا۔ (لیکن جب تو نے وہ نماز بطور تقیہ پڑھی۔ تو پھر تجھے گھبراہٹ کیسی)

اے بندۂ خدا! اللہ تعالیٰ کے ساتوں آسمانوں کے فرشتے اور ساتوں زمینوں کے فرشتے اس وقت تک تجھ پر درود سلام بھیجتے رہے۔ جب تک تو نماز پڑھتا رہا۔ اور اس (امام) پر لعنت کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تیری اس تقیہ والی نماز کا ثواب سات سو نمازوں کے ثواب کے برابر لکھنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا تجھ پر تقیہ انتہائی ضروری ہے۔

عظیم فائدہ:۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ کسی شیعہ کا اہل سنت وجماعت امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں بہت زیادہ فائدہ ہے۔ اور سنی امام کو انتہائی نقصان۔ کیونکہ شیعہ مقتدی جو کہ تقیہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے۔ اُسے سات سو تنہا نمازوں کا ثواب بھی مل رہا ہے۔ اور فرشتے اس پر صلوٰۃ وسلام بھی بھیجتے ہیں۔ برخلاف سنی امام کے کہ اس بیچارے پر لعنت ہی لعنت۔

لہٰذا سنی حضرات کو ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کی جماعت میں شرکت سے لعنت برسنے کا امکان ہے۔ اس لیے نہ یہ شریک ہوں۔ نہ اس کا ثمرہ مرتب ہو۔ کسی شیعہ کو سنیوں کی مسجد میں گھسنے کی اجازت نہ دینی چاہیئے۔

انتہائی تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ انہیں ان کے مذہب نے عجیب وغریب اور انمول تحفہ جات عطا کیے۔ جو کسی امت کو نصیب نہ ہوئے۔ اور لعنت وتبرہ بازی تو ان کی ایسی بابرکت نعمت ہے۔ جو دوران نماز بھی پوری کی جا سکتی ہے۔

روایت نمبر ۱:۔

امام قائم کے ظہور تک شیعوں کے لیے جھوٹ بولنا ضروری ہے۔ ورنہ دین امامیہ سے خارج ہو جائیں گے

اعتقادات صدوق:۔

وَالتَّقِيَّةُ وَاجِبَةٌ لَا يَجُوْزُ رَفْعُهَا إِلَى اَنْ يَّخْرُجَ الْقَائِمُ فَمَنْ تَرَكَهَا قَبْلَ خُرُوْجِهٖ

فَقَدْ خَرَجَ عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَعَنْ دِيْنِ الْاِمَامِيَّةِ وَخَالَفَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالْاَئِمَّةَ وَ سُئِلَ الصَّادِقُ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ قَالَ اَعْمَلُكُمْ بِالتَّقِيَّةِ۔

(اعتقادات صدوق فی بحث التقیہ و ترجمہ فارسی ص ۱۳۳ باب سی ونہم در تقیہ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

اور تقیہ کرنا واجب ہے۔ اور یہ اس وقت تک واجب رہے گا جب تک کہ امام قائم کا خروج نہیں ہوتا۔ تو جس شخص نے اس سے پہلے تقیہ کرنا چھوڑ دیا۔ تو وہ اللہ کے دین اور دین امامیہ سے نکل گیا۔ اور اس نے اللہ، اس کے رسول اور ائمہ اہل بیت کی مخالفت کی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم"، تو انہوں نے جواب دیا اس سے مراد وہ شخص ہے۔ جو سب سے زیادہ تقیہ پر کاربند ہے وہ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ کرامت والا ہوگا۔

روایت نمبر۱۱:

جو تقیہ نہ کرے بے دین ہے اور تقیہ کی وسعت آسمان و زمین سے زیادہ ہے

جامع الاخبار:

قَالَ الصَّادِقُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا تَقِیَّۃَ لَہٗ وَ اِنَّ التَّقِیَّۃَ لَاَوْسَعُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۹ فصل رابع وخمسون فی الخوف، مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے تقیہ نہ کیا۔ اس کا دین ہی نہیں۔ یعنی وہ بے دین ہے۔ اور تقیہ کرنا یقیناً آسمان و زمین کی نسبت زیادہ وسیع ہے۔

جھوٹ کی کوئی حد نہیں:

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ حضرات کے نزدیک تقیہ (صریح جھوٹ بولنے کی کوئی حد بندی نہیں ہو سکتی۔ نہ اس پر کوئی گرفت و عذاب ہے۔ بلکہ اس کے برعکس

جتنا کوئی بڑا تقیہ باز ہو گا۔ اتنا ہی زیادہ عابد و زاہد اور اللہ کے ہاں مکرم شمار ہو گا۔

اللہ کے ہاں تقرب اور تکریم دراصل حق پرستی اور باطل شکنی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے "تقویٰ" کے لفظ سے بیان فرمایا اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اسی حق پرستی اور باطل شکنی کی زندہ مثال ہے۔ آپ نے میدان کربلا میں حق کی خاطر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی شہادت قبول کر لی لیکن جھوٹ اور باطل کی حمایت ہرگز نہ کی۔ لیکن شیعہ مذہب اس کے برعکس ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ شیعہ لوگوں کو اہل بیت کرام سے کوئی محبت و عقیدت نہیں۔ بلکہ یہ "کھیر کھانے والے مجنوں" ہیں۔ ان کا مذہب غلط اور باطل روایات کے سہارے کھڑا ہے۔ جنہیں ان لوگوں نے خود وضع کیا۔ اور ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا۔

روایت نمبر ۱۲:

تقیہ کو چھوڑنے والا ایسا ہی ہے۔ جیسا نماز چھوڑنے والا

اعتقادات صدوق:

ابن بابویہ گوید اعتقاد ما در باب تقیہ آں است کہ (آں) واجب است ہر کہ ترک تقیہ نمود مانند کسی است کہ ترک نماز نمودہ۔

(۱۔ اعتقادات صدوق ترجمہ فارسی ص ۱۳۱
باب سی و نہم اعتقاد در تقیہ)

(۲۔ لوامع التنزیل جلد سوم ص ۲۸۵
باب سی و نہم اعتقاد در تقیہ)

ترجمہ:۔

ابن بابویہ کہتا ہے۔کہ تقیہ کے بارے میں ہمارا (شیعہ لوگوں کا) عقیدہ یہ ہے کہ وہ واجب ہے۔اور جس نے تقیہ چھوڑا۔وہ اس شخص کی طرح ہے۔جس نے نماز چھوڑ دی۔

جب شیعہ حضرات کے نزدیک تقیہ چھوڑنا ایک گناہ کبیرہ ہے۔تو پھر اسے چھوڑنے کی کیا ضرورت پڑی۔اس کے عمل کرنے میں دوہرا ثواب۔ایک تو انبیاء کرام اور ائمہ اہل بیت کا ثواب اور دوسرا اپنا کام بھی اس حربہ سے بخوبی چلا سکتے ہیں۔

روایت نمبر ۱۲:

تقیہ ائمہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

جامع الاخبار:۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّ اَبِیْ كَانَ یَقُوْلُ مَا مِنْ شَیْءٍ اَقَرُّ لِعَیْنِ اَبِیْكَ مِنَ التَّقِیَّةِ اِنَّ التَّقِیَّةَ جُنَّةُ الْمُؤْمِنِ۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۹/الفصل الرابع والخمسون فی الخوف) مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:۔

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔کہ میرے والد گرامی مجھے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔اے ابو عبد اللہ! تیرے باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک

تقیہ سے بڑھ کر کسی اور چیز میں نہیں۔ تقیہ مومن کی ڈھال ہے۔
اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ ائمہ اہل بیت کی آنکھوں کی ٹھنڈک تقیہ (مع جھوٹ) سے بڑھ کر کسی اور چیز میں نہیں ہے (معاذ اللہ)
جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جب ائمہ کا یہ حال ہے۔ تو ان سے محبت میں مر جانے والوں کا کیا حال ہو گا۔ اگر یہ محبان اہل بیت بھولے سے کبھی سچ بولیں۔ تو گویا اتنا بڑا جرم کر دیا۔ جس سے ائمہ اہل بیت کی آنکھوں میں ٹھنڈک کی بجائے مرچ ڈال کر انہیں پریشان کر دیا۔ جس کا صاف نتیجہ یہ ہے۔ کہ ان سے سچ کی توقع رکھنا اتنا ہی ناممکن ہے۔ جتنا کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا۔ یہ لوگ جب دنیاوی مشاغل سے فارغ ہوتے ہیں۔ تو ائمہ اہل بیت کی طرف جھوٹوں اور دروغ گوئیوں کی نسبت کرتے اور اسی شغل میں عمریں بسر کر دیتے ہیں۔

روایت نمبر ۱۴:

تقیہ کی بدولت قیامت میں دونوں آنکھوں کے درمیان نور ہو گا۔ جس سے وہاں روشنی حاصل کی جائے گی

اصول کافی:

عَنْ مُعَلَّی بْنِ خُنَیْسٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا مُعَلّٰی اُكْتُمْ اَمْرَنَا وَلَا تُذِعْهُ فَاِنَّهٗ مَنْ كَتَمَ اَمْرَنَا وَلَمْ یُذِعْهُ اَعَزَّهُ اللّٰهُ بِهٖ

فِي الدُّنْيَا وَجَعَلَهُ نُوْرًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ فِي الْآخِرَةِ يَقُوْدُهُ إِلَى الْجَنَّةِ يَا مُعَلّٰى مَنْ اَذَاعَ اَمْرَنَا وَلَمْ يَكْتُمْهُ اَذَلَّهُ اللّٰهُ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَ نَزَعَ النُّوْرَ مِنْ بَيْنِ عَيْنَيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ وَ جَعَلَهُ ظُلْمَةً تَقُوْدُهُ إِلَى النَّارِ يَا مُعَلّٰى اَنَّ التَّقِيَّةَ مِنْ دِيْنِيْ وَ دِيْنِ اٰبَآئِيْ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا تَقِيَّةَ لَهٗ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۲۳-۲۲۴
کتاب الایمان والکفر باب
الکتمان مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:۔

معلی بن خنیس سے روایت ہے۔ کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے معلی! ہمارے حکم کو چھپاؤ اور اسے مت پھیلاؤ بے شک جس نے ہمارے حکم کو چھپایا۔ اور ظاہر نہ کیا۔ اسے اس وجہ سے اللہ تعالٰے دنیا میں عزت بخشے گا۔ اور کل قیامت کو یہ بات اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور بن کر چمکے گی۔ جو اس آدمی کو جنت میں لے جائے گا۔ اے معلی! جس نے ہمارے حکم کو شائع کر دیا۔ اور اسے چھپا نہ رکھا۔ تو ایسے شخص کو اللہ تعالٰی دنیا میں ذلیل و رسوا کرے گا۔ اور آخرت میں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان والا نور واپس لے گا۔ اور اس کو اندھیرا بنا دے گا۔ جو اسے دوزخ کی طرف لے جائے گا۔ اے معلی! تقیہ (صریح جھوٹ بولنا) میرا اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے۔ اور جس کا تقیہ نہیں۔ اس کا دین نہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کل قیامت کو جس شیعہ نے تقیہ نہ کیا ہوگا۔ اس کا منہ کالا ہوگا۔ اور وہ دوزخی ہوگا۔ اور یہ اس کی انتہائی ذلت اور رسوائی ہوگی۔ کیونکہ یہ ایسا جرم ہوا۔ جس کی دوزخ کے علاوہ کوئی اور سزا نہیں۔ اور اس کے برعکس وہ شیعہ جنت میں حور و غلمان میں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہنسی خوشی رہے گا۔ جس کی زندگی تقیہ (صریح جھوٹ) سے عبارت تھی۔ سبحان اللہ! کیسا عجیب و غریب مذہب ہے۔ جس میں جھوٹ بولنے والا جنتی اور سچ کہنے والا ذلیل اور جہنمی ہے۔ جھوٹے کو نور ملے گا۔ اور سچے کو اندھیرا اور تمام ائمہ اہل بیت بھی معاذ اللہ اسی مذہب پر تھے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت وجماعت کو ایسے مذہب نامهذب سے دور رکھے۔ آمین۔

روایت نمبر ۱۵:

شیعہ مذہب میں مرنے تک اپنا اصلی مذہب چھپانا جائز ہے۔ اور بلندیٔ درجات کا حامل ہے

جامع الاخبار:۔

قَالَ جَابِرٌ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ اَبَا طَالِبٍ مَاتَ كَافِرًا قَالَ يَا جَابِرُ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْغَيْبِ اَنَّهُ كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِيْ اُسْرِيَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ اِنْتَهَيْتُ اِلَى الْعَرْشِ فَرَاَيْتُ اَرْبَعَةَ اَنْوَارٍ فَقِيْلَ لِيْ هٰذَا عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَهٰذَا عَمُّكَ

اَبُو طَالِبٍ وَ هٰذَا اَبُوْكَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ هٰذَا ابْنُ عَمِّكَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ فَقُلْتُ اِلٰهِىْ بِمَ نَالُوْا هٰذِهِ الدَّرَجَةَ قَالَ بِكِتْمَانِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اِظْهَارِهِمُ الْكُفْرَ حَتّٰى مَاتُوْا عَلٰى ذٰلِكَ۔

(جامع الاخبار ص ۷، فصل سادس فی فضائل اصلاب وارحام النبی و علی مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:-

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول! لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ ابو طالب مرتے وقت بھی کافر تھا۔ (کیا یہ درست ہے؟) آپ نے فرمایا۔ اے جابر! تیرا پروردگار سب سے زیادہ غیب جانتا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے شب معراج سیر کرائی۔ میں جب عرش پہ پہنچا۔ وہاں میں نے چار نور دیکھے۔ مجھے بتایا گیا۔ ایک نور آپ کے دادا عبد المطلب کا، دوسرا نور آپ کے چچا ابو طالب کا۔ تیسرا نور آپ کے والد عبد اللہ کا اور چوتھا نور آپ کے چچیرے بھائی جعفر بن ابو طالب کا ہے۔ میں نے عرض کی۔ اے اللہ! ان لوگوں نے کس بنا پر یہ درجہ حاصل کیا۔ اللہ نے فرمایا۔ یہ درجہ اس وجہ سے انہیں ملا۔ کہ انہوں نے تادم مرگ ایمان چھپائے رکھا۔ اور کفر کا اظہار کیا۔

روایت نمبر ۱۶۱:۔ جس نے تقیہ نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں (امام جعفر) امالی شیخ طوسی:۔

قَالَ سَیِّدُنَا الصَّادِقُ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِالتَّقِیَّۃِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَجْعَلْہَا شِعَارَہٗ وَ دِثَارَہٗ۔

(امالی شیخ طوسی جلد اول صفحہ نمبر ۲۹۹ مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے شیعو! تم پر تقیہ لازم ہے۔ جس نے تقیہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا نہ بنایا۔ وہ ہم میں سے نہیں۔

روایت نمبر ۱۷۱:۔

تمام اعمال سے تقیہ افضل ہے اور شیعوں کے اعمال کی جان ہے

تفسیر لوامع التنزیل:۔

ثانی حدیث جناب امیر المومنین علیہ السلام است کہ فرمود اَلتَّقِیَّۃُ مِنْ اَفْضَلِ اَعْمَالِ الْمُؤْمِنِیْنَ یَصُوْنُ بِہَا نَفْسَہٗ وَاِخْوَانَہٗ عَنِ الْفَاجِرِیْنَ۔

(تفسیر لوامع التنزیل پارہ چودھواں ص ۴۸۵ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ:۔

دوسری حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تقیہ مومن کا افضل ترین عمل ہے۔ جس کے ذریعہ وہ خود اپنی اور اپنے بھائیوں کی جانوں کو فاجر لوگوں سے محفوظ کرتے ہیں۔

روایت نمبر ۱۸:۔

تقیہ سے بڑھ کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کوئی دوسرا عمل محبوب نہیں

تفسیر لوامع التنزیل:۔

از حضرت صادق علیہ السلام آوردہ کہ فرمود وَ لَا وَاللّٰہِ مَا عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ التَّقِيَّةِ۔

(تفسیر لوامع التنزیل پارہ چودھواں ص ۸۶ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ:۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ خدا کی قسم! روئے زمین پر تقیہ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی دوسرا عمل نہیں۔

شیعہ حضرات کی معتبر کتاب اصول کافی میں جب یہ مذکور ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تمام اعمال سے زیادہ محبوب صرف تقیہ ہے۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ شیعہ لوگ اس افضل عمل کو ترک کر کے

ائمہ کی دشمنی مول لیں۔ قیامت کو نور سے محروم رہیں۔ دنیا میں ذلیل ہوں۔ اور تمام نیکیاں ضائع کر بیٹھیں۔ ہاں درست ہے۔ اللہ تعالی نے اس جھوٹے مذہب کے ماننے والوں کو سچ کے نزدیک تک نہیں آنے دیا۔ ان کی قسمت ان کے ساتھ، خدا سمجھے کدھر بھٹکتے پھرتے ہیں۔

فصل چہارم

وسعت تقیہ اور اس میں شیعوں کی خودغرضی

شیعہ حضرات کے نزدیک وقتاً فوقتاً تقیہ کرنا (صریح جھوٹ بولنا) جائز بلکہ واجب ہے۔ اور امام مہدی کے ظہور تک اس پر عمل ہوتا رہے گا۔ اس کی وسعت اہل تشیع کے نزدیک زمین و آسمان کی وسعت سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ جیسا کہ فصل اول میں اسی عنوان کی ایک روایت گزر چکی ہے۔ اسی موضوع پر شیعہ حضرات کی معتبر کتب سے ہم چند اور روایات ذکر کرتے ہیں۔ جو ان کی کتب میں ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب ہیں۔ "بے مقصد جھوٹ بولنا تقیہ ہے"۔

روایت نمبر (۱)

اصول کافی:۔

عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَعْيَنَ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلْتُهٗ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَاَجَابَنِيْ ثُمَّ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَسَاَلَهٗ عَنْهَا فَاَجَابَهٗ

بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ ثُمَّ جَآءَهٗ رَجُلٌ اٰخَرُ فَاَجَابَهٗ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ وَ اَجَابَ صَاحِبِیْ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ قُلْتُ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ رَجُلَانِ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شِیْعَتِکُمْ قَدِمَا یَسْاَلَانِ فَاَجَبْتَ کُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِغَیْرِ مَا اَجَبْتَ بِهٖ صَاحِبَهٗ فَقَالَ یَا زُرَارَةُ اِنَّ هٰذَا خَیْرٌ لَنَا وَ اَبْقٰی لَنَا وَ لَکُمْ وَ لَوْ اِجْتَمَعْتُمْ عَلٰی اَمْرٍ وَاحِدٍ لَصَدَّقَکُمُ النَّاسُ عَلَیْنَا وَ لَکَانَ اَقَلَّ لِبَقَائِنَا وَ لِبَقَائِکُمْ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ شِیْعَتُکُمْ لَوْ حَمَلْتُمُوْهُمْ عَلَی الْاَسِنَّةِ اَوْ عَلَی النَّارِ لَمَضَوْا وَهُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنْ عِنْدِکُمْ مُخْتَلِفِیْنَ قَالَ فَاَجَابَنِیْ بِمِثْلِ جَوَابِ اَبِیْهِ۔ (اصول کافی جلد اول ص ۶۵ کتاب فضل باب العلم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

زرارہ کہتا ہے۔ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک سوال پوچھا آپ نے اس کا مجھے جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا۔ اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔ تو آپ نے وہ جواب دیا۔ جو میرے جواب کے خلاف تھا۔ پھر تیسرا آدمی آیا۔ اس کا بھی وہی سوال تھا آپ نے ہم دونوں کے خلاف اس کو جواب دیا جب وہ دونوں آدمی چلے گئے میں نے کہا

اے رسول اللہ کے بیٹے! یہ دونوں آدمی عراق کے رہنے والے ہیں۔ اور آپ کے شیعوں میں سے ہیں۔ دونوں نے حاضر ہو کر ایک ہی سوال کیا۔ تو آپ نے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ (مختلف) جواب دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے زرارہ! ایسا ہمارے اور تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ اور اس میں ہماری اور تمہاری زیادہ بقا ہے۔ اور اگر تم ایک ہی بات پر اکھٹے ہو جاؤ۔ اور لوگ ہمارے معاملہ میں تمہیں سچا سمجھنے لگیں تو ایسا اجتماع ہماری تمہاری بقاء کے لیے مضر ہو گا۔

اس کے بعد میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ آپ کے شیعہ اس قدر پختہ ہیں۔ کہ اگر آپ ان کو نیزوں پر میدان جنگ میں سینہ تاننے کو کہیں۔ یا آگ میں کودنے کا حکم دیں۔ تو وہ آپ کے حکم سے ہرگز منہ نہ موڑیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ وہ آپ سے مختلف جواب سنیں پس حضرت نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ان کے والد ماجد نے دیا تھا۔

حاصل حدیث:

اس ذکر شدہ روایت سے معلوم ہوا کہ شیعہ مذہب میں تقیہ (جھوٹ بولنے) کے لیے کسی قسم کا خوف یا جبر واکراہ کوئی شرط نہیں۔ بلکہ جب چاہیں۔ جتنا چاہیں۔ ہر حال میں تقیہ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ بات اس حدیث سے بالکل عیاں ہے۔ کہ وہ سوال کرنے والے ان ائمہ حضرات کے ایسے جانثار تھے۔ کہ اپنی زندگی کی انہیں پرواہ نہ تھی۔ آگ میں جلنے کو کہا جائے۔ یا نیزے بھالے کے زخم برداشت کرنے کو یا اور کوئی تکلیف سہنے کا حکم ہو۔ وہ فوراً عمل درآمد کریں گے تو ایسے شیدائیوں، جانثاروں اور عقیدت مندوں سے بھی یہ ائمہ سچی بات نہ کرتے تھے۔ آپ اندازہ فرمائیں۔ کہ

ان جیسے لوگوں سے خوف ہو۔ تو پھر بے خوفی کن سے ہوگی ؟

اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس حدیث میں تقیہ (جھوٹ بولنے) کی خاطر خواہ وسعت پیدا کی گئی ہے۔ اس روایت کا دوسرا پہلو ایک عجیب مضمون کا حامل ہے۔ وہ یہ کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما نے جب ایک سوال کے تین جواب دیئے۔ اور وہ بھی اپنے جانثاروں کو۔ تو ایسا کرنا ان ائمہ کا تقیہ ہوا۔ اور تقیہ بھی اپنے عقیدت مندوں سے کیا گیا۔ غیروں سے تقیہ کرنا تو شیعوں کی ایجاد تھا ہی۔ لیکن یہاں تو اپنوں سے بھی تقیہ برتا جا رہا ہے۔

پھر اسی روایت میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جب ایک ہی سوال کے ائمہ اہل بیت سے مختلف جواب دیئے۔ جو باہم متضاد بھی ہو سکتے ہیں۔ تو ان حضرات کی روایات پر ہی مذہب شیعہ قائم ہوا۔ اب فیصلہ طلب بات یہ ہے۔ کہ فی زمانہ یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جو روایات اہل تشیع نے اپنے ائمہ سے اپنی کتب میں ذکر کی ہیں۔ وہ واقعی ائمہ کی ہیں۔ یا اپنی طرف سے گھڑی گئیں بالفرض اگر ائمہ کی ہی مان لی جائیں۔ تو پھر ان کو سچا کہیں گے یا جھوٹا۔ ان روایات سے خود ائمہ کے مسلک کا کیسے پتہ چل سکے گا ؟ یہ وہ چند ابھرنے والے سوالات ہیں۔ جن کا جواب آنا ضروری ہے۔

ہم جس تحقیق پر پہنچے ہیں۔ وہ یہی ہے۔ کہ درحقیقت اس قسم کی تمام روایات شیعہ مصنفین نے خود وضع کیں۔ اور ان سے حضرات ائمہ کرام کا دور کا بھی تعلق نہیں کہ اگر شیعہ حضرات کے بقول ائمہ تضاد بیانی کا شکار ہوں۔ اور تقیہ کے خوگر ہوں۔ تو تقیہ کی ضرورت جس شخصیت کو سب سے زیادہ تھی۔ وہ میدان کربلا کے شہید، جگر گوشہ حیدر کرار نواسۂ محبوب پروردگار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ تو کیا کوئی ماں کا لال یہ دکھا سکتا ہے۔ کہ امام پاک نے تقیہ کیا ہو۔ کیا کوئی تاریخی

گواہی ایسی مل سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کا تو یہ حال تھا۔

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

حضرات ائمہ کرام سے بڑھ کر کون حق گو اور حق پرست تھا۔ یہ مقدس ہستیاں گناہوں کی جڑ (تقیہ) سے بالکل مبرا اور منزہ تھیں۔ جیسا کہ آئندہ فصل میں اس کو ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔ لہذا یہ کہنا پڑے گا۔ کہ ان شیعہ لوگوں کی بیان کردہ خرافات اور واہی تباہی باتوں سے دامنِ ائمہ اہل بیت پاک تھا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

روایت نمبر ۲:

فروع کافی:۔

عَنْ اَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ كَانَ اَبِيْ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُفْتِيْ فِيْ زَمَنِ بَنِيْ اُمَيَّةَ اَنَّ مَا قَتَلَ الْبَازِيُّ وَالصَّقْرُ فَهُوَ حَلَالٌ وَكَانَ يَتَّقِيْهِمْ وَاَنَا لَا اَتَّقِيْهِمْ وَهُوَ حَرَامٌ مَا قَتَلَ۔

(فروع کافی جلد ششم ص ۲۰۸ کتاب الصید باب صید البزاۃ والصقور وغیر ذالک مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

ابان بن تغلب سے روایت ہے۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرے والد رضی اللہ عنہ بنی امیہ کے زمانہ میں تقیہ کرتے ہوئے یہ فتوی دیا کرتے تھے۔ کہ جس جانور کو باز یا شکرا مار ڈالے۔ وہ حلال ہے۔ اور میں چونکہ تقیہ نہیں کرتا اس لیے میرا فتوی یہ ہے۔ کہ ان دونوں کا مارا ہوا حرام ہے۔

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ مذہب شیعہ میں تقیہ کی وسعت کا یہ عالم ہے۔ کہ امام وقت ایک ہی چیز کو تقیہ کرتے ہوئے حلال اور دوسرا اسی چیز کو تقیہ نہ کرتے ہوئے حرام کہہ رہا ہے۔

آپ غور فرمائیں۔ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر اگر یہ ائمہ اہل بیت عمل نہ کریں گے۔ تو پھر دوسرا کون عمل کرے گا؟ لیکن شیعہ کتب کے مطالعہ اور ان کے مذہب کو جان لینے کے بعد یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت نے تقیہ (جھوٹ بولنا) تو ضرور کیا لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے وہ کوسوں دور رہے۔ پھر لطف یہ کہ اس روایت میں باپ بیٹا کا ایک ہی چیز کے بارے میں حلال و حرام کا اختلاف ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ائمہ کرام کا کسی مسئلہ پر اتفاق نہ تھا۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر آپ یقیناً اس فیصلہ پر پہنچ جائیں گے۔ کہ شیعہ حضرات نے اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے اس روایت اور ایسی ہی دوسری روایات کو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا۔ یہ وہ حضرات ائمہ کرام ہیں۔ جن کے جد امجد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے باطل سے ٹکر لی۔ اور جام شہادت نوش فرمایا۔ جب انہوں نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی قیمتی جانیں بچانے کے لیے تقیہ کا سہارا نہ لیا۔ تو ان کے جگر پارے اور دین و اسلام کے ستون کس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو خیرباد کہہ سکتے تھے۔ اور ایک ہی چیز کے حلال و حرام دونوں باتیں کیسے

کہہ سکتے تھے؟ دراصل اس روایت سے شیعہ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے ائمہ کرام بھی احکام و مسائل کے بیان کرنے میں تقیہ سے کام لیا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو غلط مسئلے بتایا کرتے تھے۔

لہذا جب دین کے ستون احکام و مسائل شرعیہ بتانے میں تقیہ سے کام لیتے ہیں۔ تو ہم کیوں تقیہ نہ کریں؟ بس اپنا مقصد نکالنا تھا۔ نکال لیا۔ کسی پر الزام آئے تو آئے سان کا کیا بگڑتا ہے۔

روایت نمبر۳:

فروع کافی:۔

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ مُصْعَبٍ الْعَبْدِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ قُوْلُوْا لِاُمِّ فَرْوَةَ تَجِیْءُ فَتَسْمَعُ مَا صُنِعَ بِجَدِّهَا قَالَ فَجَآءَتْ فَقَعَدَتْ خَلْفَ السِّتْرِ ثُمَّ قَالَ اَنْشِدْنَا قَالَ فَقُلْتُ "فَرْوَةُ جُوْدِیْ بِدَمْعِكِ الْمَسْكُوْبِ" قَالَ فَصَاحَتْ وَصَحْنَ النِّسَاءُ فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْبَابُ اَلْبَابُ فَاجْتَمَعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَبِیٌّ لَنَا غُشِیَ عَلَيْهِ فَصَحْنَ النِّسَآءُ

(۱۔ فروع کافی روضہ کافی جلد ۸ ص ۲۱۶ حدیث سفیان بن مصعب العبدی مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ کتاب الروضہ ص ۱۰۲ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:۔

سفیان بن مصعب عبدی کا بیان ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ام فروہ سے کہو۔ آئے اور آکر اپنے جد امجد کی شہادت کا واقعہ سنے۔ راوی کا قول ہے۔ کہ وہ آئیں اور پردے کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ پھر راوی کہتا ہے۔ کہ امام نے ہم کو اشعار پڑھ کر سنائے۔ اس پر میں نے کہا۔ اے ام فروہ اتم جی بھر کر رو دو۔ یہ سن کر فروہ کی چیخ نکلی۔ اور دوسری موجود عورتیں بھی چیخ و پکار کرنے لگیں۔ امام نے فرمایا۔ دروازہ کی خبر لو۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ مدینہ کے لوگ دروازہ پر جمع ہیں۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ امام نے ان کو کہلا بھیجا۔ کہ ہمارا ایک بچہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس لیے عورتیں رونے لگیں۔

ناظرین کرام! اس روایت میں جو واقعہ پیش کیا گیا۔ اس میں غور فرمائیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بلانے پر ام فروہ آئیں۔ اور امام نے انہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سنایا۔ تو وہ رونے لگیں۔ اور وہاں موجود دوسری عورتیں بھی گریہ کناں ہوئیں۔ ان کے رونے سے امام کو خوف ہوا۔ کہ لوگوں کو اس کا علم ہو گیا۔ تو نہ جانے کیا ہو گا۔ اس لیے باہر دروازہ پہ جمع لوگوں کو کہلا بھیجا۔ کہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہوئی۔ بلکہ ہمارا ایک بچہ بے ہوش گیا تھا۔ جس کو دیکھ کر عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔

حضرات! کیا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا لوگوں کے ڈر سے ایک بچہ کے بے ہوش ہونے کا بہانہ تراشنا جھوٹ نہیں؟ اور یہ جھوٹ امام موصوف کی طرف ان لوگوں نے منسوب کیا۔ جو خود اپنے منہ محبان اہل بیت بنتے ہیں۔ آپ غور کریں۔ کہ یہاں جھوٹ بولنے کی کونسی ضرورت پیش آئی تھی۔ بڑی بات تو یہی تھی۔ کہ لوگ عورتوں کی گریہ وزاری سن کر امام حسین کی شہادت کے اندوہناک واقعات کی یاد تازہ کر لیتے۔ آپ شیعہ لوگوں سے

دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ ائمہ اہل بیت کا جھوٹ بولنا اور وہ بھی بلا ضرورت معمولی سی بات پر کتنے فی صد صداقت کا حامل ہے۔ اُدھر ائمہ اہل بیت کی استقامت کا اندازہ واقعہ کربلا جو پیش کرتا ہے۔ کہاں وہ پامردی اور حق پرستی۔ اور کہاں یہ معمولی سی بات پر بزدلی اور کذب پرستی؟

دراصل بات یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگ اپنے باطل مذہب کی اشاعت و مقبولیت کے لیے خلاف شرع افعال و اقوال کو ائمہ اہل بیت کے اقوال و افعال جتلا کر انہیں بدنام کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔ اور اس طریقہ پر چل کر وہ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے مذہب میں تقیہ (صریح جھوٹ بولنے) کی کھلی چھٹی ہے۔ جب چاہیں۔ جتنا چاہیں۔ کھل کر تقیہ کریں۔ کوئی گرفت نہ ہوگی۔ اس طرح لگی آگ آپ بجھا بھی سکتے ہیں۔ اور بگڑے گا بھی کچھ نہیں۔ (مقام غور ہے)

روایت نمبر ۱۴

رجال کشی:۔

دَاؤدُ الرَّقِّيْ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ لَهٗ جَعَلْتُ فِدَاكَ كَمْ عِدَّةُ الطَّهَارَةِ فَقَالَ مَا اَوْجَبَهُ اللّٰهُ فَوَاحِدَةٌ وَاَضَافَ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاحِدَةً لِضُعْفِ النَّاسِ وَمَنْ تَوَضَّاَ ثَلَاثًا فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اَنَا مَعَهٗ فِيْ ذَا حَتّٰى جَاءَ دَاؤدُ ابْنُ زُرْبِيْ وَاَخَذَ نَاوِيَةً مِنَ الْبَيْتِ فَسَاَلَهٗ عَمَّا سَاَلْتُهٗ فِيْ عِدَّةِ الطَّهَارَةِ فَقَالَ لَهٗ ثَلَاثًا ثَلَاثًا مَنْ نَقَصَ عَنْهُ فَلَا

صَلٰوۃَ لَہٗ۔

(رجال کشی ص ۲۹۴ تذکرہ داؤد زربی
مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:۔

داؤد رقی کہتا ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ میں قربان! وضو کتنی مرتبہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک مرتبہ وضو کرنا لازم قرار دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی کمزوری اور سستی کی بنا پر ایک دفعہ کا اضافہ فرما دیا۔ لہٰذا جو شخص تین مرتبہ وضو کرتا ہے۔ (یعنی اعضائے وضو پر تین دفعہ پانی پھیرتا ہے) اس کی نماز مقبول نہیں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میری موجودگی میں داؤد بن زربی حاضر ہوا۔ اور کونے میں بیٹھ گیا۔ اس نے امام جعفر سے بعینہ میرا سوال کیا۔ کہ وضو کتنی دفعہ ہے؟ امام موصوف نے فرمایا۔ تین تین مرتبہ۔ جس نے تین مرتبہ اعضائے وضو پر پانی نہ بہایا۔ اس کی کوئی نماز نہیں۔

اس روایت سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ شیعہ لوگوں کے نزدیک تقیہ ایک واضح جھوٹ کا نام ہے۔ اور یہ کہ تقیہ ان کے ہاں اتنا کثیر اور عام ہے۔ کہ عام آدمی ہو۔ یا ائمہ اہل بیت میں سے کوئی ہو سبھی تقیہ کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ اسی روایت میں کچھ آگے جا کر اس امر کی وضاحت ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ جھوٹ بولنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی۔ کہ خلیفۂ وقت ابوجعفر منصور عباسی کی طرف سے سچ بولنے کی صورت میں کچھ خطرات و مصائب کا خوف تھا۔ حالانکہ اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہے۔ کہ خلیفۂ وقت کو امام موصوف کے مسلک کا بخوبی علم تھا۔ اور وہ امام موصوف کا اب تک کچھ بھی بگاڑ نہ سکا تھا۔ تو پھر امام جعفر کو اب جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ لہٰذا

معلوم ہوا کہ اس واقعہ کا امام موصوف کی ذات سے کوئی حقیقی تعلق نہیں۔ بلکہ گھڑ گھڑا کر آپ کی ذات کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیعہ لوگوں کو ہدایت دے تاکہ وہ خاندان نبوت کو بدنام کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کریں۔

روایت نمبر ۱۵:

فروع کافی:

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ مُحْرِزْ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا اَرْمَانِیًّا مَاتَ وَاَوْصٰی اِلَیَّ فَقَالَ لِیْ وَمَا الْاَرْمَانِیُّ؟ قُلْتُ نَبَطِیٌّ مِنْ اَنْبَاطِ الْجِبَالِ مَاتَ وَاَوْصٰی اِلَیَّ بِتَرِکَتِهٖ وَتَرَکَ ابْنَتَهٗ قَالَ فَقَالَ لِیْ اَعْطِهَا النِّصْفَ قَالَ فَاَخْبَرْتُ زُرَارَةَ بِذٰلِكَ فَقَالَ لِیْ اِتَّقَاكَ اِنَّمَا الْمَالُ لَهَا قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَیْهِ بَعْدُ فَقُلْتُ اَصْلَحَكَ اللّٰهُ اِنَّ اَصْحَابَنَا زَعَمُوْا اِنَّكَ اتَّقَیْتَنِیْ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اتَّقَیْتُكَ وَلٰكِنْ اتَّقَیْتُ عَلَیْكَ اَنْ تَضْمَنَ فَهَلْ عَلِمَ بِذٰلِكَ اَحَدٌ قُلْتُ لَا قَالَ فَاَعْطِهَا مَا بَقِیَ۔

(فروع کافی جلد ۷ ص ۸۶، ۸۷ کتاب المواریث باب میراث الولد مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

سلمہ بن محرز کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا ایک ارمانی مر گیا ہے۔ اور وہ میرے لیے اپنے مال کی وصیت کر گیا ہے۔ تو امام نے مجھ سے پوچھا۔ ارمانی کیا ہے؟ میں نے کہا۔ پہاڑوں کے انباط میں سے ایک نبطی مر گیا ہے۔ اور اپنے ترکہ کی مجھے وصیت کر گیا ہے۔ اس کی ایک بیٹی بھی موجود ہے۔ امام نے فرمایا۔ اس بچی کو اس کا آدھا مال دے دو۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے اس بات کا تذکرہ زرارہ سے کیا تو اس نے کہا۔ خدا کا خوف کرو۔ وہ مال سارا اسی کا ہے۔ امام نے ازروئے تقیہ فتویٰ دیا ہے۔ میں پھر ایک وقت امام موصوف کے ہاں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت رکھے۔ ہمارے ساتھی کہتے ہیں۔ کہ آپ نے (فتوای دیتے وقت) تقیہ کیا تھا۔ فرمایا اللہ کی قسم! میں نے تیرے ساتھ فتوای دیتے وقت تقیہ نہ کیا تھا۔ لیکن مجھے ڈر یہ تھا۔ کہ تجھ سے مواخذہ ہو گا۔ تو کیا اس کا علم تو کسی کو نہیں ہوا؟ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جو کچھ بچ گیا۔ وہ اس کی بچی کو دے دو۔ (یعنی نصف پہلے دے دیا تھا۔ اور جو باقی نصف بچا ہے۔ وہ بھی اسی کا ہے۔ اس کو دے دو)۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ امام موصوف نے میراث میں بھی تقیہ کیا۔ اور جھوٹا فتوای دیا۔ پھر اس جھوٹے فتوای کی توثیق کے لیے اللہ کی قسم بھی اٹھالی۔ اب فیصلہ ناظرین آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کہ شیعہ لوگوں نے اپنی کتب میں ائمہ اہل بیت کی جو روایات ذکر کی ہیں۔ اور جو احادیث ان کی سند سے جمع کی ہیں ان میں حق و باطل کا امتیاز کیونکر ممکن ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں جو مسلک ہے۔ وہ ائمہ اہل بیت کا ہرگز نہیں کیونکہ ائمہ اہل بیت حق کو ظاہر کرنے اور باطل کو دبانے کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ ان کی ساری زندگیاں امر بالمعروف نہی عن المنکر میں بسر ہوئیں۔ وہ جھوٹی بات کو کبھی زبان پر لانا گوارا نہ کرتے تھے۔ ان کی زبان ہمیشہ حق و صداقت سے مزین رہی۔ جیسا کہ عنقریب رد تقیہ کی بحث میں ہم ان کی حق گوئی اور بے باکی کے واقعات نقل کریں گے جنہیں پڑھ کر یقین ہو جائے گا۔ کہ تقیہ ایسی دروغ گوئی اور شیعی اختراع سے ان حضرات کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

روایت نمبر ۱: ہر چھوٹی بڑی ضرورت پہ جھوٹ بولنا تقیہ ہے۔

اصول کافی:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ التَّقِیَّۃُ فِیْ کُلِّ ضُرُوْرَۃٍ وَصَاحِبُھَا اَعْلَمُ بِھَا حِیْنَ تَنْزِلُ بِہٖ۔

(اصول کافی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۱۹ - کتاب الایمان والکفر باب التقیہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں تقیہ ہر ضرورت کے وقت کام آنے والی چیز ہے۔ اور جس شخص کو ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ وہ اس کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ کہ وہ اس پر کب اتری۔ اور کب تک رہے گی۔

اس حدیث نے واضح کر دیا۔ کہ تقیہ (صریح جھوٹ بولنا) ہر ضرورت کے وقت

جائز ہے۔ اور "ہر ضرورت" کا مفہوم اتنا عام ہے۔ کہ اس میں معمولی سے معمولی ضرورت بھی داخل ہے۔ اور بڑی سے بڑی ضرورت بھی اس میں شامل ہے۔ یعنی ایک جوں کے واسطے کے پیشِ نظر تقیہ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس سے کم ضرورت پر بھی تقیہ کرنا جائز ہے تو کھلی چھٹی ہو گئی۔ جب چاہیں۔ جہاں چاہیں۔ جتنا چاہیں۔ تقیہ کر سکتے ہیں جھوٹ الاپ سکتے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ اگر کسی نے اس رخصت پر عمل نہ کیا۔ تو وہ دین امامیہ سے خارج ہو جائے گا۔ اور اُسے "شیعہ" نہیں کہا جائے گا۔

فصل پنجم

تقیہ کی تردید میں قرآن مجید اور کتب شیعہ سے دلائل

دلیل اول :-

اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخْشَوْنَہٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا

(پ ۲۲ ع ۲)

ترجمہ :-

پیغمبر ایسے لوگ ہیں جو خدا کا حکم پہنچاتے ہیں۔ اور اسی سے ڈرتے ہیں اور سوائے اللہ کے اور کسی سے نہیں ڈرتے اور حساب لینے کو اللہ ہی کافی ہے۔ (ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

اس آیت کریمہ نے واضح کر دیا۔ کہ حضرات انبیائے کرام سے تقیہ کا وقوع ناممکن ہے کیونکہ ان کی ہر بات اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ اور اللہ ہی کا فرمان ہے۔ کہ میرے بغیر کسی سے مت ڈرو۔ اور آپ حضرات یہ جانتے ہیں۔ کہ تقیہ کا اصل محرک خوف ہی ہے۔ جب انبیائے کرام کو اللہ رب العزت کے ارشاد پر یقین کامل ہوتا ہے۔ تو انہیں صرف اُسی وحدہ لاشریک کا خوف ہوتا ہے۔ کسی دوسرے کا خوف انہیں جادۂ استقامت سے اِدھر اُدھر کبھی نہیں کر سکتا۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں اعتقادِ تقیہ رکھنا سراسر باطل اور کفر ہے۔ بلکہ ان کی طرف اس کذبِ صریح کی نسبت بھی انتہائی گستاخی ہے۔ اسی مضمون کی توثیق خود شیعہ مفسر علامہ طبرسی سے سنیئے۔

مجمع البیان:

(اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ) اَيْ يُؤَدُّوْنَهَا اِلٰى مَنْ بُعِثُوْا اِلَيْهِمْ وَلَا يَكْتُمُوْنَهَا (وَيَخْشَوْنَهٗ) اَيْ وَيَخَافُوْنَ اللّٰهَ مَعَ ذٰلِكَ فِيْ تَرْكِ مَا اَوْجَبَهٗ عَلَيْهِمْ (وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ) وَلَا يَخَافُوْنَ مِنْ سِوَى اللّٰهِ فِيْمَا يَتَعَلَّقُ بِالْاَدَاءِ وَالتَّبْلِيْغِ وَفِيْ هٰذَا دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِمُ التَّقِيَّةُ فِيْ تَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ہشتم ص ۳۶۱ پ ۲۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرات انبیائے کرام جو کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ یعنی جن لوگوں کی طرف انہیں مبعوث کیا جاتا ہے۔ ان تک احکام پہنچا دیتے ہیں۔ اور ان میں کسی حکم کو چھپاتے نہیں۔ اور انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں اللہ کا ہر وقت خوف رہتا ہے۔ کہ کہیں کوئی حکم چھوٹ نہ جائے۔ اور اللہ کے سوا کسی دوسرے سے ادائے احکامات اور تبلیغ میں نہیں ڈرتے۔ اس آیت کریمہ میں اس کی دلیل ہے۔ کہ انبیائے کرام سے تقیہ کا صدور ناجائز ہے۔ اور اللہ کے پیغام واحکام پہنچانے میں وہ تقیہ (جھوٹ بولنا) سے ہرگز کام نہیں لیتے۔

غور طلب یہ امر ہے۔ کہ اس شیعہ مفسر نے جس واضح انداز میں حضرات انبیائے کرام کی طرف تقیہ کو منسوب کرنا باطل ٹھہرایا ہے۔ ادھر شیعہ لوگ حضرات ائمہ اہل بیت کو انبیائے کرام پر بھی فوقیت دیتے ہیں۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن کہ ان اماموں نے حلت و حرمت میں دوغلہ پن اختیار کیا ہو۔ اسی مفسر نے ایک اور مقام پر یہاں تک نقل کر دیا ہے۔ کہ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کا خون مباح کر دیا تھا۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی سفارش لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس کی کیفیت آپ اسی مفسر سے ملاحظہ فرمائیے۔

مجمع البیان:۔

فَلَمَّا رَاٰی عُثْمَانَ اِسْتَحْیَا مِنْ رَدِّہٖ وَ سَکَتَ طَوِیْلًا لِیَقْتُلَہٗ بَعْضُ الْمُؤْمِنِیْنَ ثُمَّ اٰمَنَہٗ بَعْدَ تَرَدُّدِ الْمَسْئَلَۃِ مِنْ

عُثْمَانَ وَقَالَ اَمَا كَانَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيْدٌ
يُقَدِّمُ اِلٰى هٰذَا فَيَقْتُلَهُ فَقَالَ لَهُ عَبَّادُ
بْنُ بِشْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عَيْنِيْ مَا زَالَتْ
فِيْ عَيْنِكَ اِنْتِظَارٌ اَنْ تُوْمِيْ اِلَيَّ فَاَقْتُلَهُ
فَقَالَ اِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَا تَكُوْنُ لَهُمْ خَائِنَةُ
اَعْيُنٍ فَلَمْ يَسْتَحِبِّ الْاِشَارَةَ اِلٰى قَتْلِ
كَافِرٍ وَاِنْ كَانَ مُبَاحًا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ہشتم صفحہ نمبر ۳۶۰
سورۃ الاحزاب مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ تو آپ نے ان کی سفارش رد کر دینے سے حیا فرمایا اور کافی دیر اس لیے خاموش رہے۔ تاکہ کوئی مسلمان اس (عبداللہ بن ابی سرح) کو قتل کر دے پھر حضرت عثمان کی سفارش قبول کرتے ہوئے اُسے امن دے دیا اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو آگے بڑھ کر اس کو قتل کر دیتا۔ اس پر عباد بن بشر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میری نظریں آپ پر لگی ہوئی تھیں۔ انتظار تھا کہ آپ آنکھ سے اشارہ فرماتے تو میں اُسے قتل کر دیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انبیاء کرام کو زیب نہیں دیتا۔ کہ وہ آنکھ کی خیانت کریں۔ لہٰذا کسی کافر مباح الدم کے قتل کے لیے بھی آنکھ سے اشارہ کرنا۔ آپ نے اچھا نہ جانا۔

آپ نے شیعہ مفسر کی تفسیر سے معلوم کر لیا۔ کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے

غلط بیانی یا دو غلا پن کا وقوع کجا وہ تو ظاہر کے خلاف آنکھ سے اشارہ بھی کرنا پسند نہیں فرماتے جب حضرات انبیائے کرام کے لیے آنکھ کی خیانت جیسا معمولی کام بھی جائز نہیں۔ تو ائمہ اہل بیت سے تقیہ کیونکر روا ہوا۔ جن کا مرتبہ اہل تشیع کے نزدیک نبیوں سے زیادہ ہے۔ اس لیے یہ کہنا بجا ہے۔ کہ حضرات انبیائے کرام اور ائمہ اہل بیت کے متعلق جو شیعہ کتب میں ایسی روایات ملتی ہیں۔ جن کے ذریعہ تقیہ پر استدلال قائم کیا جاتا ہے۔ وہ از اول تا آخر ان کی خود ساختہ روایات ہیں۔ اور خود غرضی پر منحصر ہیں۔ دین واسلام سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔

(فافہم وتدبر)

دلیل دوم:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔

(پ ۶ ع ۱۲)

ترجمہ:۔

اے ایمان لانے والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا

(تو خدا کا کچھ نقصان نہیں) خدا عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا۔ جن کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اور اس کو وہ دوست رکھتے ہیں۔ مومنوں کے لیے وہ رحم دل ہیں (اور) کافروں کے لیے سخت راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ فضل خدا ہے۔ جس کو چاہے عطا فرمائے اور خدائے تعالیٰ صاحبِ وسعت و علم ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

اس آیت کریمہ میں نص صریح نے واضح کر دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندے اس صفت کے مالک ہوتے ہیں۔ کہ حق کہنے اور حق پر عمل کرنے میں کسی ملامت گر کی ملامت ان کے راستہ کی رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ جب عام نیک بندوں کی صفات کا یہ عالم ہے تو ائمہ اہل بیت کا مقام کتنا ارفع و اعلیٰ ہوگا۔ اور ان کے بارے میں یہ کب ممکن ہے اور کب خیال میں آسکتا ہے۔ کہ یہ عظیم ہستیاں بطور تقیہ اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کرتی رہی ہیں اور لوگوں کو بھی دروغ گوئی پر ابھارنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ حاشا و کلا۔ وہ صفات حسنہ کے جامع اور صفات سیئہ سے متنفر تھے۔ اور اس کی تعلیم و تبلیغ بھی فرماتے رہے۔
اسی لیے آپ دیکھ لیں۔ خود ان کے مفسر علامہ طبرسی نے اسی آیت کریمہ کے تحت ان لوگوں کی نشاندہی کی ہے۔ جنہوں نے کسی قسم کی ملامت کا اثر قبول نہ کیا۔ اور اللہ کے دین کی بلندی کی خاطر مرتدین سے جہاد کرتے رہے۔ تقیہ سے اجتناب کرتے رہے ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان:

(وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ) فِيْمَا يَأْتُوْنَ مِنَ الْجِهَادِ وَالطَّاعَاتِ وَاخْتُلِفَ فِيْمَنْ وُصِفَ بِهٰذِهِ الْاَوْصَافِ مِنْهُمْ

فَقِيْلَ هُمْ اَبُوْبَكْرٍ وَّ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْا اَهْلَ الرِّدَّةِ عَنِ الْحَسَنِ۔ (تفسیر مجمع البیان جلد سوم ص ۲۰۸ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔
یعنی وہ جہاد کرنے اور احکامات شرعیہ پر عمل کرنے میں کسی ملامت گر کی ملامت کا قطعاً خوف نہ کرتے۔ ان حضرات کے بارے میں اختلاف ہے جو کہ ان صفات سے متصف تھے۔ کہا گیا ہے۔ اس سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی ہیں۔ جنہوں نے مرتدین سے جہاد کیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات کے بارے میں کسی کو اس امر کا اختلاف نہیں کہ آپ ہمیشہ حق و صداقت کی اشاعت پر کمر بستہ رہے۔ اور تقیہ بازی جیسی خسیس حرکت سے اپنے دامن کو داغدار نہ ہونے دیا۔ جس کی تائید اس شیعہ مفسر نے بھی کی ہے۔ تو ائمہ اہل بیت سے تقیہ کا وقوع (جو صریح جھوٹ ہوتا ہے۔ کس طرح ممکن ہے

دلیل سوم:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔

(پ ۵ ع ۱۱)

ترجمہ:-

بے شک وہ لوگ جن کا خاتمہ فرشتے اس حال میں کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی جانوں پر ستم توڑنے والے ہوں۔ تو اُن سے کہتے ہیں۔ کہ تم کس حال میں تھے۔ تو وہ جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم اس زمین میں کمزور کر دیئے گئے تھے۔ تو (فرشتے) دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا اللہ کی زمین لمبی چوڑی نہ تھی۔ کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ پس انہیں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور وہ بُری بازگشت ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

مذکورہ آیت سے تو تقیہ کی سرے سے جڑ ہی اکھاڑ پھینکی۔ دیکھئے۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو اس بات کی ہرگز اجازت عطا نہ فرمائی۔ کہ وہ کفار میں اپنا ایمان چھپا کر زندگی گزارتے رہیں۔ اور ان کی چاپلوسی میں لگے رہیں۔ بلکہ اس کے برعکس انہیں یکہا گیا۔ کہ اگر ان کفار میں رہ کر تم ایمان کی حفاظت مشکل سمجھتے ہو۔ تو ہجرت کر جاؤ۔ اور کسی اور جگہ چلے جاؤ۔

اس امر کے علاوہ اسی آیت کریمہ میں یہ بھی واضح طور پر موجود ہے۔ کہ بوقت مرگ ان لوگوں کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہو گا۔ جو اپنی زندگی تقیہ کرتے گزارتے رہے اگر فرشتوں کے پوچھنے پر وہ یہ بہانہ تراشیں گے۔ کہ ہم چونکہ کمزور تھے۔ اس لیے کفر کے ریلہ کا مقابلہ نہ کرسکے۔ اور اس کی لپیٹ میں آگئے۔ اور حق نہ کہہ سکے۔ اور نہ حق پر عمل کرسکے۔ تو ان بہانوں کے جواب میں انہیں کہا جائے گا۔ کیا اللہ کی زمین تنگ تھی۔ ہجرت کر کے کہیں اور کیوں نہ چلے گئے؟ لہٰذا تقیہ کرنے والوں کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ اور انہیں اس برے ٹھکانہ میں دھکیل دیا جائے گا۔ جسے جہنم کہتے ہیں۔ اسی آیت کریمہ کے تحت دو شیعی تفسیروں کا انداز ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان در

(قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ) اَیْ قَالَتْ لَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ فِیْمَ کُنْتُمْ اَیْ فِیْ اَیِّ شَیْءٍ کُنْتُمْ مِنْ دِیْنِکُمْ عَلٰی وَجْهِ التَّقْرِیْرِ لَهُمْ اَوِالتَّوْبِیْخِ لِفِعْلِهِمْ (قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ) اَیْ یَسْتَضْعِفُنَا اَهْلُ الشِّرْكِ بِاللّٰهِ فِیْ اَرْضِنَا وَ بِلَادِنَا بِكَثْرَةِ عَدَدِهِمْ وَقُوَّتِهِمْ وَ یَمْنَعُوْنَنَا مِنَ الْاِیْمَانِ بِاللّٰهِ وَاِتِّبَاعِ رَسُوْلِهٖ عَلٰی جِهَةِ الْاِعْتِذَارِ (قَالُوْا) اَیْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ لَهُمْ (اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا) اَیْ فَتَخْرُجُوْا مِنْ اَرْضِكُمْ وَ دُوْرِكُمْ وَ تُفَارِقُوْا مَنْ یَمْنَعُكُمْ مِنَ الْاِیْمَانِ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰی اَرْضٍ یَمْنَعُكُمْ اَهْلُهَا مِنْ اَهْلِ الشِّرْكِ فَتُوَحِّدُوْهُ وَتَعْبُدُوْهُ وَتَتَّبِعُوْا رَسُوْلَهٗ۔ وَرُوِیَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ مَعْنَاهُ اِذَا عَمِلَ بِالْمَعَاصِیْ فِیْ اَرْضٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ تَعَالٰی۔ (فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ) اَیْ مَسْكَنُهُمْ جَهَنَّمُ (وَسَآءَتْ مَصِیْرًا) لِاَهْلِهَا الَّذِیْنَ

صَادُوْا اِلَيهَا۔

(۱۔ تفسیر مجمع البیان جلد سوم ص ۹۹ مطبوعہ
تہران طبع جدید)
(۲۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۳۸۶ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

مرتے وقت فرشتے ان لوگوں سے پوچھیں گے۔ تم اپنے دین میں کیسے تھے؟ فرشتوں کا یہ پوچھنا یا تو زجر و توبیخ کے انداز میں ہوگا۔ یا ان کی اس حالت کی بدبختی کا اظہار کرنے کے لیے جواز روئے تقیہ ان لوگوں نے اپنا دین چھپا رکھا تھا۔ جواب دیں گے۔ ہمیں ہمارے شہروں اور آبادیوں میں مشرکین نے اپنی کثرت تعداد اور قوت کی وجہ سے کمزور کر دیا تھا۔ اور اس کے بل بوتے پر وہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے سے منع کرتے تھے۔ یہ جواب ایک عذر کے طور پر کہیں گے۔ فرشتے یہ جواب سن کر ان سے پوچھیں گے۔ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی۔ تم اپنے گھر بار چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ ہجرت کر جاتے۔ اور ان لوگوں سے دور کہیں جا بستے جو تمہیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے روکتے تھے۔ دوسری جگہ جا کر وہاں کے باشندے تمہارا مشرکین سے دفاع کرتے اور تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہتے۔ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آپ اس آیت کریمہ

کا معنی یوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ جب کسی جگہ اللہ کی نافرمانی کا دور دورہ ہو تو وہاں سے نکل جانا چاہیئے۔
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ (ان لوگوں کا یہ عذر قطعاً قبول نہیں اس لیے) ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور جو لوگ جہنم میں جائیں گے۔ ان کے لیے وہ کتنی بری جگہ ہے۔
تفسیر صافی میں یوں مذکور ہے۔

تفسیر صافی:۔

قِيلَ نُزِلَتْ فِي أُنَاسٍ مِنْ مَكَّةَ أَسْلَمُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا حِينَ كَانَتِ الْهِجْرَةُ وَاجِبَةً ------- أَقُوْلُ وَ فِي الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلَىٰ وُجُوبِ الْهِجْرَةِ مِنْ مَوْضِعٍ لَا يَتَمَكَّنُ الرَّجُلُ فِيهِ مِنْ إِقَامَةِ دِينِهِ وَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّ بِدِينِهِ مِنْ أَرْضٍ إِلَىٰ أَرْضٍ وَ إِنْ كَانَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ إِسْتَوْجَبَتِ الْجَنَّةُ وَ كَانَ رَفِيقَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۲۸۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: کہا گیا ہے۔ کہ یہ آیت کریمہ مکہ کے ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی۔

جو مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن ہجرت واجب ہونے کے بعد انہوں نے ہجرت نہ کی .... میں کہتا ہوں۔ کہ آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے۔ کہ جس جگہ کوئی شخص اپنے دین پر عمل کرنے سے قاصر ہو۔ وہاں سے اُسے ہجرت کر جانا واجب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ کہ جس نے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کی۔ اگرچہ ایک بالشت برابر ہی کیوں نہ ہو۔ تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ اور وہ بروز قیامت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق ہو گا۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت اور اس کی دو شیعہ مسلک کی تفسیروں سے اس مسئلہ کی وضاحت ہو گئی۔ کہ جس جگہ کوئی آدمی اپنے دین کی تبلیغ اور اس کے احکامات پر اعلانیہ عمل نہ کر سکے۔ اُسے وہاں سے کسی اور مقام کی طرف نکل جانا چاہیئے۔ ورنہ وہیں ڈٹے رہنے میں اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں ڈالے گا۔

اس وضاحت کے بعد اب اہل انصاف کے لیے غور طلب بات یہ ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت نے بھی اسی قرآن کو پڑھا۔ اور اسی کا مفہوم بھی سمجھا۔ اور اس فہم و قرأت کے بعد یہ امر بھی مسلم ہے۔ کہ انہوں نے اس پر عمل بھی کیا۔ کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ قرآن پاک اور میرے اہل بیت ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ پھر یہ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت تمام زندگی تقیہ کرتے ہوئے اپنے ایمان کو چھپاتے رہے۔ اور غلط سلط فتاوی دیتے رہے۔ اور لوگوں کو تلقین کرتے رہے۔ کہ امام زمان امام مہدی کے ظہور تک تم بھی تقیہ کرتے رہنا صرف کرنا ہی نہیں بلکہ اس کا نہ کرنے والا دوزخی اور بے دین ہو گا۔

دلیل چہارم :-

اصول کافی :-

عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمَّا حَضَرَتْ اَبِیْ عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَلْوَفَاةُ ضَمَّنِیْ اِلٰی صَدْرِهٖ وَقَالَ یَابُنَیَّ اُوْصِیْكَ بِمَا اَوْصَانِیْ بِهٖ اَبِیْ حِیْنَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ وَبِمَا ذَكَرَ اَنَّ اَبَاهُ اَوْصَاهُ بِهٖ یَا بُنَیَّ اِصْبِرْ عَلَی الْحَقِّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا۔

(اصول کافی جلد دوم صفحہ نمبر ۹۱ کتاب الایمان والکفر باب الصبر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

ابوحمزہ سے روایت ہے۔ کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب میرے والد علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی وفات ہونے لگی۔ تو انہوں نے مجھے اپنے سینہ سے چمٹایا۔ اور فرمایا۔ اے پیارے بیٹے! میں تجھے اس امر کی وصیت کر رہا ہوں۔ جو مجھے میرے والد نے بوقت مرگ کی تھی۔ اور انہوں نے بھی اس وقت کہا تھا۔ کہ یہ وصیت وہی ہے جو مجھے میرے باپ نے کی تھی بیٹے! حق و صداقت پر قائم رہتے ہوئے جو دکھ پریشانی آئے اس پر صبر کرو۔ اگرچہ وہ کڑوی گولی لگے۔ (یعنی حق و صداقت کا دامن چھوڑ کر تقیہ نہ کرنا۔ اگرچہ اس کی خاطر

تکالیف کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ پھر بھی صبر کرنا)

اس روایت کے پڑھنے کے بعد ہر محب اہل بیت یہ یقین کرے گا۔ کہ امام باقر، امام زین العابدین اور امام حسین رضی اللہ عنہم نے بوقت وصال اپنی اپنی اولاد کو یہی وصیت کی۔ کہ سچ بولنا۔ اور اس کی خاطر مشکلات آئیں تو صبر کرنا۔ لیکن کسی امام نے بوقتِ وصال یہ وصیت ہرگز نہ کی۔ کہ بیٹو! تقیہ کو سینے سے لگائے رکھنا۔ ورنہ نجات نہ ہوگی اس سے واضح ہوا۔ کہ ائمہ اہل بیت کا دین حق وصداقت کا علمبردار تھا۔ تقیہ اور فریب دہی سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

دلیل پنجم:۔

عَنْ اَبِیْ کَهْمَسْ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَبْدُ اللهِ بْنُ اَبِیْ یَعْفُوْرَ یَقْرَئُكَ السَّلَامَ قَالَ عَلَیْكَ وَعَلَیْهِ السَّلَامُ اِذَا اَتَیْتَ عَبْدَ اللهِ فَاَقْرَأْهُ السَّلَامَ وَقُلْ لَهٗ اِنَّ جَعْفَرَ ابْنَ مُحَمَّدٍ یَقُوْلُ لَكَ اُنْظُرْ مَا بَلَغَ بِهٖ عَلِیًّا عَلَیْهِ السَّلَامُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ فَالْزِمْهُ فَاِنَّ عَلِیًّا عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّمَا بَلَغَ مَا بَلَغَ بِهٖ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ لِصِدْقِ الْحَدِیْثِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۱۰۴ کتاب الایمان والکفر باب الصدق واداء الامانۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

ابو کہمس سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن یعفور کا سلام پہنچایا۔ تو امام نے فرمایا۔ تجھ پر بھی اور اس پر بھی سلام ہو جب تو عبداللہ بن یعفور کے پاس جائے۔ تو میرا سلام کہنا۔ اور کہنا۔ کہ امام جعفر صادق تجھے کہہ رہے ہیں۔ جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے۔ اس پر غور کر۔ اور اُسے لازم پکڑ۔ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ (احادیث وغیرہ) حاصل ہوا آپ نے اُسے دُرست گوئی کے ساتھ اور امانت سمجھ کر لوگوں تک پہنچا دیا۔

اس حدیث میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلقین کو دین حقہ کی تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہمارے جد بزرگوار نے جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا۔ اور جو کچھ انہیں دربار نبوی سے ملا۔ وہ دین حق کی تبلیغ اور سچ بولنے کی وجہ سے ملا ہے۔

لہٰذا میری نصیحت ہے۔ کہ تم بھی انہی باتوں کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور جدِ اعلیٰ کے دامن سے وابستہ رہو۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ ائمہ اہل بیت اپنے متعلقین کو سچ بولنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی سختی سے تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کی یہ وصیت رد تقیہ ہے کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ تقیہ نرا جھوٹ ہے۔ لہٰذا پتہ چلا۔ کہ تقیہ ائمہ اہل بیت کا وطیرہ نہ تھا۔ بلکہ یہ شیعہ مذہب کا مصنوعی شاہکار ہے۔

دلیل ششم:

اصول کافی:۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ اَبِیْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ مَنْ اَرْضٰی سُلْطَانًا بِسَخَطِ اللّٰہِ خَرَجَ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۳۷۳ کتاب الایمان والکفر باب من اطاع الخلق فی معصیة الخالق مطبوعہ تہران جدید طبع جدید)

ترجمہ:۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اللہ کو ناراض کر کے کسی بادشاہ کو خوش کیا۔ وہ اللہ کے دین سے نکل گیا۔

اس حدیث پاک کو سمجھ کر پڑھنے والا کبھی بھی تقیہ کے جواز کا قائل نہیں ہو سکتا کیونکہ تقیہ کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو چھپایا جاتا ہے۔ اور اللہ کی نافرمانی میں لوگوں سے میل جول اور موافقت کی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرما دیا۔ کہ عام آدمی نہیں بلکہ بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے اللہ کے

احکامات کو چھپانے والا (تقیہ کرنے والا) دین خدا سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

دلیل ہفتم:۔

فروع کافی:۔

اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ لَا تَخَافُوْا فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ یَکْفِکُمُ اللّٰہُ مَنْ اَذَاکُمْ وَ بَغٰی عَلَیْکُمْ فَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا کَمَا اَمَرَکُمُ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ وَ لَا تَتْرُکُوا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ فَیُوَلِّی اللّٰہُ اَمْرَکُمْ شِرَارَکُمْ ثُمَّ تَدْعُوْنَ فَلَا یُسْتَجَابُ لَکُمْ۔

(فروع کافی جلد ہفتم ص ۵۲ کتاب الوصایا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

(قائم رکھو) نماز، نماز، نماز۔ اللہ کے دین کے بارے میں کسی ملامت گرکی ملامت سے خوفزدہ نہ ہونا۔ جو تمہاری اذیت کے درپے ہوگا، اس کے مقابلہ میں اللہ تمہارے لیے کافی ہوگا۔ لوگوں سے بھلائی اور اچھی باتیں کہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

ہر گز نہ چھوڑنا۔ اگر ایسا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ تمہاری باگ ڈور شریر لوگوں کے ہاتھوں میں دے دے گا۔ پھر تم اللہ سے دعائیں کرو گے۔ لیکن وہ قبول نہ کی جائیں گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد عالیہ سے تقیہ کا خانہ ہی خراب ہو گیا۔ کیونکہ آپ کے فرمان کے مطابق جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل نہیں کرتا۔ تو اس پر ایک تو ظالم حکمران مسلط کر دیا جاتا ہے۔ دوسرا اس کی کوئی دعا اللہ کے ہاں شرفِ قبولیت نہیں پاتی۔ اس وصیت کا جب ہم یہ پہلو دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے مخاطب وہ حضرات ہیں۔ جنہیں اہل تشیع ائمہ معصومین مانتے ہیں۔ اور حضرات انبیائے کرام پر انہیں فوقیت دیتے ہیں۔ تو انہی حضرات کو ان کے آقا نعمت اور جد امجد تو یہ نصیحت و وصیت کریں۔ اور شیعہ انہی کو تقیہ کے عادی ثابت کریں۔ اب آپ خود فیصلہ کر لیں۔ کہ ان حضرات کا مسلک کیا تھا؟

دلیل ہشتم:۔

اصول کافی:۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ لَقِیَ الْمُسْلِمِیْنَ بِوَجْھَیْنِ وَلِسَانَیْنِ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَہٗ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۳۴۳ کتاب الایمان والکفر باب ذی اللسانین۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جو آدمی مسلمانوں کے ساتھ دو
چہروں اور دو زبانوں سے ملے۔ وہ کل قیامت کو اس حال میں آئے گا۔
کہ اس کی دو زبانیں آگ کی بنی ہوئی ہوں گی۔

دو زبانیں اس طرح کہ ایک ہی بات کو متضاد طریقوں سے تبلایا جائے۔ یا کسی کو
کچھ تبلایا جائے۔ اور دوسرے کو کچھ اور جس طرح کہ آپ گزشتہ اوراق میں روایت شیعہ
میں حضرت امام جعفر کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ تین مختلف آدمیوں کو ایک ہی فتوای
کے تین مختلف جوابات دیئے۔ یہ روایت بھی امام جعفر سے ہی مروی ہے۔ تو معلوم ہوا
کہ امام موصوف اس قسم کے دوغلے اقوال سے کوسوں دور تھے۔ یہ شیعہ لوگوں کی خرمستیاں
ہیں۔ کہ کبھی کوئی بات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کی۔ اور کبھی کوئی بات بہر حال
اس روایت سے شیعہ حضرات کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور خلوص دل سے تقیہ
کی بیماری سے بچنے کی ہر ممکن سعی کریں۔ کیونکہ بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے
شخص کی کل قیامت کو آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ جو کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہے۔

دلیل نہم:-

روضہ کافی:-

سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَقُوْلُ كَانَ فِيْ وَصِيَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ اَنْ قَالَ يَا عَلِيُّ اُوْصِيْكَ فِيْ
نَفْسِكَ بِخِصَالٍ فَاحْفَظْهَا عَنِّيْ ثُمَّ

قَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِنْهُ اَمَّا الْاُوْلٰى فَالصِّدْقُ وَلَا تَخْرُجَنَّ مِنْ فِيْكَ كِذْبَةٌ اَبَدًا وَالثَّانِيَةُ الْوَرَعُ وَلَا تَجْتَرِئْ عَلٰى خِيَانَةٍ اَبَدًا۔

(۱۔ روضہ کافی جلد ہشتم ص ۷۹ وصیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامیر المومنین علیہ السلام مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

(۲۔ روضہ کافی طبع قدیم ص ۹ مطبوعہ نولکشور)

ترجمہ:۔

معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔ اس میں یہ بھی تھا کہ اے علی! میں تجھے تیرے بارے میں چند خصلتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ انہیں میری طرف سے خوب یاد رکھنا پھر فرمایا۔ اے اللہ! علی کی اعانت فرمانا۔ بہر حال پہلی بات یہ ہے۔ کہ سچائی نہ چھوڑنا۔ اور تیرے منہ سے جھوٹ کبھی بھی نہ نکلے۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ پرہیزگاری اختیار کرنا۔ اور خیانت کی کبھی جرأت نہ کرنا۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں وصیتیں تقیہ کے بالکل خلاف ہیں۔ کیونکہ تقیہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات میں خیانت بھی ہوتی ہے۔ اور دروغ گوئی بھی اس کا اہم جزو ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت بلا استثناء فرمائی ہے۔ تو اس وصیت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام افعال و اقوال میں تقیہ کا احتمال تک پیدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تینوں

خلفاء کے پیچھے جو نمازیں ادا کیں۔ وہ تقیہ کر کے پڑھی تھیں۔ اور اپنی لخت جگر کا عقد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جو کیا تھا۔ وہ بھی از روئے تقیہ تھا۔ یہی نہیں بلکہ شیعہ حضرات کی اگر یہ بات مان لی جائے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام افعال واقوال تقیہ پر محمول تھے۔ پھر تو دین کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لیے ان (شیعہ) لوگوں کو اس روایت سے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے اور حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ ودیگر ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم پر غلط الزامات اور بہتانات لگانے سے استغفار کرنی چاہیئے۔

دلیل دہم :۔

فروع کافی :۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ لَا تَصْحَبُوْا اَھْلَ الْبِدَعِ وَلَا تُجَالِسُوْھُمْ فَتَصِیْرُوْا عِنْدَ النَّاسِ کَوَاحِدٍ مِّنْھُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ وَقَرِیْنِہٖ ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۳۷۵۔ کتاب الایمان والکفر باب مجالستہ اھل المعاصی۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بدعتیوں کی صحبت اختیار نہ کرو۔ اور نہ ہی ان سے ہم نشینی کرو۔ (اگر تم نے ایسا کیا) تو لوگوں کے نزدیک تم بھی

اُن میں سے ہو جاؤ گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی اپنے دوست اور ہم مجلس کا ہم مذہب ہوتا ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات پر تقیہ کا الزام لگانے والوں کے لیے مقام غور ہے۔ آپ تو بدعتی کی صحبت اور ہم نشینی سے منع فرما رہے ہیں۔ کیونکہ ان کی صحبت اور ہم نشینی زہر قاتل ہے۔ اور عقبیٰ کی بربادی کا سامان ہے۔ تو کسی بے دین سے مشورہ کرنا، اس کے پیچھے نماز یں ادا کرنا اور انہیں اپنی بیٹیاں نکاح میں دینا امام موصوف اِسے کب جائز قرار دے سکتے ہیں۔ اور کسی بے دین کی بیعت کر کے اس کی ماتحتی میں زندگی بسر کرنا کب گوارا ہو سکتا ہے؟ جب یہ امور منع ہیں۔ تو ان پر عمل کرنا باعث ثواب اور ذریعہ نجات کیسے ہو گا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ ائمہ اہل بیت کا خلفائے ثلاثہ کی بیعت کرنا اور ان کی اقتدار میں نماز یں ادا کرنا ان کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلفائے ثلاثہ کو اپنی قیمتی آراء سے نوازتے رہے۔ یہ بھی اس لیے کہ ان کے نزدیک اُن کی خلافت "خلافت حقہ" تھی۔

دلیل یازدہم :

تہذیب المتین :

ارشاد میں منقول ہے۔ کہ ایک روز حجاج بن یوسف ثقفی نے کہا۔ کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ کسی کو اصحاب ابو تراب سے قربۃً الی اللہ قتل کروں۔ حاضرین نے قنبر مولائے امیر المومنین کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے زیادہ طول صحبت علی کے ساتھ کسی کو نہیں۔ اس ملعون نے کسی کو بھیج کر قنبر کو طلب کیا جب وہ حاضر ہوا۔ تو کہا تو ہی قنبر مولائے علی ابن ابی طالب ہے۔ کہا خدا میرا مولا ہے۔ اور امیر المومنین میرے ولی النعمت ہیں۔ کہا اس کے دین سے

تبرّ و کر کہا ایسا کروں تو مجھ کو کوئی دین بتا دے گا۔ جو اس سے افضل ہو۔ حجاج نے کہا میں تجھ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ جس طریق سے قتل ہونا پسند کرے۔ بیان کر۔ قنبر نے کہا جس طرح چاہے قتل کر۔ جس طریق سے تو مجھ کو قتل کرے گا بروز قیامت میں بھی تجھے اسی طریق سے قتل کروں گا۔ اور امیر المؤمنین نے خبر دی ہے۔ کہ میں تیرے دستِ ستم سے ذبح ہوں گا۔ پس بحکم اس ملعون کے ذبح کیا گیا.............. حجاج نے کہا۔ اگر حکم کروں کہ تیری گردن ماریں تو تیرا کیا حال ہوگا۔ قنبر نے کہا۔ تب میں سعادت مندوں میں شامل ہوں گا۔ اور تو گروہ اشقیاء میں داخل ہوگا۔ پس امر کیا کہ اس سعید کو شہید کر دیں۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین

جلد دوم ص ۲۸۹ مطبوعہ دہلی)

اس روایت سے واضح ہوا۔ کہ جو شخص تقیہ نہ کرے۔ اور حق پر استقامت کی وجہ سے اگر اسے مار دیا جائے۔ تو اس کی یہ موت شہادت کی موت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام کی استقامت کا یہ عالم ہے۔ کہ جان دے دی۔ لیکن تقیہ نہ کیا۔ تو ایسے غلام کے آقا اللہ کے شیر اور خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت کا کیا مقام ہوگا۔ پھر ان کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے لوگوں سے ڈرتے ہوئے حق کو چھپائے رکھا۔ اور ساری زندگی تقیہ کی زندگی بسر کی۔ کب درست ہو سکتا ہے؟

دلیل دوازدہم:

تہذیب المتین:

مؤلف کہتا ہے۔ یہ بھی ویسے ہی حکایت ہے۔ جیسے کہ مغیرہ بن شعبہ

نے ابتدائے خلافت میں آنحضرت کو صلاح دی تھی۔ کہ ابی معاویہ کو امارات شام پر بحال رکھیں۔ بعد چندے جبکہ اساس خلافت محکم ہو جائے معزول فرمائیں۔ اور حضرت نے فرمایا تھا۔ کہ ماکنت متخذ المضلین عضدا۔ میں گمراہوں کو کبھی مددگار نہ بناؤں گا۔ ایسے ہی یہ امور ہیں جن پر بعض کوتاہ بینوں نے جن کی نظر دنیا اور فوائد دنیا پر محصور تھی۔ گرفت کی ہے۔ کہ یہ امور آئین ملک داری و سیاست کے خلاف ہیں۔ حضرت امیر المومنین نے جو جواب اس مقام پر دیا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ وہ حضرت احکام شرع میں تھوڑا سا مداہنہ روا نہ رکھتے اور حدود شرعیہ سے ذرا بھی تجاوز نہ فرماتے۔ خواہ کوئی ناراض ہو جائے یا باغی ہو جائے الحق نیابت رسول اس کو کہتے ہیں۔ اور امارات حقہ حقیقیہ اس کا نام ہے۔ وہ حضرت امام مسلمین و معین الدین تھے۔ کس طرح قیود دین کے پابند ہوتے اور کتاب و سنت کی کیونکر پیروی نہ فرماتے۔ خلافت پیغمبر کوئی سلطنت کسریٰ و قیصر نہ تھی۔ کہ جس طریق میں کار روائی ہوتی نظر آئی اختیار کیا۔ جہاں نقصان کا کانٹا پیر میں چبھا چھوڑ دیا۔ جیسا کہ اور لوگوں کا شیوہ تھا۔

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین
جلد دوم ص ۲۹۱ مطبوعہ یوسفی دہلی مولفہ
مولوی سید مظہر حسین صاحب)

اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق کے مقابلہ میں کسی کی کوئی رعایت اور کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی گمراہوں سے کبھی مدد کے طلبگار ہوئے۔ چاہے نقصان بے تحاشا ہو جائے۔ یہی اعلان حق ہے۔ اور یہی طریقہ تقیہ کا بھرپور رد کرتا ہے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر جو لوگ تقیہ کرنے

کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ جھوٹے اور مطلب پرست لوگ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا روحانی طور پر کوئی تعلق نہیں۔

دلیل سیزدہم:

تفسیر منہج الصادقین:

سفیان ثوری فرمود کہ ہر کہ قلمے برائے ظلمہ بتراشد یا سیاہی در دوات ایشاں کند یا کاغذے بدست ایشاں دہد تا درا وچیزے کہ موجب ظلم باشد بنویسند باایشاں شریک باشد حاصل کہ حق تعالیٰ از فرط رحمت خود بر بندگاں می فرماید کہ میل اندک بظلم مکنید چہ جائے بسیار (فتمسکم النار) پس برسد بشما آتش دوزخ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۴۷۵
مطبوعہ تہران پارہ ۱۲)

ترجمہ:

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ جو قلم ظلم کی نیت سے تراشا گیا۔ یا کسی نے ظالموں کی دوات میں سیاہی ڈالی۔ یا کوئی کاغذان کے ہاتھ میں پکڑایا۔ تاکہ وہ ظالم اس میں کوئی ظلم کا باعث تحریر کریں۔ قرآن کی ان صورتوں میں مدد کرنے والا ان کے ظلم میں برابر کا شریک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بیش بہا رحمت کی وجہ سے فرماتا ہے۔ ظلم کی طرف معمولی رجحان بھی نہ رکھو۔ چہ جائیکہ ظلم عظیم کی طرف رجحان ہو۔ اگر ایسا ہوا۔ تو تم دوزخ کی آگ میں پہنچو گے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ ظالم کی اتنی مدد کرنا جو بظاہر معمولی ہے۔ یعنی اس کو قلم پکڑا دیں

یا اس کی دوات میں سیاہی ڈالیں۔ یہ بھی جہنم میں جانے کا سبب بن جائے گی۔ تو اس کا خیال رکھتے ہوئے ذرا اس بات کا اندازہ لگائیں۔ کہ اگر خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم بقول شیعہ غاصب اور ظالم تھے۔ تو ساری زندگی ان کا معاون بنے رہنا اور ان کا مشیر ہونا کتنا بڑا جرم ہوگا۔ جو ناقابل معافی ہوگا۔ اور اس معاون و مشیر کے جہنمی ہونے میں کیا کسر باقی رہ گئی ہو گئی؟ حاشا وکلا! نہ خلفائے ثلاثہ ظالم و غاصب تھے۔ اور نہ ہی ان کے معاون و مشیر جہنم کی ہوا کھائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی جو معاونت فرمائی۔ وہ اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ یہ حضرات حق پر تھے۔ اور حضرت علی نے حق پر انہیں سمجھتے ہوئے ان کا تعاون فرمایا۔ اور خلیفہ ثانی جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنی لخت جگر حضرت ام کلثوم کا نکاح میں دینا بھی اسی حقانیت کا آئینہ دار تھا۔ لہذا معلوم ہوا کہ باطل کے سامنے تقیہ کرتے ہوئے جھکنا نہ چاہیئے۔ اور کلمہ حق کہنا اور اس پر عمل کرنے میں جو مصائب و آلام پیش آئیں۔ ان کو ہنسی خوشی برداشت کرنا چاہیئے۔

دلیل چہاردہم:

تفسیر منہج الصادقین:

از پیغمبر مروی است کہ اِذَا ظَهَرَتِ الْبِدَعُ فِي أُمَّتِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۲۹۸
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب میری امت میں بے دینی کا عام ظہور ہو جائے۔ تو ایسے میں ہر عالم دین کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیئے۔ اور

جو ایسا نہ کرے۔ اس پر اللہ کی لعنت۔

معلوم ہوا۔ جب بدعت کا عام چرچا ہو۔ تو ہر عالم دین پر علم کا اظہار لازم ہو جاتا ہے۔ ورنہ اس پر خدا کی لعنت ہو گی جس کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ ایسے وقت میں تقیہ سے کام لینا حرام ہے۔ ورنہ جہنم کی آگ میں جانا پڑے گا اسی حدیث کے مضمون کے تحت ہم شیعہ حضرات سے یہ دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ ان کے بقول جب خلفائے ثلاثہ کا زمانۂ خلافت بدعات کی ایجاد کا زمانہ تھا۔ اور ہر قسم کی بدعات کا عام چرچا تھا۔ تو اس دور کے سب سے بڑے عالم دین، باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے یہی وہ شخصیت ہیں۔ جن کے بارے میں مخبر صادق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اَلْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ (ہمیشہ حق علی کے ساتھ اور علی ہمیشہ حق کے حامی رہے۔) اس دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا۔ اور جس طرح عملی زندگی بسر فرمائی۔ وہ اس بات کی بین دلیل ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو آپ برحق سمجھتے تھے۔

اگر یہ نہ مانا جائے۔ تو پھر آپ کے اقوال و اعمال از اول تا آخر تقیہ کی شکل میں متشکل نظر آئیں گے۔ اور آپ اعلیٰ درجہ کے تقیہ باز ہوں گے۔ اگر یہ درست ہو۔ تو معاذ اللہ اس فرقہ شیعہ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہنمی ہو گئے۔

اس کے برخلاف اہل سنت و جماعت کا عقیدہ کتنا ستھرا اور مہذب ہے۔ کہ ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر لعنت کرنے والے کو بھی ملعون کہتے ہیں۔

اور آپ نے جو حق دیکھا۔ حق سمجھا۔ اسی کی تائید و نصرت فرمائی۔ اور باطل کی سرکوبی میں کوشاں رہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین

بخشش اور دُعاء کے وقت تبرّا اور لعنت

فرضی نماز کے بعد لعنت :-

فروع کافی :

عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ ثُوَیْرٍ وَاَبِیْ سَلَمَةَ السَّرَّاجِ قَالَا سَمِعْنَا اَبَاعَبْدِاللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَهُوَ یَلْعَنُ فِیْ دُبُرِ کُلِّ مَکْتُوْبَةٍ اَرْبَعَةً مِّنَ الرِّجَالِ وَاَرْبَعًا مِّنَ النِّسَآءِ فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ وَمُعَاوِیَةُ وَیُسَمِّیْهِمْ وَفُلَانَةُ وَفُلَانَةُ وَهِنْدُ وَاُمُّ الْحَکَمِ اُخْتُ مُعَاوِیَةَ۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۳۴۲ کتاب الصلوۃ
باب التعقیب بعد الصلوٰۃ والدعاء مطبوعہ
تہران طبع جدید)
(۲۔ فروع کافی جلد اول کتاب الصلوٰۃ
ص ۲۰۳ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہر فرضی نماز کے بعد چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ مرد چار یہ تھے۔ خلفائے ثلاثہ اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) عورتیں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ مرد چار یہ تھے۔ خلفائے ثلاثہ اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) عورتیں چار یہ تھیں۔ حضرت عائشہ و حضرت حفصہ و ہند و ام الحکم ہمشیرہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہن) ان کے نام لے کر لعنت کرتے تھے۔

تہذیب الاحکام:۔

عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ ثُوَیْرٍ وَ اَبِیْ سَلَمَۃَ السَّرَّاجِ قَالَا سَمِعْنَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ وَهُوَ یَلْعَنُ فِیْ دُبُرِ کُلِّ مَکْتُوْبَۃٍ اَرْبَعَۃً مِّنَ الرِّجَالِ وَ اَرْبَعًا مِّنَ النِّسَآءِ التَّیْمِیُّ الْعَدَوِیُّ وَ فُلَانٌ وَ مُعَاوِیَۃُ وَ یُسَمِّیْهِمْ وَ فُلَانَۃُ وَ فُلَانَۃُ وَ هِنْدٌ وَ اُمُّ الْحَکَمِ اُخْتُ

مُعَاوِیَۃَ۔

(تہذیب الاحکام جلد اول باب کیفیۃ الصلوۃ
وصفتہا ص ۲۲۷ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:۔
(بحذف الاسناد) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہر فرض کے
بعد چار مردوں اور چار عورتوں کے علیحدہ علیحدہ نام لے کر ان پر لعنت کیا
کرتے تھے۔ چار مرد یہ تھے۔ (تیمی (ابوبکر صدیق) العدوی (عمر فاروق)
اور عثمان غنی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم)۔ چار عورتیں یہ تھیں۔ حضرت
عائشہ، حفصہ، ہند اور حضرت معاویہ کی ہمشیرہ ام الحکم۔ (رضی اللہ عنہن)

تنبیہ:۔

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں مردوں میں سے صرف امیر معاویہ اور عورتوں
میں سے ام حکم ہمشیرہ امیر معاویہ کا ذکر صراحت سے ملتا ہے۔ ان کے علاوہ تین مرد
اور تین عورتوں کا نام صراحتہً نہیں۔ بلکہ اجمالی طور پر مذکور ہے۔ لیکن ان کی کتب میں بعض
جگہ ان مردوں اور عورتوں کی صراحت موجود ہے۔ اس لیے ہم نے ترجمہ میں فلاں و فلانہ
کی بجائے وہی نام لکھے ہیں۔ جو ان کی مراد تھے۔
قارئین کرام! اس مذہب کی بے ہودگی اور ناپاکی کا اندازہ کیجئے۔ جس میں ہر فرض
نماز ادا کرنے کے بعد نہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی کی درخواست، نہ مومنین کے بھلے
کا سوال اور نہ ہی قبولیت نماز کے لیے دعا مانگی جاتی ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
سسرال، داماد اور آپ کی ازواج مطہرات پر لعنت کہی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس
بُرے اور ناپاک مذہب سے ہر مومن کو بچائے۔

نوٹ: ہوسکتا ہے۔ کہ آپ حضرات کے خیال میں ایک بات آئے۔ یا شیعہ خود کہیں کہ کبھی کسی نے نماز کے بعد ان کی زبان سے یہ الفاظ سُنے؟ اگر نہیں۔ تو مذہب شیعہ پر یہ بہتان ہے۔ تو اس کا جواب بڑا آسان ہے۔ ایک یہ کہ جو روایت ذکر کی گئی ہے۔ وہ ہماری (اہل سنت) نہیں۔ اور نہ ہی ہم اس کے راوی ہیں۔ کتاب بھی تمہاری، مصنف بھی تمہارا اور راوی بھی تمہارا۔ ہم تو صرف ناقل ہیں۔ اس لیے اگر گھر کا بھیدی کوئی بات بتاتا ہے۔ اور اسے گھر والے مزے لے کر پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ تو پھر اس کی صحت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگ یہ سب کچھ بطور تقیہ کرتے ہیں۔ اگر اعلانیہ کریں۔ تو تقیہ کی مخالفت لازم آتی ہے۔ جو کہ مذہبِ امامیہ میں قطعاً جائز نہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے۔ کہ نماز مفروضہ کے بعد جو بھی دُعا مانگی جاتی ہے۔ یہ اس کے قبولیت کے اوقات میں سے ایک وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دعاء کو قبول فرماتا ہے۔ کتنی دشمنی ہے ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین سے۔ مومن اس وقت اللہ سے دعا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبولیت کی خوشخبری دیں۔ لیکن ان کی قسمت میں کہاں دعا مانگنا؟ کہاں اس کی قبولیت میسر آنا اور کہاں مومنین کی مطابقت چاہنا؟ جیسے یہ خود ویسے ہی کاموں سے انہیں پیار و محبت۔ دعا و استغفار کے وقت ان کی زبانوں اور دلوں میں تبرا بازی اور مسلمانوں پر لعنت کے الفاظ..... اللہ ان سے اور ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

سنی میت کی نماز جنازہ میں دعا کی جگہ اس کے لیے لعنت

فروع کافی:-

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ مَاتَ فَخَرَجَ الْحُسَیْنُ ابْنُ عَلِیٍّ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا یَمْشِیْ مَعَہٗ فَلَقِیَہٗ مَوْلًی لَہٗ فَقَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَیْنَ تَذْھَبُ یَا فُلَانُ قَالَ فُلَانٌ فَقَالَ لَہٗ مَوْلَاہُ اُفِرُّ مِنْ جَنَازَۃِ ھٰذَا الْمُنَافِقِ اَنْ اُصَلِّیَ عَلَیْہَا فَقَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُنْظُرْ اَنْ تَقُوْمَ عَلٰی یَمِیْنِیْ فَمَا تَسْمَعُنِیْ اَقُوْلُ فَقُلْ مِثْلَہٗ فَلَمَّا اَنْ کَبَّرَ عَلَیْہِ وَلِیُّہٗ قَالَ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ فُلَانًا عَبْدَکَ اَلْفَ لَعْنَۃٍ مُؤْتَلِفَۃٍ غَیْرِ مُخْتَلِفَۃٍ اَللّٰھُمَّ اَخْزِ عَبْدَکَ فِیْ عِبَادِکَ وَ بِلَادِکَ وَاَصْلِہٗ حَرَّ نَارِکَ وَ اَذِقْہُ اَشَدَّ عَذَابِکَ فَاِنَّہٗ

كَانَ يَتَوَلّٰى اَعْدَآئَكَ وَ يُعَادِىْ اَوْلِيَآئَكَ وَيَبْغُضُ اَهْلَ بَيْتِ نَبِيّكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔

(۱۔فروع کافی کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الناصب جلد ۳ ص ۱۸۹ مطبوعہ تہران طبع جدید حدیث ۲)

(۲۔من لا یحضرہ الفقیہ باب الصلوٰۃ علی المیت جلد ۱ ص ۱۰۵ حدیث ۳۷ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ ایک منافق مر گیا ۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ اس کی میت کے ساتھ روانہ ہوئے ۔ راستہ میں آپ کا غلام آپ کو ملا ۔ حضرت امام حسین نے اس سے پوچھا ۔ کدھر جا رہے ہو ۔ اس غلام نے کہا ۔ میں اس منافق (سنی) کے جنازے میں شرکت کرنے سے بھاگ رہا ہوں ۔ امام نے فرمایا (بھاگو نہ) بلکہ اس کی نماز جنازہ میں میری دائیں طرف کھڑے ہو جانا ۔ اور جو کچھ میں پڑھوں ۔ تم بھی نماز جنازہ میں وہی پڑھنا ۔ پھر جب اس میت کے ولی نے تکبیر تحریمہ کہی ۔ تو امام حسین نے بھی اللہ اکبر کہا ۔ بعد میں امام نے یہ کہا ۔ "اے اللہ ! اس میت پر لگاتار ہزار لعنتیں بھیج ۔ اے اللہ ! اس کو تو اپنے بندوں اور شہروں میں ذلیل و رسوا کر ۔ اس کو دوزخ کی آگ میں ڈال ۔ اس کو اپنا عذاب چکھا ۔ کیونکہ یہ تیرے دشمنوں سے یارانہ رکھتا تھا ۔ اور تیرے دوستوں سے اسے عداوت تھی ۔ اور تیرے نبی کے اہل بیت سے بغض رکھتا تھا ۔"

فروع کافی:۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَاتَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ فَخَرَجَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَمْشِیْ فَلَقِیَ مَوْلًى لَهٗ فَقَالَ لَهٗ اِلٰى اَيْنَ تَذْهَبُ فَقَالَ اَفِرُّ مِنْ جَنَازَةِ هٰذَا الْمُنَافِقِ اَنْ اُصَلِّیَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ اِلٰى جَنْبِیْ فَمَا سَمِعْتَنِیْ اَقُوْلُ فَقُلْ مِثْلَهٗ قَالَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَخْزِ عَبْدَكَ فِیْ عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ اَللّٰهُمَّ اَصْلِهٗ حَرَّ نَارِكَ اَللّٰهُمَّ اَذِقْهُ اَشَدَّ عَذَابِكَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَتَوَلّٰى اَعْدَآءَكَ وَيُعَادِیْ اَوْلِيَآءَكَ وَيُبْغِضُ اَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

(فروع کافی کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ
علی الناصب جلد ۳ ص ۱۸۹ مطبوعہ تہران
طبع جدید حدیث ۲)

اس حدیث کا ترجمہ وہی ہے۔ جو اس سے پہلی کا ترجمہ تھا۔ اس لیے دوبارہ لکھنا ضروری نہ سمجھا۔

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا صَلَّيْتَ عَلٰى عَدُوِّ اللّٰهِ فَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانًا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ اِلَّا

اَنَّہٗ عَدُوٌّ لَّکَ وَلِرَسُوْلِکَ اَللّٰھُمَّ فَاحْشُ قَبْرَہٗ نَارًا وَاحْشُ جَوْفَہٗ نَارًا وَعَجِّلْ بِہٖ اِلَی النَّارِ فَاِنَّہٗ کَانَ یَتَوَلّٰی اَعْدَآءَکَ وَیُعَادِیْ اَوْلِیَآءَکَ وَیُبْغِضُ اَھْلَ بَیْتِ نَبِیِّکَ اَللّٰھُمَّ ضَیِّقْ عَلَیْہِ قَبْرَہٗ فَاِذَا رُفِعَ فَقُلْ اَللّٰھُمَّ لَا تَرْفَعْہُ وَلَا تُزَکِّہٖ۔

(۱۔ فروع کافی کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الناصب ص ۱۸۹ جلد ۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ باب الصلوٰۃ علی المیت جلد ۱ ص ۱۰۵ حدیث ۲۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب تو کسی اللہ کے دشمن کا جنازہ پڑھے۔ تو یہ کہہ۔ اے اللہ! اس فلاں نامی میت کے بارے میں مجھے صرف اتنا ہی علم ہے۔ کہ وہ تیرا اور تیرے رسول کا دشمن تھا اے اللہ! اس کی قبر کو آگ سے بھر دے۔ اس کے پیٹ کو آگ سے بھر دے۔ اور جلدی سے اسے آگ میں ڈال دے۔ کیونکہ تیرے دشمنوں سے دوستی کرتا تھا۔ اور تیرے دوستوں سے عداوت رکھتا تھا۔ اور تیرے نبی کی اہل بیت سے بغض رکھتا تھا۔ اے اللہ! اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دے۔ پھر جب اس کا جنازہ دفن کرنے کے لیے اٹھایا جائے۔ تو یوں کہو ۔ اے اللہ! اس کے گناہوں کو

اس سے نہ اٹھانا۔ اور نہ ہی اسے گناہوں سے پاک کرنا۔

فروع کافی:۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَحَدِهِمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ اِنْ كَانَ جَاهِدًا لِلْحَقِّ فَقُلِ اَللّٰهُمَّ اَمْلَأْ جَوْفَهُ نَارًا وَ قَبْرَهُ نَارًا وَ سَلِّطْ عَلَيْهِ الْحَيَّاتِ وَ الْعَقَارِبَ۔

(فروع کافی کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الناصب جلد سوم ص ۱۸۹ تا ۱۹۰ مطبوعہ تہران طبع جدید حدیث ۵)

ترجمہ:۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ اگر کوئی حق کا منکر ہو۔ (یعنی حضرت علی کی خلافتِ بلافصل کو نہ مانے) (تو ایسے شخص کے مرنے کے بعد اس کی نماز جنازہ میں) یوں کہو۔ اے اللہ! اس کے پیٹ میں اور اس کی قبر میں آگ بھر دے۔ اور اس پر سانپ بچھو مسلط کر دے۔

تنبیہ:

نماز جنازہ اُن مسلمانوں کا ایک اخلاقی اور اسلامی حق ہے۔ جو ہمیں چھوڑ کر دوسری دنیا میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اور اس حق کی ادائیگی ان کے حق میں دعائے مغفرت

کی صورت میں ہوتی ہے۔ جسے فقہی اصطلاح میں فرض کفایہ کہا جاتا ہے۔ لیکن شیعہ لوگوں کی بدنصیبی دیکھیئے۔ کہ اس حق کی ادائیگی مغفرت کی بجائے مرنے والے کے لیے لعنت بھیج کر کرتے ہیں۔ اور اللہ سے اُسے جہنم میں ڈالنے کی بھرپور درخواست کرتے ہیں پھر اس بدنصیبی پر رونا اس لیے آتا ہے۔ کہ انہوں نے اس طرز کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اس عقیدہ کی انتہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر کی ہے۔ وہ امام مظلوم جنہوں نے اپنا کنبہ میدان کربلا میں شہید کروایا۔ لیکن باطل کے سامنے جھکنا گوارا نہ کیا۔ ایسی عظیم شخصیت کے متعلق یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ تقیہ کر کے ڈرتے ڈرتے کسی سُنی کے جنازے میں شامل ہوں۔ اور پھر اس کی مغفرت کی دعا کی جائے اس پر لعنت بھیجیں۔ اور دوزخی ہونے کی درخواست کریں۔ خدا کی قسم! یہ فعل ائمہ اہل بیت کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ شیعہ لوگوں نے اپنی طرف سے ایسے فرضی واقعات بنائے۔ اور ان کی نسبت ان عظیم شخصیات کی طرف کر دی لہٰذا اے سنیو! اگر دنیا سے رخصتی کے وقت اللہ کے ہاں سرخروئی چاہتے ہو۔

تو کسی شیعہ سے بناوٹی دوستی بھی نہ رکھو۔ ورنہ اس بناوٹی تعلق کی بنا پر وہ تمہارے جنازہ پر آ کر دعائے مغفرت کی جگہ لعنت کا ورد کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے تمہارے حق میں بددعا کریں گے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے ائمہ کی ہدایات پر ضرور عمل کرنا ہے۔ اور تمہیں دوزخی بنا کر چھوڑنا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری کے وقت شیعوں کی پسندیدہ دعا

تہذیب الاحکام:

لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ خَالَفَکَ وَ لَعَنَ اللّٰہُ مَنِ افْتَرٰی عَلَیْکَ وَ ظَلَمَکَ وَغَصَبَکَ وَ مَنْ بَلَغَہٗ ذٰلِکَ فَرَضِیَ بِہٖ اَنَا اِلَی اللّٰہِ مِنْھُمْ بَرِیْءٌ وَلَعَنَ اللّٰہُ اُمَّۃً خَالَفَتْکَ وَ اُمَّۃً جَحَدَتْ وِلَایَتَکَ وَ اُمَّۃً تَظَاھَرَتْ عَلَیْکَ وَ اُمَّۃً قَاتَلَتْکَ وَ اُمَّۃً خَذَلَتْکَ وَخَذَلَتْ عَنْکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ النَّارَ مَثْوَاھُمْ وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ۔

(۱۔ تہذیب الاحکام باب فی زیارت علی علیہ السلام جلد ۶ ص ۲۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ثانی ص ۹ کتاب المزار مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:-

جس نے آپ کی مخالفت کی، جس نے آپ پر جھوٹ باندھا جس نے آپ پر ظلم کیا، جس نے آپ سے خلافت چھینی سب پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور جس شخص کو ان باتوں کا علم ہوا۔ اور وہ ان پر خوش ہوا۔ اس پر بھی لعنت۔ میں ان تمام سے بیزار ہوں۔ اس گروہ پر جس نے آپ کی مخالفت کی، جس نے آپ کی ولایت کا انکار کیا، جس نے آپ پر چڑھائی کی، جس نے آپ کو شہید کیا، جس نے آپ سے لڑائی کی، جس نے آپ کی رسوائی چاہی۔ جس نے آپ کی نصرت چھوڑ دی ان سب پر بھی اللہ کی لعنت۔ سب خوبیاں اس اللہ کے لیے جس نے دوزخ کو ان کا ٹھکانہ بنایا۔ اور وہ کیسا برا ٹھکانہ ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار پر شیعوں کی دعا

تحفۃ العوام:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر دو رکعت نماز پڑھے۔ اور یہ دعا کہے

اَللّٰهُمَّ خُصَّ اَنْتَ اَوَّلَ ظَالِمٍ بِاللَّعْنِ مِنِّيْ وَ ابْدَأْ بِهٖ اَوَّلًا ثُمَّ الثَّانِيْ ثُمَّ الثَّالِثُ ثُمَّ الرَّابِعُ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ يَزِيْدُ ابْنَ مُعَاوِيَةَ خَامِسًا وَ الْعَنْ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَ ابْنَ مَرْجَانَةَ وَ عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ وَ شِمْرًا وَ اٰلَ اَبِيْ سُفْيَانَ وَ اٰلَ زِيَادٍ وَ اٰلَ مَرْوَانَ اِلٰى يَوْمِ

الْعَيْلَمَةِ۔

(تحفۃ العوام باب بیسواں ماہ محرم کے
اعمال میں ص ۱۷۸ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم

ترجمہ:۔

اے اللہ! خاص کر سب سے پہلے ظالم پر میری طرف سے لعنت بھیج۔ اس پر پہلے لعنت شروع ہو۔ پھر دوسرے تیسرے اور چوتھے پر۔ اے اللہ! یزید بن معاویہ پر پانچویں نمبر پر لعنت بھیج۔ اور عبید اللہ بن زیاد ابن مرجانہ، عمر بن سعد شمر، آل ابی سفیان، آل زیاد اور آل مروان پر تا قیامت لعنت بھیج۔

تنبیہ:۔

اول، دوم، سوم اور چوتھے سے مراد بالترتیب ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ (العیاذ باللہ)

اہل انصاف غور فرمائیں۔ کہ نیک بندوں اور اللہ کے دوستوں کے مزارات پر حاضری دینے والے اپنی بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور مشکلات میں آسانی کی دعائیں مانگتے ہیں۔ لیکن شیعہ حضرات کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت میں لعنت و تبرا بازی لکھ دی ہے۔ دیکھئے کہ جب یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزارات مقدسہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ تو انہیں اپنی مغفرت کی دعا مانگنا نصیب نہیں ہوتی۔ بلکہ وہاں ان کی عادت یہ ہوتی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال داماد اور دیگر متعلقین بارگاہ نبوت پر لعن طعن کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے ایسے مقامات پر حاضری مغفرت کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ وہ توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ اور شیعوں کی

کی قسمت میں اس کی بجائے نیکوں پر لعنت و تبرا آتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ان لوگوں کی تبرا بازی اور لعنت کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی شکل میں ان کے لیے نمودار ہوا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے بڑے اپنی کتب میں یہاں تک لکھ گئے۔ کہ بوقتِ ضرورت تقیہ کرتے ہوئے ائمہ اہل بیت پر گالی گلوچ کرنا جائز ہے۔ چنانچہ اسی موضوع پر ایک الگ فصل میں چند حوالہ جات سپرد قلم کیے جاتے ہیں۔ جن سے آپ ہماری مذکورہ باتوں کی تصدیق کریں گے۔

☆

فصل ہفتم

ائمہ اہل بیت پر بصورت تقیہ لعنت جائز ہے

نہج البلاغۃ:

اَلَا وَاِنَّہٗ سَیَأْمُرُکُمْ بِسَبِّیْ وَالْبَرَاءَۃِ مِنِّیْ فَاَمَّا السَّبُّ فَسُبُّوْنِیْ فَاِنَّہٗ لِیْ زَکٰوۃٌ وَلَکُمْ نَجَاۃٌ وَاَمَّا الْبَرَاءَۃُ فَلَا تَتَبَرَّؤُوْا مِنِّیْ فَاِنِّیْ وُلِدْتُ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَسَبَقْتُ اِلَی الْاِیْمَانِ وَالْھِجْرَۃِ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۵۷ ص ۹۲ چھوٹا سائز طبع بیروت، طبع جدید)

ترجمہ:-

سنو! عنقریب لوگ تمہیں مجھ پر تبرا بازی اور مجھے گالی گلوچ دینے کا حکم کریں گے۔ تو گالی بے شک دے دینا۔ کیونکہ یہ میرے حق میں ذریعہ نجات ہوگا۔ لیکن تبرا بازی نہ کرنا کیونکہ میں فطرت اسلام پر پیدا کیا گیا

ہوں۔ اور ایمان و ہجرت میں مجھے اولیت حاصل ہے۔

اصول کافی:

عَنْ مِسْعَدَةَ بْنِ صَدَقَةَ قَالَ قِيلَ اِنَّكُمْ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى سَبِّيْ فَسُبُّوْنِيْ ثُمَّ تُدْعَوْنَ اِلَى الْبَرَاءَةِ مِنِّيْ فَلَا تَبَرَّؤُوْا مِنِّيْ فَقَالَ مَا اَكْثَرَ مَا يَكْذِبُ النَّاسُ عَلٰى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا سَتُدْعَوْنَ اِلٰى سَبِّيْ فَسُبُّوْنِيْ ثُمَّ سَتُدْعَوْنَ اِلَى الْبَرَاءَةِ مِنِّيْ وَاِنِّيْ لَعَلٰى دِيْنِ مُحَمَّدٍ وَلَمْ يَقُلْ لَا تَبَرَّؤُوْا مِنِّيْ ۔

(۱۔ اصول کافی جلد دوم ص ۲۱۹ مطبوعہ تہران طبع جدید حدیث ۱۰)

(۲۔ اصول کافی ص ۴۸۴ طبع قدیم مطبوعہ نولکشور)

(۳۔ تفسیر لوامع التنزیل پارہ ۱۴ ص ۲۸۵ تحت آیت الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان۔)

ترجمہ:۔

مسعدہ بن صدقہ کہتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں منبر پر فرمایا۔ لوگو! بہت جلد تمہیں مجھے گالی دینے کے لیے کہا جائے گا۔ تو ایسے وقت میں مجھے

گالی دے لینا۔ پھر تمہیں اس بات کی طرف بلایا جائے گا۔ کہ مجھ پر تبرا بازی کرو۔ تو تبرا بازی نہ کرنا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کتنا جھوٹ تھوپتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ حضرت علی نے تو یوں فرمایا تھا۔ تم جلد ہی میرے سب و شتم کی طرف بلائے جاؤ گے۔ تو تم مجھے سب و شتم کر لینا۔ پھر تم کو مجھ پر تبرا بازی کی طرف بلایا جائے گا۔ بیشک میں طریقۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں۔ آپ نے یہ نہ فرمایا۔ کہ تم مجھ سے تبرا نہ کرنا۔

رجال کشی:۔

عَنِ ابْنِ مَسْكَانَ قَالَ سَمِعْتُ زُرَارَةَ يَقُوْلُ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا جَعْفَرَ وَ اَمَّا جَعْفَرُ فَاِنَّ فِيْ قَلْبِيْ عَلَيْهِ لَعْنَةً فَقُلْتُ لَهٗ وَمَا حَمَلَ زُرَارَةَ عَلٰى هٰذَا قَالَ حَمَلَهٗ عَلٰى هٰذَا اَنَّ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَخْرَجَ فَمَازِيَهٖ۔

(رجال کشی زرارۃ بن امین ص ۱۳۱ مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ:۔

ابن مسکان نے کہا میں نے زرارۃ کو کہتے سنا۔ امام باقر رضی اللہ عنہ پر اللہ رحمت کرے۔ البتہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تو میرے دل میں ان پر لعنت ہے۔ ابن مسکان کہتا ہے۔ میں نے زرارۃ سے پوچھا۔ کہ تیرے دل میں امام جعفر کے بارے میں لعنت کیوں ہے؟ تو اس نے کہا۔ اس وجہ

سے کہ انہوں نے اپنے کمزور لوگوں کو نکال دیا تھا۔

خلاصہ کلام:

مذکورہ تین احادیث سے ثابت ہوا۔ کہ تقیہ ایک ایسی لعنت ہے۔ جس سے صحابہ کرام تو کجا خود حضرات ائمہ اہل بیت بھی اس کی زد میں آ گئے۔ شیعہ مسلک ایک ایسا مسلک ہے جس کا دار و مدار صرف ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی روایات پر ہے۔ پھر تعجب کی بات ہے۔ کہ جن کی شخصیات ان کے مسلک کے روح رواں ہیں۔ تبرہ بازی سے وہ بھی ان سے نہ بچ سکے۔ اہل بیت پر تقیہ بازی کا الزام لگانے سے ذرا بھر انہیں شرم نہ آئی۔ اور نہ ان پر لعنت بھیجنے کو جائز سمجھنے میں کوئی عار محسوس نہ کی۔ یہ بات کسی حد تک درست ہے۔ کہ جب کسی شخص کو بری عادت کی لت پڑ جاتی ہے۔ تو اپنا بیگانہ کوئی بھی اس سے بچ نہیں سکتا۔ شیعہ لوگوں کی رگ و پے میں صحابہ کرام پر تبرہ بازی سرایت کر چکی ہے۔ ان عظیم شخصیات پر لعنت۔ کرنا ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ تو اس خباثت سے ائمہ اہل بیت بھی نہ بچ سکے۔ یہ مسلک دنیا میں واحد مسلک ہے۔ جو اپنے پیشواؤں پر اپنے خود ساختہ قانون (تقیہ بازی) کے ذریعہ تبرا بازی کرنا جائز سمجھتا ہے۔ حالانکہ حدیث پاک میں ہے۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی۔ اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی۔ اس نے خدا کو گالی دی۔

جیسا کہ "امالی شیخ صدوق" میں ہے۔

امالی شیخ صدوق:

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ وَمَنْ سَبَّنِيْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰهَ۔

(امالی شیخ صدوق المجلس الحادی والعشرون ص۹۰ مطبوعہ قم طبع قدیم)

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے علی کو برا بھلا کہا۔ اس نے مجھے ایسا کہا۔ اور جس نے مجھے برا بھلا کہا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہا۔

حدیث بالا سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا، اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔

اہل انصاف غور فرمائیں۔ تقیہ جیسے گندے اور قبیح عقیدہ نے نہ اہل بیت کو معاف کیا۔ اور نہ صحابہ کرام کو چھوڑا۔ نہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی زد سے بچے۔ اور ان ظالموں نے اس مکروہ و قبیح عقیدہ سے اللہ رب العزت کی ذات مقدسہ کو بھی نہ چھوڑا۔ لہذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ ایسے عقیدہ کا اسلام میں قطعاً وجود نہیں۔ اور شریعت اسلامیہ کے لیے یہ عقیدہ زہر قاتل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی قباحت و کراہت سے محفوظ رکھے۔ آمین

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل ہشتم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفائے ثلاثہ سے سچی دوستی ایجاد تقیہ کی علت ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفائے ثلاثہ سے انتہائی عقیدت اور محبت تھی۔ ان حضرات کا آپ سے مشورہ طلب کرنا اور اپنی وزارت میں رکھنا اور پھر ان سے رشتہ ناطہ جوڑے رکھنا یہ تمام باتیں اس باہم محبت و عقیدت کا جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ لیکن جب شیعہ حضرات نے یہ تمام باتیں اپنی بے گانی کتب میں دیکھیں۔ تو سمجھنے لگے ان تمام باتوں کی موجودگی میں اصحاب ثلاثہ پر لعن طعن کرنے کا کوئی جواز نہیں ملتا۔ لہذا کوئی ایسی تجویز نکالی جائے۔ جس سے ان پر تبرا بازی کا راستہ صاف ہو سکے۔ اس لیے انہوں نے اس مذموم ارادے کو پورا کرنے کے لیے "تقیہ" کا استعمال کیا۔ اور کہا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو خلفائے ثلاثہ کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا۔ اور انہیں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ اور ان سے رشتے ناطے قائم کیے۔ یہ سب کچھ تقیہ کر۔ تے ہوئے کیا۔ دل۔ سے آپ خلفائے ثلاثہ کے بارے میں صاف نہ تھے۔ اور دلی محبت نہ تھی۔

لیکن کوئی بھی ذی شعور انسان اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ کہ حضرت علی
جو وہ اللہ کے شیر، کہلاتے تھے۔ اور جن کا اپنا دعویٰ ہے۔ کہ اگر میرے مقابلہ میں سارا
عرب آجائے۔ تو بھی ان کی گردنیں اڑا دوں۔ اور اس میں قطعاً سستی اور کاہلی نہ کروں
(نہج البلاغہ خطبہ ۴۵ ص ۴۱۸) اور یہ بھی فرمایا۔ کہ ہر مضبوط میرے سامنے کمزور ہے۔ اور ہر کمزور
میرے سامنے مضبوط ہے۔ اور ہر ایک کا حق میں اس کو دلا سکتا ہوں۔ (نہج البلاغہ خطبہ
ص ۸۱) ان جیسی عظیم شخصیت کے بارے میں یہ کہا جائے۔ کہ آپ نے ڈرتے ڈرتے
خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ اور اپنی لختِ جگر ام کلثوم
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عقد کیا۔

شیعہ عوام کو ان کے ذاکرین دریافت کرنے پر کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہماری کتابوں
میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ یونہی سنیوں نے ہمیں بدنام کرنے کے لیے یہ باتیں
تراشی ہوئی ہیں۔ اور محض پروپیگنڈا ہے حقیقت یہ نہیں۔ اس لیے میں نے خیال کیا
کہ بطور اختصار مذکورہ باتوں کی ایک ایک مثال ان کی معتبر کتابوں سے پیش کر دوں
تاکہ عوام و خواص دونوں اس حقیقت حال سے آگاہ ہو جائیں۔ اور حق و باطل کے درمیان
امتیاز ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیعت کر لینا

احتجاج طبرسی:

قَالَ فَلَمَّا وَرَدَتِ الْكِتَابُ عَلٰى اُسَامَةَ
اِنْصَرَفَ بِمَنْ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ
فَلَمَّا رَاٰى اِجْتِمَاعَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اِنْطَلَقَ
اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَقَالَ لَهُ مَا هٰذَا قَالَ لَهُ عَلِيٌّ هٰذَا مَا تَرٰى قَالَ اُسَامَةُ فَهَلْ بَايَعْتَهُ فَقَالَ نَعَمْ يَا اُسَامَةُ ۔

(۱۔ احتجاج طبرسی کتاب ابی قحافہ الی ابی بکر جلد اول ص ۱۱۵ مطبوعہ قم طبع جدید)
(۲۔ احتجاج طبرسی طبع قدیم مطبوعہ نجف اشرف ص ۵۶)

ترجمہ:۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے خطوط پہنچے تو آپ اپنے لشکر واپس مدینہ آ گئے۔ وہاں جب لوگوں کو بیعت کی خاطر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارد گرد جمع دیکھا تو حضرت اسامہ سیدھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے اور پوچھا۔ یہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ وہی ہے جو کچھ تو دیکھ آیا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا آپ نے بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے فرمایا۔ ہاں اے اسامہ!

حضرت علی المرتضیٰ کا صدیق اکبر کے پیچھے نماز پڑھنا

تفسیر قمی:۔

ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلّٰى خَلْفَ اَبِىْ بَكْرٍ۔

(۱۔ تفسیر قمی سورۃ روم زیر آیت فات ذی القربیٰ حقہ والمسکین الخ ص ۵۰۲ مطبوعہ ایران طبع قدیم ۱۳۱۳ھ)

(۲۔ احتجاج طبرسی احتجاج امیر المومنین علی ابی بکر و عمر ص ۶۰ طبع قدیم مطبوعہ نجف اشرف)

(۳۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۲۶ مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ اور نماز کی تیاری فرمائی مسجد میں جا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا فرمائی۔

ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا نکاح

منتخب التواریخ:

حدیث از طرق معتبرہ نقل نمودہ اند کہ جناب ام کلثوم دختر امیر المومنین علیہ السلام وفاطمہ زہرا علیہا السلام والدہ زید بن عمر ورقیہ بنت عمر در حیوٰۃ حضرت مجتبیٰ علیہ السلام در مدینہ طیبہ از دنیا رحلت فرمود و رحلت او و فرزندش زید در یک روز اتفاق افتاد و تقدم و تاخر موت احدہما نشد الی ان قال وام کلثوم بنت علی کہ نام شریفین در واقعہ در ہمہ جا مذکور می شود و خطب واشعار باو منسوب میگردد وام کلثوم دیگر است از سائر زوجات امیر المومنین علیہ السلام چوں علی القول الصحیح امیر المومنین علیہ السلام را از بنات دو زینب بود و دو ام کلثوم زینب کبریٰ زوجہ عبد اللہ بن جعفر بود و کلثوم کبریٰ زوجہ عمر بن الخطاب بود و ہر دو از صدیقہ طاہرہ بودند و زینب الصغریٰ وام کلثوم الصغریٰ از سائر امہات بوجود آمدند و شیخ حرور در وسائل شیعہ از عمار یاسر روایت کردہ اخرجت جنازۃ ام کلثوم بنت علیؑ وابنہا زید بن عمر وفی الجنازۃ الحسن والحسین وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن عباس والبو ہریرۃ فوضعوا جنازۃ الغلام مما یلی الامام والمراۃ ورائہ وقالوا ہذا ہو السنۃ۔

(منتخب التواریخ از محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی در حالات اولاد مخدرہ ص

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

معتبر طریقوں سے حدیث نقل ہے۔ کہ علی المرتضیٰ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہیں۔ اور ام کلثوم مذکورہ زید بن عمر اور رقیہ بنت عمر کی والدہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ام کلثوم کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا۔ ان کی اور ان کے بیٹے زید کی رحلت ایک ہی دن ہوئی۔ ان میں سے کسی کی موت کو دوسرے سے پہلے یا بعد نہیں کہا جاسکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم نامی جن کا واقعہ کربلا میں تذکرہ ملتا ہے اور کچھ اشعار اور خطبے بھی ان سے مروی ہیں۔ وہ ام کلثوم دوسری ہیں۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی سے تھیں۔ صحیح ترین اقوال کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں دو زینب نامی آپ کی صاحبزادیاں تھیں۔ اور دو ہی ام کلثوم نامی۔ زینب کبریٰ جو کہ عبداللہ بن جعفر کی بیوی تھیں۔ اور ام کلثوم کبریٰ جو کہ حضرت عمر بن خطاب کے نکاح میں تھیں یہ دونوں صاحبزادیاں حضرت فاطمۃ الزہرا صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ زینب صغریٰ اور ام کلثوم صغریٰ حضرت علی کی دوسری بیویوں میں سے تھیں۔ شیخ حرور دو وسائل شیعہ،، میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ ام کلثوم بنت علی اور ان کے بیٹے زید بن عمر کا جنازہ ایک ہی دن اٹھا۔ اس جنازہ میں امام حسن، حسین، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم بھی حاضر تھے۔ جنازہ رکھتے ہوئے یہ ترتیب تھی۔ کہ امام کے نزدیک حضرت زید بن عمر کی میت تھی۔ اور ان کے پیچھے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی میت تھی۔ اور لوگوں نے کہا سنت یہی ہے

تقیہ کے بے اصل ہونے پر بیان

از حجۃ الکاملین سند الواصلین حجۃ الاسلام

الشیخ العلامہ مولانا فضل الرحمان صاحب ساکن

مدینہ منورہ خلف الرشید شیخ العرب والعجم

علامہ ضیاء الدین صاحب مدفون جنت البقیع (مدینہ منورہ)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔

ترجمہ:

مقبولانِ بارگاہ خدا وہ لوگ ہیں۔ کہ اگر ہم انہیں زمین کی حکومت عطا کریں۔ تو وہ اقامتِ صلوۃ کا اہتمام کریں۔ اور ادائیگی زکوۃ کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب و مقبول لوگوں کی

چار علامات بیان فرمائیں۔ گویا یہ چار باتیں قرب خداوندی کی علامات ہیں ان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اُن لوگوں کو نہ کسی کا خوف روک سکتا ہے۔ اور نہ کوئی لالچ انہیں اس مقصد سے پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ وہ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔ کو مشعلِ راہ بنا کر اپنی منزل کی طرف گامزن رہتے ہیں۔ اور استقامت و عزیمت اُن کا وصفِ نمایاں ہوتا ہے۔

ایک طرف یہ نص صریح اور دوسری طرف اہل تشیع کا یہ عقیدہ کہ۔ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا تَقِیَّۃَ لَہٗ (یعنی جو تقیہ پر کاربند نہیں۔ وہ ایمان سے خالی ہے) دونوں باہم کس قدر متخالف اور متضاد ہیں۔ اور پھر جب یہ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ عقیدہ اہل بیت کرام کا ہے۔ تو آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ کیونکہ اہل بیت کرام کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایسی عظیم ذمہ داریوں سے کنارہ کش اور تارک ثابت کرنا، ظلم عظیم ہے۔ اسی تقیہ کے فضائل اور اہمیت کو یہاں تک اونچا کیا گیا۔ کہ ترکِ تقیہ، ترکِ نماز کی طرح ہے۔ یعنی تقیہ نہ کرنے والا کافر ہے۔ (کیونکہ ترک صلوٰۃ اہل تشیع کے نزدیک کفر ہے) پھر اسی پر بس نہیں بلکہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ان کی کتب اس عبارت کو اپنے ماتھے کا جھومر بنائے ہوئے ہیں۔

جامع الاخبار :

قَالَ صَادِقٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ اَذَاعَ عَلَیْنَا شَیْئًا مِنْ اَمْرِنَا فَھُوَ کَمَنْ قَتَلَنَا عَمَدًا وَلَمْ یَقْتُلْنَا خَطَاءً۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۸ / الفصل الثالث والاربعون فی التقیہ)

ترجمہ:

سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جس نے ہمارے کسی حکم اور ہماری کسی بات کو شائع کیا اور لوگوں کو اس کی اطلاع کی۔ تو اس نے ایسا کر کے اتنا جرم کیا۔ گویا ہمیں اس نے عمداً قتل کیا ہو۔ غلطی سے قتل نہ کیا ہو۔

ان عبارات میں "تقیہ" کی صرف حوصلہ افزائی ہی نہیں بلکہ اس کے ترک پر شدید وعیدات سنائی جا رہی ہیں اور یہ وعیدات ائمہ اہل بیت کی طرف سے پیش کرتے ہیں۔ کونسا وہ مسلمان ہوگا۔ جو ائمہ اہل بیت کے قتلِ عمد کا جرم قبول کرے ایسا کون ہوگا جو ایمان سے ہاتھ دھونا منظور کرے؟ اس لیے اگر کوئی مسلمان ان خرابیوں سے بچنا چاہتا ہے۔ تو اس کے لیے تقیہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ قرآن کریم کی مذکورہ آیت کا مضمون اور اہل تشیع کا مندرجہ بالا عقیدہ میں تضاد کسی جہالت کی بنا پر نہیں۔ بلکہ یہ ایک گھناؤنی چال ہے۔ (اور کھسیانی بلی کھمبا نوچے) کے مصداق جب وہ اہل سنت کے حقائق اور استدلالات کا جواب دینے کی کوئی صورت نہیں پاتے۔ تو اس ہتھیار کو استعمال کرتے ہیں۔ تھوڑی سی جھلک پیش خدمت ہے۔

اہل تشیع کا ایک عقیدہ: رجال کشی:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ کَانَ النَّاسُ اَھْلَ الرِّدَّۃِ بَعْدَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَام اِلَّا ثَلَاثَۃً فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَۃُ فَقَالَ الْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَاَبُوْ ذَرّ الْغِفَارِی وسلیمان الفارسی۔

(رجال کشی ص ۱۲)

ترجمہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تین آدمیوں کو چھوڑ
کر بقیہ تمام (صحابی) مرتد ہو گئے تھے۔ میں (راوی) نے عرض کیا۔
وہ تین کون تھے۔ فرمایا۔ مقداد بن اسود ابوذر غفاری اور سلمان فارسی
اس روایت کے پیش نظر خلفائے ثلاثہ (ابوبکر صدیق، عمر فاروق،
عثمان غنی) پر بھی ارتداد کا فتویٰ لگ گیا۔ اب اس کی توضیح یا تصدیق
کے لیے اہل سنت ان شیعوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ ان مرتدین۔
(معاذ اللہ) کی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بیعت کیوں کی؟
اور علی المرتضٰی کا ابوبکر صدیق کی بیعت کرنا خود انہیں بھی تسلیم ہے۔

حوالہ ملاحظہ ہو۔

احتجاج طبرسی ص۵۶ پر تحریر ہے۔

جب حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا خط حضرت اسامہ بن زید کو پہنچا۔
تو جناب اسامہ واپس مدینہ منورہ آ گئے۔ آتے ہی دیکھا کہ ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے اردگرد لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ یہ
دیکھ کر اسامہ سیدھے حضرت علی المرتضٰی کے پاس حاضر ہوئے
حاضری کے وقت کہا۔ یا علی! یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ اس پر حضرت
علی المرتضٰی بولے۔ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ هٰذَا مَا تَرٰى قَالَ
أُسَامَةُ فَهَلْ بَايَعْتَهُ فَقَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ:

یہ وہی کچھ ہو رہا ہے۔ جو تم دیکھ رہے ہو۔ (یعنی ابوبکر صدیق کی

بیعت ہو رہی ہے۔) اس پر اُسامہ بولے۔ تو کیا آپ نے بھی ابوبکر کی بیعت کر لی ہے؟ فرمایا ہاں۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر کی بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کی تھی۔ آپ نے بیعت کرنے کی وجہ خود اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمائی۔

نہج البلاغۃ:

فَنَظَرْتُ فِیْ اَمْرِیْ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ وَاِذَا الْمِیْثَاقُ فِیْ عُنُقِیْ لِغَیْرِیْ۔

(نہج البلاغۃ خطبہ ۳۷ ص ۸۱)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد میں نے اپنے معاملہ میں غور و فکر کیا۔ تو اس پر پہنچا۔ کہ میری طاعت، میری بیعت پر سبقت لے گئی۔ اس لیے کہ میری گردن میں غیر کے لیے عہد بندھا ہوا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس قول کی تفسیر و تشریح ایک شیعہ مجتہد کی زبانی سنیئے۔

شرح نہج البلاغۃ:

فَنَظَرْتُ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ اَیْ طَاعَتِیْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا اَمَرَنِیْ

بِهِ مِنْ تَرْكِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي لِلْقَوْمِ فَلَا سَبِيلَ اِلَى الْاِمْتِنَاعِ مِنْهَا۔

وَقَوْلُهُ وَاِذَا الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لِغَيْرِي۔ اَيْ مِيثَاقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَهْدِهِ اِلَيَّ بِعَدَمِ الْمُشَاقَّةِ وَقِيْلَ الْمِيثَاقُ مَا لَزِمَهُ مِنْ بَيْعَةِ اَبِي بَكْرٍ بَعْدَ اِيقَاعِهَا اَيْ فَاِذَا الْمِيثَاقُ الْقَوْمِ قَدْ لَزِمَنِي فَلَمْ يُمْكِنِّي الْمُخَالَفَةُ بَعْدَهُ۔

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم جلد دوم ص ۹۷ زیر خطبہ ۳۶)

ترجمہ:

میں نے غور و فکر کیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ میری طاعت، میری بیعت پر سبقت لے گئی۔ اس سے مراد وہ طاعت ہے۔ جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ لڑائی مت کرنا۔ آپ کا یہ حکم اس بات پر سبقت لے گیا۔ کہ میں لوگوں سے بیعت لیتا پھروں۔ اس لیے اب اس سے رکنے کا کوئی چارہ نہ رہا۔ اور حضرت علی المرتضٰی کا یہ فرمانا کہ "میری گردن میں میرے غیر کے لیے میثاق ہے،، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میثاق اور عہد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے لیا تھا۔ کہ لڑائی وغیرہ نہ کرنا۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ میثاق سے مراد یہ تھا۔ کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا لوگوں نے شروع کر دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ میثاق

لیا تھا۔ کہ تم بھی لازماً بیعت کر لینا۔ لہٰذا اب قوم کا بھاری تعداد میں بیعت کر لینا اتنا اہم ہے۔ کہ اس کے بعد میری مخالفت کرنا ناممکن ہو گیا۔

ان حوالہ جات کی روشنی میں جب اہل تشیع سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ اگر تمہاری عبارات کے مطابق ابوبکر صدیق بھی ان لوگوں میں شامل ہیں۔ جو معاذ اللہ اسلام سے روگردانی کر گئے تھے۔ تو ایسے کی بیعت کرنا حضرت علی المرتضیٰ کو کیسے زیب دیتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ علی المرتضیٰ نے ان کی بیعت کی۔ اور بموجب عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ اس کا جواب کوئی اور جب ان سے نہ بن سکا۔ تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کا بیعت کرنا بطور "تقیہ" تھا۔

اسی طرح جب ان سے یہ سوال کیا جاتا ہے۔ کہ کسی مرتد کے پیچھے نماز ایسی عبادت ادا نہیں ہوتی۔ حالانکہ حضرت علی المرتضٰے نے ابوبکر صدیق کی اقتداء میں نمازیں ادا فرمائیں۔ صاحب احتجاج طبرسی ص ۶۰ پر رقمطراز ہے

احتجاج طبرسی:

ثُمَّ قَامَ وَ تَہَیَّأَ عَلَی الصَّلٰوۃِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلّٰی خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ۔

(صاحب احتجاج طبرسی ص ۶۰)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اور نماز کی تیاری فرما کر مسجد میں تشریف لائے۔ اور ابوبکر صدیق کی اقتداء میں

نماز ادا فرمائی۔

اس کا جواب بھی وہی کہ حضرت علی المرتضیٰ نے نمازیں بطور تقیہ ادا کیں

ان کے عقائد و نظریات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور ابوبکر و عمر کے مابین دشمنی تھی۔ ایک دوسرے کو دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اس پر ان کی گرفت کی جاتی ہے۔ کہ اگر حقیقت حال ایسی ہی تھی۔ جیسی تم بیان کر رہے ہو۔ تو پھر درج ذیل حوالہ کا کیا جواب ہے۔

المبسوط فی فقہ الامامۃ:

وَرُوِیَ اَنَّ عُمَرَ تَزَوَّجَ اُمَّ کُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَصْدَقَھَا اَرْبَعِیْنَ اَلْفَ دِرْھَمٍ وَاَنَسَ بْنَ مَالِكٍ تَزَوَّجَ اِمْرَاَۃً عَلٰی عَشَرَۃِ اَلْفٍ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ زَوَّجَ بَنَاتَ اَخِیْہِ عُبَیْدِاللہِ کُلَّ وَاحِدَۃٍ عَلٰی عَشَرَۃِ اَلْفٍ وَتَزَوَّجَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ اِمْرَاَۃً فَاَصْدَقَھَا مِائَۃَ جَارِیَۃٍ مَعَ کُلِّ جَارِیَۃٍ اَلْفُ دِرْھَمٍ۔

(المبسوط فی فقہ الامامۃ جلد ۴ ص ۲۷۲)

ترجمہ:

مروی ہے۔ کہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم سے شادی کی۔ تو چالیس ہزار درہم حق مہر مقرر کیا۔ انس بن مالک نے بھی ایک عورت سے دس ہزار درہم حق مہر کے عوض نکاح کیا۔ ابن عمر نے اپنی بھانجیوں کی

شادی دس ہزار درہم فی کس حق مہر پر کی۔ امام حسن بن علی نے ایک عورت کا حق مہر سو لونڈیاں مقرر فرمایا۔ اور ہر لونڈی کے ساتھ ایک ہزار درہم ہی دینے کا وعدہ کیا۔

شیعہ مجتہد ابو جعفر طوسی اگرچہ حق مہر پر گفتگو کر رہا ہے۔ اور اس بارے دلائل پیش کر رہا ہے۔ کہ حق مہر بہت زیادہ مقرر کرنا جائز ہے۔ اسی ضمن میں وہ چند معروف نکاح بطور نمونہ پیش کرتا ہے۔ ان میں سے ایک شادی وہ بیان کی گئی۔ جو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور جناب فاروق اعظم کے مابین طے پائی۔ اس پر جب اہل تشیع سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ عمر بن الخطاب مسلمان نہ تھے۔ تو پھر علی المرتضٰی کی صاحبزادی ان کے نکاح میں دینا کس طرح جائز ہوا؟ جب اس کا کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔ تو یہاں بھی "تقیہ" آن دھمکتا ہے۔ تہذیب المتین ص ۲۰۴ جلد اوّل پر ہے "حضرت اس نکاح پر بدل راضی نہیں تھے۔ غلبہ اور دباؤ سے اس طرح مجبور و ملجا کئے گئے جیسے کہ دیگر امور میں مثل بیعت وغیرہ کے مجبور کیے گئے اور چار و ناچار ان کو یہ خیالی نکاح کرنا پڑا۔

ایک طرف حضرت علی المرتضٰی کی بے لبسی اور مجبوری کا یہ عالم کہ اپنی نماز بھی نہیں پڑھ سکتے۔ اپنی مرضی سے اپنی صاحبزادی بھی بیاہ کر نہیں دے سکتے۔ ابو بکر صدیق کی بیعت سے انکار کرنے کی مجال نہیں۔ اور دوسری طرف آپ کا یہ فرمان ہے۔

نہج البلاغہ:

وَاللّٰهِ لَوْ تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰى قِتَالِي لَمَا وَلَّيْتُ

عَنْهَا وَ لَوْ اَمْكَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِقَابِهَا لَسَارَعْتُ اِلَيْهَا وَ سَأَجْهِدُ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۴۵ ص ۴۱۸)

ترجمہ:

خدا کی قسم! اگر تمام عرب میرے قتال کے لیے ایک دوسرے کی پشت پناہی کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو بھی اس سے روگردانی نہیں کروں گا۔ اور اگر ممکن ہوا۔ تو میں ان کی گردنیں اڑانے میں تاخیر نہیں کروں گا۔ اور اس معاملہ میں انتہائی جدوجہد کروں گا۔ کیا ان دونوں باتوں میں کوئی مطابقت نظر نہیں آتی ہے۔ لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار کی شان والے کو بزدل ثابت کرنے کی ناپاک سعی کی جا رہی ہے۔ جن کے صاحبزادے اور خانوادے نے میدان کربلا میں خون کا نذرانہ تو پیش کر دیا۔ لیکن یزید کی ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ اُن پر کمزوری اور چارو ناچاری کا الزام دھرا جا رہا ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ یہ الزام دھرنے والے "محبان علی" نام رکھتے ہیں۔ حضرات حسنین کریمین کو حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی نصیحت کا بھی انہیں پاس نہیں۔ فرمایا۔ میرے صاحبزادو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے دستبردار نہ ہونا۔ ورنہ تم پر ایسے حکمران مسلط کر دیئے جائیں۔ جو ظالم ہوں گے۔ اور پھر تمہاری کوئی دعا قبول نہ ہو گی۔ نہج البلاغہ خطبہ ۴۷ ص ۴۲۲) اولاد کو وصیت فرمائیں اور خود اس پر عمل نہ کریں یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ جس عظیم ہستی پر "تقیہ" کا بہتان لگایا جاتا ہے۔ وہ اس سے بری ہیں۔ اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ تمام کام بطور تقیہ کیے۔ تو پھر ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی کے ساتھ نکاح کیا۔ اور یہ بات اہل تشیع کو بھی تسلیم ہے۔ کہ پیغمبر "تقیہ" نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے احکام شرعیہ کا وجود ہی نہیں رہ سکتا۔

صاحب تلخیص الشافی جلد ۲ جزء ۳ ص ۸۷ پر رقمطراز ہے۔

صاحب تلخیص الشافی:

فَاَمَّا الرَّسُوْلُ فَاِنَّمَا لَمْ تَجُزِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لِاَنَّ الشَّرِيْعَةَ لَا تُعْرَفُ اِلَّا مِنْ جِهَتِهٖ وَلَا يُوْصَلُ اِلَيْهَا اِلَّا بِقَوْلِهٖ فَمَتٰى جَازَتِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنْ لَنَا اِلَى الْعِلْمِ بِمَا كُلِّفْنَا طَرِيْقٌ۔

(صاحب تلخیص الشافی جلد دوم جزء ۳ ص ۸۷) دار الکتب الاسلامیہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا تقیہ کرنا قطعاً جائز نہیں۔ کیونکہ شریعت کی معرفت اسی کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ اور شریعت کے احکام تک پہنچنا بغیر پیغمبر کی بات کے ہرگز ممکن نہیں۔ لہذا جب تقیہ کو یہاں جائز

قرار دیا جائے۔ تو پھر ہمیں امور تکلیفیہ کی معرفت کا کوئی راستہ نظر نہ آئے گا۔

جب کتب شیعہ میں اس امر کی تصریح ہے۔ اور یہ بھی وضاحت موجود ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کی یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی سے شادی فرمائی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

حیات القلوب:

در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت است۔ در قرب الاسناد معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ را بحضرت امیر المومنین تزویج نمود۔ و تزویج کرد۔ بابو العاص بن ربیعہ کہ از بنی امیہ بود زینب را بعثمان بن عفان ام کلثوم را و پیش از آنکہ نجانہ آں برود برحمت الٰہی واصل شد و بعد از و حضرت رقیہ با و تزویج نمود۔

(حیات القلوب جلد دوم نمبر ۱۲۶
باب پنجاہ و یکم)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک کا بیان۔ قرب الاسناد میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت معتبرہ کے ساتھ مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت خدیجہ سے یہ بچے پیدا ہوئے۔ طاہر و قاسم۔ فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ

ان میں جناب فاطمہ کی شادی حضرت علی المرتضیٰ سے کی۔ اور سیدہ زینب کی ابوالعاص بن ربیعہ کے ساتھ شادی کی۔ رخصتی سے پہلے ہی ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے دوسری صاحبزادی جناب رقیہ کا عقد عثمان غنی سے کیا۔

روایت مذکورہ ملا باقر مجلسی کی نقل کردہ ہے۔ اور اس کو "بسند معتبر" ذکر کیا۔ روایت مذکورہ کی سند قرب الاسناد جلد اول ص ۷ پر یوں منقول ہے۔

قرب الاسناد

"مسعدة بن صدقة قال حدثني جعفر ابن محمد عن ابيه قال ولد لرسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (قرب الاسناد جلد اول ص ۷)

اس کا راوی "مسعدہ بن صدقہ" کتب اسماء الرجال کی رُو سے ان کا ثقہ راوی ہے۔ تنقیح المقال میں اس کی تصدیق موجود ہے اس راوی اور امام جعفر کے درمیان اور کوئی واسطہ نہیں۔ لہٰذا روایت کے راوی تمام ثقہ ہیں۔ ان ثقہ راویوں نے حضرت ام کلثوم اور رقیہ کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہونا ثابت کیا ہے۔ اور یہ بھی کہ یہ دونوں صاحبزادیاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ جو بطنِ خدیجہ سے پیدا ہوئیں۔ جب انہیں تسلیم ہے۔ کہ نبی تقیہ نہیں کرتا۔ اور یہ بھی تسلیم کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صاحبزادیوں کا نکاح عثمان غنی سے کیا۔ تو اب اس نکاح کو کس طرح جائز ثابت کرو گے

لہذا معلوم ہوا۔ کہ بوقتِ شکست ووتقیہ،، کا ہتھیار ان کی اپنی ایجاد ہے، ائمہ اہل بیت سے اس کے جواز کو ثابت کرنا اُن کی توہین کے مترادف ہے۔ اور قرآن وسنت کی تعلیمات کے علاوہ ائمہ اہل بیت کی ہدایات کے سراسر منافی ہے

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

حرر فی ۱۲ - ۳ - ۱۴۰۹ھ
الموافق ۱۷ - ۱۰ - ۱۹۸۸م

الفقیر الی اللہ تعالیٰ
فضل الرحمن بن فضیلۃ الشیخ
ضیاء الدین القادری المدنی
فضل الرحمٰن
عفا اللہ عنہ آمین

باب دوم
بحث جنازہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب دوم:

بحث جنازۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

طعن اوّل

صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ (معاذ اللہ)

شیعہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے بہت سے افسانے تراشتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔ اسی طرح ایک من گھڑت افسانہ وہ یہ بھی سناتے ہیں۔ کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے راہئی بقا ہو گئے تو ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اپنے لیے خلافت کے حصول کے لیے اس قدر دوڑ دھوپ کی۔ کہ آپ کا جنازہ بھی چھوڑ دیا اور اس وقت تک ادھر متوجہ نہ ہوئے جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو گئے۔ اور جن لوگوں نے حصولِ دنیا کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ہی نہ پڑھا۔ بلکہ حصولِ خلافت سے فارغ ہو کر اس وقت واپس آئے۔ جب آپ کو دفن کر دیا گیا تھا۔ تو ایسے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں۔

صحابہ کرام کی عقیدت ایک کافر کی زبانی:۔

ہم اس طعن کا تفصیلی جواب عرض کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کہ

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عقیدت و محبت تھی۔ وہ دنیا میں کسی دوسرے انسان کو میسر نہ آسکی۔ کیونکہ اس طعن میں ایک پہلو یہ بھی نکالا گیا ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اپنی ذاتی خواہشات پسند تھیں۔ اس لیے ہم اس کی تردید کے لیے واقعہ حدیبیہ بیان کرتے ہیں۔

مقام حدیبیہ پر جب صلح نامہ تحریر کرنے کے لیے کفار کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی آیا۔ اور اس نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ صحابہ کرام آپ کے اشارہ و کنایہ پر مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ تو اس نے واپس آکر اپنی قوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی باہمی عقیدت و محبت کا جو نقشہ پیش کیا۔ اس کو علامہ طبرسی شیعی نے یوں نقل کیا۔

مجمع البیان:-

وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ إِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهِ وَإِذَا تَكَلَّمُوْا خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهُ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزء نہم ص۱۱۸ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔ خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی۔ جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابی آپ کی تعظیم کرتے ہیں آپ جب انہیں کوئی حکم دیتے ہیں۔ وہ فوراً بجالاتے ہیں۔ اور جب وضو کر رہے ہوں۔ تو وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے نوبت یہاں تک آجاتی ہے۔ کہ کہیں آپس میں لڑ نہ

پڑیں۔ اور جب حضور سے گفتگو ہوتی ہے۔ تو آوازیں پست رکھتے ہیں۔
اور آپ کی طرف بوجہ تعظیم نظر بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔

یہ تھی ایک کافر کی شہادت۔ صحابہ کرام کے دل میں جو عشق رسول اللہ تعالیٰ نے جاگزیں کر دیا تھا۔ اس کی مثال کائنات میں نہیں ملتی۔ ایک طرف غیر مسلم کی یہ شہادت اور دوسری طرف کچھ نام نہاد "مومن" یہ پراپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہیں۔ کہ صحابہ کرام میں سے بعض نے حصولِ خلافت کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ تک نہ پڑھا۔ پھر ان میں سے بالخصوص سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی پروپیگنڈا بڑے زور و شور سے کیا جا رہا ہے۔

جن کے متعلق خود حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ پوری کائنات میں سے مجھے زیادہ محبوب ابوبکر صدیق ہے۔

یہ ارشادِ نبوی خود شیعہ کتب میں مذکور ہے۔ چنانچہ روضۃ الصفار جلد دوم صفحہ ۳۸۰ ملاحظہ کریں۔

جوابِ طعن:۔

تمام صحابہ کرام کا جنازہ رسول ادا کرنا اجماعی مسئلہ ہے

یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ جس پر کتب اہل سنت اور کتبِ اہل تشیع متفق ہیں کہ مہاجرین و انصار میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہ پڑھا ہو۔ اس سلسلہ میں ہم اہل سنت کی صرف ایک روایت پیش کریں گے۔ اور بقیہ روایات شیعہ کتب سے ہوں گی۔

البدایہ والنہایہ:۔

لَمَّا كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ وُضِعَ

عَلٰی سَرِیْرِہٖ دَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا وَ مَعَہُمَا نَفَرٌ مِّنَ الْمُہَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ بِقَدْرِ مَا یَسَعُ الْبَیْتَ فَقَالَا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَسَلَّمَ الْمُہَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ کَمَا سَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ ثُمَّ صَفُّوْا صُفُوْفًا لَا یَؤُمُّہُمْ اَحَدٌ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَہُمَا فِی الصَّفِّ الْاَوَّلِ حِیَالَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہُمَّ اِنَّا نَشْہَدُ اَنَّہٗ قَدْ بَلَّغَ مَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ الخ ...... وَیَخْرُجُوْنَ وَیَدْخُلُ اٰخَرُوْنَ حَتّٰی صَلَّی الرِّجَالُ ثُمَّ النِّسَآءُ ثُمَّ الصِّبْیَانُ وَقَدْ قِیْلَ اِنَّہُمْ صَلُّوْا عَلَیْہِ مِنْ بَعْدِ الزَّوَالِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ اِلٰی مِثْلِہٖ مِنْ یَوْمِ الثُّلَاثَآءِ وَقِیْلَ اِنَّہُمْ مَکَثُوْا ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ۔

(البدایۃ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۶۵ ۔

کیفیت الصلوٰۃ علیہ مطبوعہ بیروت

ترجمہ:۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن پہنایا گیا۔ اور چارپائی پر رکھا گیا۔ تو ابوبکر صدیق اور عمر فاروق مہاجرین وانصار کی جماعت سمیت آئے۔ یہ لوگ اتنی تعداد میں تھے۔ جتنے گھر میں سما سکتے تھے۔ دونوں (ابوبکر و عمر) نے کہا "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"، مہاجرین وانصار نے بھی حضور پر ویسے ہی سلام بھیجا جس طرح ان دونوں نے بھیجا تھا۔ پھر صفیں باندھیں۔ لیکن ان کا امام کوئی نہ تھا۔ ابوبکر و عمر نے پہلی صف میں کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا۔ اے اللہ! ہم گواہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام کچھ پہنچا دیا۔ جو ان کی طرف اتارا گیا۔ اسی طرح ایک گروہ سلام کر کے نکل جاتا اور دوسرا آ جاتا حتیٰ کہ تمام مرد فارغ ہو گئے۔ پھر عورتیں اور ان کے بعد بچے آئے اور کہا گیا ہے۔ کہ لوگوں نے

جب آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا۔ وہ پیر کا دن اور زوال کے بعد کا وقت تھا۔
اور یہ سلسلہ منگل کے دن زوال کے وقت تک جاری رہا۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ
لوگ تین دن تک آپ پر صلوٰۃ پڑھتے رہے۔

خلاصہ کلام:۔

روایت مذکورسے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ عام لوگوں کی طرح
نہیں پڑھا گیا۔ بلکہ بغیر امام کے لوگ صف در صف صلوٰۃ وسلام بھیج کر واپس آجاتے۔
اور دوسرے چلے جاتے۔ حتیٰ کہ مرد، عورتیں اور بچے اسی طرح حاضری دے کر فارغ
ہو گئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ یہی تھی۔ اور یہ بھی واضح ہوا۔ کہ اس طرح کی نماز
جنازہ ادا کرنے والوں میں سب سے پہلے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ لہٰذا یہ کہنا۔ کہ
یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ چھوڑ کر اپنی خلافت کے پیچھے دوڑتے بھاگتے
رہے۔ بالکل بہتان ہے۔ اور سراسر الزام ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

روایاتِ شیعہ مذکورہ طعن کی تردید

۱۔ احتجاج طبرسی:

ثُمَّ اَدْخَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَعَشَرَةً مِّنَ
الْاَنْصَارِ فَيُصَلُّوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنَ
الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ

(۱) احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۰۶ مطبوعہ تہران طبع جدید تذکرہ ماجراء بعد رسول اللہ

(۲) طبع قدیم ص ۵۲ نجف اشرف

ترجمہ: پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دس مہاجرین اور دس انصار کو حجرہ مبارک

میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے اندر بھیجا وہ پڑھ کر نکلتے رہے یہاں
تک کہ مہاجرین اور انصار میں سے ہر ایک نے آپ کی نماز جنازہ
پڑھی اور کوئی باقی نہ رہا۔

(۴) حیات القلوب:۔

پس حضرت در پیشِ در ایستاد خود بر او نماز کرد و بعد از آں صحابہ را فرمود
کہ دہ نفر داخل می شدند و ایشاں بر دور جنازہ آنحضرت می ایستادند و
حضرت امیر المومنین در میان ایشاں محاذی ایستادہ ایں آیہ را می خواندند۔
اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ پس ایشاں آیہ را
میخواندند و صلوات بر آنجناب میفرستادند و بیروں می رفتند تا آں کہ
اہل مدینہ و اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب صلوات فرستادند۔ و شیخ طبرسی
از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ دہ نفر دہ نفر داخل می شدند
و چنیں بر آنحضرت نماز می کردند بی امامی در روز دوشنبہ و شب سہ شنبہ
تا صبح و در روز شنبہ تا شام تا آنکہ خرد و بزرگ مرد و زن از اہل مدینہ و اہل
اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب چنیں نماز کردند و کلینی بسند معتبر از امام محمد
باقر روایت کردہ است۔ کہ چوں حضرت رسالت رحلت فرمود نماز
کردند بر او جمیع ملائکہ و مہاجرین و انصار فوج فوج و امیر المومنین فرمود
کہ شنیدم از حضرت رسول کہ در حالتِ صحت خود میفرمود کہ ایں
آیت در باب نماز بر من بعد از فوت من نازل شدہ است۔

(حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۹۹ باب شصت و چہارم مطبوعہ نول کشور ہند)

ترجمہ:- حضرت علی کرم اللہ وجہہ دروازے کے آگے کھڑے ہو گئے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کی۔ اور اس کے بعد صحابہ کرام کو فرمایا۔ دس دس آدمی آپ کی چارپائی کے ارد گرد کھڑے ہو جاؤ۔ اور حضرت علی ان دس کے درمیان کھڑے ہو کر یہ آیت کریمہ پڑھتے۔ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی۔ الخ۔ بے شک اللہ اور اس کے تمام فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی ان پر صلوٰۃ بھیجو۔ اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔ حضرت علی کے بعد حاضرین بھی اس آیت کو پڑھتے۔ اور حضور پر صلوات بھیجتے۔ اور باہر آجاتے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ تمام مدینہ کے رہنے والے اور اس کے گرد و نواح کے باسی سب نے آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا۔

شیخ طبرسی نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ دس دس آدمی آتے۔ اور بغیر امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھتے۔ پیر کے دن منگل کی رات صبح تک اور منگل کی شام تک یہ سلسلہ جاری رہا حتی کہ چھوٹا بڑا، مرد عورت مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے لوگ سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح کی نماز جنازہ ادا کی۔

کلینی نے معتبر سند کے ذریعہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ تمام فرشتوں، مہاجرین اور انصار نے پڑھی۔ سب گروہ در گروہ آتے رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی حالت صحت میں سنا تھا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ آیت (ان اللہ وملٰئکتہ) الخ میرے انتقال کے بعد میری نماز جنازہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

جلاء العیون :۔

پس حضرت در پیش درایستاد و خود براو نماز کرد و بعد از آں مرخص فرمود صحابہ را کہ دہ دہ نفر داخل می شدند۔ وایشاں بردور جنازہ آنحضرت می ایستا دند۔ وامیر المومنین درمیان ایشاں می ایستاد وایں آیہ میخواند" اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"، پس ایشاں آیہ را میخواندند۔ وصلوات بر آنحضرت میفرستادند و بیروں می رفتند۔ تا آنکہ اہل مدینہ واطراف مدینہ ہمہ برآنحضرت صلوٰۃ فرستادند شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است کہ دہ نفر دہ نفر داخل می شدند و برآنحضرت نماز میکردند بے امامی در روز دوشنبہ و شب سہ شنبہ تا صبح روز سہ شنبہ تا شام تا آنکہ خورد و بزرگ مرد و زن اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ برآنحضرت چنیں نماز کردند۔ وکلینی بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ چوں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرمود نماز کردند براو جمیع ملائکہ و مہاجران وانصار فوج فوج وامیر المومنین علیہ السلام فرمود کہ شنیدم از حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ در حال صحت خود میفرمود کہ ایں آیت درباب نماز برمن بعد از فوت من نازل شدہ است۔

(۱) (جلاء العیون جلد اول ص۱۱۲ تا ۱۱۳ بیان رحلت حضرت ختمی مرتبت مطبوعہ تہران۔)

(۲) (تاریخ روضۃ الصفاء جلد دوم ص۲۲۴ ذکر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:- پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد دیگر صحابہ کرام کو رخصت دی گئی۔ وہ دس دس کی ٹولی میں آتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی کے اردگرد کھڑے ہو جاتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے درمیان کھڑے ہو کر یہ تلاوت کرتے "ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی الخ" پھر تمام حاضرین اس آیت کی تلاوت کرتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوات بھیجتے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے شیخ طبرسی نے روایت کی ہے۔ کہ دس دس کی ٹولی آتی۔ اور بغیر امام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کرتی۔ یہ سلسلہ پیر کے دن منگل کی رات صبح تک اور منگل کے دن شام تک جاری رہا۔ حتی کہ مدینہ اور اس کے گرد ونواح کے تمام چھوٹے بڑے مرد و زن نے اسی طرح آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے کلینی نے معتبر سند کے ساتھ روایت بیان کی ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ تمام فرشتوں، مہاجرین وانصار نے گروہ در گروہ ادا کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی حالت صحت میں سنا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ یہ آیت (ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی۔ الخ) میری وفات کے بعد میری نماز جنازہ کے لیے اتاری گئی ہے۔

خلاصہ کلام:۔

کتبِ اہل سنت سے ایک عدد اور کتبِ اہل تشیع سے تین عدد روایات مذکورہ سے یہ بات بالکل صریح الفاظ کے ساتھ ثابت ہوئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے والے تمام مہاجرین وانصار تھے۔ تمام مرد وزن تھے۔ تمام اہل مدینہ اور اردگرد مدینہ کے لوگ تھے یعنی سب نے ہی نماز جنازہ ادا کی۔ اس وضاحت و صراحت کے بعد بھی اگر کوئی کہتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ عام صحابہ کرام اور خاص کر ابوبکر صدیق اور عمر فاروق نے نہیں پڑھا۔ تو ایسا کہنا بدیہیات کا انکار ہے۔ بلکہ یہ قول انہی کا ہو سکتا ہے۔ جو "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ" کے مصداق ہیں۔

حیرت ہوتی ہے۔ کہ جب خود کتب شیعہ میں روایات صحیحہ کے اندر یہ الفاظ آتے ہیں۔ لَمْ يَبْقَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ" (یعنی تمام مہاجرین وانصار نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔) تو ان کو پڑھ کر ایک فیصلہ کن بات سامنے آگئی کہ جن حضرات کو مہاجرین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کا نماز جنازہ ادا نہ کرنا کس طرح مفہوم ہوتا ہے۔ ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بھی مہاجرین میں ہیں۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت تو ایسی امتیازی ہے۔ کہ بقیہ صحابہ مہاجرین کی ہجرت کو قرآن نے "ھاجروا" کے عمومی اور مجموعی الفاظ سے ذکر کیا۔ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کو علیحدہ اور مستقل الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ "ثانی اثنین اذھما فی الغار" تو اس امتیازی ہجرت والے شخص کو مہاجرین میں سے کس طرح نکالا جا سکتا ہے؟

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی مہاجرین میں اور اہل مدینہ میں داخل ہیں۔ بلکہ ان کے سرخیل ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جہاں دیگر مہاجرین اور اہل مدینہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ وہاں ان دونوں حضرات کا نماز جنازہ پڑھنا بطریقہ اولیٰ ثابت ہوا۔ کیونکہ ان دونوں کی شمولیت اور عدم شمولیت معمولی بات نہ تھی اگر واقعی بقول قائل یہ دونوں شریک نہ ہوتے۔ تو سب اہل مدینہ و مہاجرین و انصار کو معلوم ہوتا۔ لیکن کسی نے بھی ان کے نماز جنازہ ادا کرنے کے خلاف کوئی روایت نہیں کی۔

(۴) اصول کافی :-

مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ سَهْلِ بْنِ زِيَادٍ عَنِ ابْنِ فَضَّالٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ أَبِي مَرْيَمَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهُ كَيْفَ كَانَتِ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ قَالَ لَمَّا غَسَّلَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَفَّنَهُ وَسَجَّاهُ ثُمَّ أَدْخَلَ عَلَيْهِ عَشَرَةً فَدَارُوا حَوْلَهُ ثُمَّ وَقَفَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي وَسَطِهِمْ فَقَالَ "إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا" فَيَقُولُ الْقَوْمُ كَمَا يَقُولُ حَتّٰى صَلّٰى عَلَيْهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ وَأَهْلُ الْعَوَالِي۔

(اصول کافی جلد اول ص ۴۵۰ کتاب الحجۃ
باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ووفاتہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کیسے پڑھی گئی؟ امام نے فرمایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے چکے۔ اور کفن پہنا چکے۔ تو دس افراد کو اندر آنے کی اجازت دی۔ انہوں نے آپ کے اردگرد دائرہ بنالیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی "ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی الخ تو حاضرین نے بھی اسے پڑھا۔ یہاں تک کہ (اسی طرح دس دس کی ٹولی آتی جاتی رہی۔ اور صلوات وسلام پڑھ کر فارغ ہوتی رہی۔) تمام مدینہ اور اس کے گرد و نواح والوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

۵۔ اصول کافی:۔

عَلِیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ عُمَیْرٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنِ الْحَلَبِیِّ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اَتَی الْعَبَّاسُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ یَا عَلِیُّ اِنَّ النَّاسَ قَدِ اجْتَمَعُوْا اَنْ یُدْفِنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ فِیْ بَقِیْعِ الْمُصَلّٰی وَاَنْ یَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَخَرَجَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَی النَّاسِ فَقَالَ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اِمَامٌ حَیًّا وَمَیِّتًا وَقَالَ اِنِّیْ اُدْفَنُ فِی الْبُقْعَةِ الَّتِیْ اُقْبَضُ مِنْهَا ثُمَّ قَامَ عَلَی الْبَابِ فَصَلّٰی عَلَیْهِ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ عَشَرَةً عَشَرَةً یُصَلُّوْنَ عَلَیْهِ

ثُمَّ یَخْرُجُوْنَ۔

(۱۔ اصول کافی جلد اول ص۴۵۱ کتاب الحجۃ
باب مولد النبی صلی اللہ علیہ
وسلم و وفاتہ مطبوعہ تہران)
(۲۔ مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب
جلد اول ص۲۳۹-۲۴۰ فی وفاتہ علیہ
السلام مطبوعہ قم طبع جدید)
(۳۔ امالی الشیخ الطوسی جلد اول ص ۲۹۱
الجزء الثالث عشر مطبوعہ قم
طبع جدید)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس تشریف لائے۔ اور کہا۔ اے علی! لوگوں نے یہ طے کر لیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "بقیع المصلی" میں دفنائیں۔ اور اپنے میں سے کسی ایک مرد کو امام بنا کر حضور کی نماز جنازہ پڑھیں۔ یہ سن کر حضرت علی باہر تشریف لائے۔ اور لوگوں سے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ظاہری زندگی میں لوگوں کے امام تھے۔ اسی طرح بعد از وصال بھی امام ہیں۔ اور آپ نے وصیت فرمائی ہے۔ کہ مجھے اسی مقام پر دفن کیا جائے۔ جہاں میرا انتقال ہوا ہو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اور آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر دس دس کے گروہ کو نماز جنازہ ادا کرنے کی اجازت دی۔ اس طرح وہ پڑھتے اور نکلتے رہے۔ (اور نئے دس آتے اور

جاتے رہے۔

۶۔ اصول کافی :۔

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ سَيْفٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰئِكَةُ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَوْجًا فَوْجًا قَالَ وَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ يَقُوْلُ فِيْ صِحَّتِهٖ وَسَلَامَتِهٖ اِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عَلَيَّ فِي الصَّلٰوةِ عَلَيَّ بَعْدَ قَبْضِ اللهُ لِيْ اِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (اصول کافی جلد اول ص۴۵۱ کتاب الحجۃ باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاتہ) مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ وسلم نے رحلت فرمائی۔ تو فرشتوں، مہاجرین اور انصار نے گروہ در گروہ آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت صحت و سلامتی میں سُنا۔ کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔ جب میرا انتقال ہو جائے۔ اور میری نماز جنازہ پڑھی جانے لگے۔ (یعنی میری نماز جنازہ اس آیت کے حکم کی تعمیل ہی ہے۔) آیت یہ ہے۔ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی

یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما"

۷۔ احتجاج طبرسی :۔

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ ذَالِكَ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ مَنْ بَايَعَ اَبَا بَكْرٍ وَمَنْ لَمْ يُبَايِعْ۔

(الاحتجاج طبرسی جلد اول صفحہ نمبر ۹۴
ماجری بعد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم۔ مطبوعہ نجف
اشرف طبع جدید)
(احتجاج ص ۴۶ طبع قدیم۔ فی
بیعت الناس لابی بکر بعد النبی)

ترجمہ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ تو ان تمام لوگوں نے جنہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی یا نہ کی۔ آپ کی نماز جنازہ (صلوٰۃ وسلام) ادا کی۔

۸۔ اخبار ماتم :۔

عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّاسُ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اِمَامُنَا حَيًّا وَمَيِّتًا فَادْخُلُوْا عَلَيْهِ عَشَرَةً

فَصَلُّوْا عَلَیْہِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَلَیْلَۃَ الثُّلَاثَاءِ وَحَتَّی الصُّبْحِ وَیَوْمَ الثُّلَاثَاءِ حَتّٰی صَلّٰی عَلَیْہِ صَغِیْرُھُمْ وَکَبِیْرُھُمْ وَذَکَرُھُمْ وَاُنْثَاھُمْ وَنَوَاحِیْ الْمَدِیْنَۃِ بِغَیْرِ اِمَامٍ ۔

(۱۔ اخبار ماتم ص ۶۵ مطبوعہ حسینی مجلس اول رام پور)

(۲۔ اعلام الوری ص ۱۴۵ ذکر وفات رسول مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۳۔ کتاب سلیم بن قیس ہلالی العامری ص ۹۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

ترجمہ: حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کی کیفیت دریافت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ حیات اور حالتِ ممات دونوں میں ہمارے امام ہیں۔ پھر دس آدمی آئے۔ اور آپ کی نماز جنازہ پڑھی یہ سلسلہ صلوٰۃ وسلام پیر کے دن، منگل کی رات صبح تک اور منگل کے دن شام تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے چھوٹے بڑے اور مذکر و مونث سب نے اسی طرح آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔

۹۔ تہذیب المتین:

القصہ غسل وکفن کے بعد جنازۂ فخرِ عالم تیار ہوا۔ تو اول حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ

اس پر بھیجی۔ پھر ملائکہ نے درود و صلوٰت کہی۔ بعد ازاں امیر المومنین نے معہ اپنے اصحاب خاص کے نماز پڑھی۔ بعد ازاں دیگر مہاجرین و انصار کو اجازت دی۔ وہ دس دس آدمی اندر آتے اور گرد اگرد جنازہ کے کھڑے ہوتے۔ اور حضرت امیر ان کے درمیان کھڑے ہو کر آیت شریفہ "ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما"، کی تلاوت فرماتے پس وہ درود و صلوٰت آنحضرت پر بھیجتے۔ اور باہر چلے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ اہل مدینہ و نواحی مدینہ تمام نے اس طرح آنحضرت پر نماز پڑھی۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت امیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے۔ تو مجھ کو اور ابوذر و مقداد کو اندر بلایا۔ پس آپ آگے کھڑے ہوئے اور ہم مع جناب سیدہ و امام حسن و امام حسین ان کے پیچھے نماز جنازہ بجا لائے۔ اس کے بعد دس دس صحابیوں کو بلا کر درود و صلوٰت ان سے کہلواتے تھے حتیٰ کہ تمام مہاجرین و انصار نے اس طرح آپ پر نماز ادا کی

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین جلد اول حصہ اول ص ۴۴ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی بابت ۱۳۲۹ھ)

اہل انصاف غور فرمائیں۔ کہ ہم نے کتب شیعہ سے ۹ حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ تمام مہاجرین و انصار خورد و کلاں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کی۔ ہم ان میں سے ہر ایک حوالہ

کے بارے میں اعلان کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شیعہ ان میں سے کوئی ایک حوالہ غلط ثابت کر دے۔ تو اُسے فی حوالہ دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔

مگر اس اعلان کے ساتھ ہمارا دعوی ہے۔ کہ تمام شیعہ اگر مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ تو ہمارا ایک حوالہ بھی غلط ثابت نہیں کر سکتے۔

"فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للکافرین"

اب اہل انصاف ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ ہم نے جو شیعہ کی کتب معتبرہ سے حوالہ جات پیش کیے۔ انہیں غلط بھی کوئی ثابت نہ کر سکے۔ اور یہ بھی رٹ لگاتا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ صحابہ کرام نے عموماً اور بالخصوص ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں پڑھا تو اس سے بڑھ کر ضدی ہٹ دھرم اور کذاب کون ہو سکتا ہے۔

اعتراض:۔

بعض شیعہ بحوالہ کنز العمال یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں اس وقت آئے جب لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر چکے تھے۔

جواب:

شیعہ لوگوں نے کنز العمال کی جس روایت سے یہ اعتراض کیا ہے۔ وہ قابل اعتماد نہیں ہے جس کی وضاحت آئندہ طعن میں آ رہی ہے ورنہ کنز العمال میں اس کے برعکس موجود ہے ملاحظہ فرمائیں۔

کنز العمال :۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ فَوَضَعَ فَمَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَوَضَعَ يَدَهٗ فِيْ صُدْغَيْهِ وَقَالَ وَانَبِيَّاهُ وَاصَفِيَّاهُ وَاخَلِيْلَاهُ۔

(کنز العمال جلد ۷ ص ۲۳۸ مطبوعہ حلب طبع جدید وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یتعلق بمیراثہ)

ترجمہ:۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کے پاس آئے اور اپنا منہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر رکھا (بوسہ دیا) اور اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر کہا۔ یا نبیاہ یا صفیاہ یا خلیلاہ۔

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ کنز العمال میں تو صرف یہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد آئے۔ اور آکر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو بوسہ دیا اور آپ کے فراق اور جدائی کے صدمہ میں وانبیاہ واخلیلاہ کہنے لگے۔ جس کا واضح معنی یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے فوراً بعد آپ تشریف لے آئے۔ لیکن جن شیعوں نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد مسجد نبوی میں ہی نہیں آئے۔ یہاں تک کہ آپ دفن ہو چکے تھے۔ تو یہ ان کا صریح جھوٹ ہے۔ اگر کسی شیعہ میں جرأت ہے

تو کنز العمال کے حوالہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے۔ ورنہ مانگا انعام حاصل کرے۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین۔

اگر بفرض محال کنز العمال کی عبارت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے زیادہ سے زیادہ دو امور ثابت ہوتے ہیں۔

امر اوّل:۔

شیخین رضی اللہ عنہما بوقت جنازہ مسجد نبوی سے غیر حاضر تھے۔

امر دوم:۔

صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کا کوئی غم نہ تھا۔

تردید امر اول:۔

ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے کے وقت غائب ہونے کا الزام سراسر باطل اور بے بنیاد ہے۔ اس کی تردید کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

۱۔ فروع کافی:۔ غسل رسول کے وقت شیخین مسجد میں موجود تھے

قَالَ سَلْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَاَتَیْتُ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھُوَ یَغْسِلُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَاَخْبَرْتُہٗ بِمَا صَنَعَ النَّاسُ وَقُلْتُ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ السَّاعَۃَ عَلٰی مِنْبَرِ

رَسُولِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم کتاب الروضہ ص۱۵۹
مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)
(۲۔ فروع کافی جلد ہشتم ص۳۴۳ کتاب الروضہ
طبع جدید۔ تہران)

ترجمہ:۔

سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت آیا جب کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے رہے تھے۔ میں نے بتایا۔ کہ لوگوں نے اس وقت یہ کچھ کیا ہے۔ اور میں نے کہا۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

۲۔ احتجاج طبرسی:۔

وقلت لعلی علیہ السلام حین یغسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ان القوم فعلوا کذا وکذا وان ابابکر الساعۃ لعلی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ۔

(۱۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص۱۰۶ طبع جدید
مطبوعہ نجف اشرف)
(۲۔ احتجاج طبرسی ص۵۲ طبع قدیم مطبوعہ
نجف اشرف۔ فی مارواہ سلیم
بن قیس الھلالی عن سلیمان)

ترجمہ:۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے
وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا۔ کہ تو م نے یوں یوں کیا ہے اور اس وقت
ابو بکر صدیق منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں۔

۲۔ حیات القلوب:۔

وایضاً بسند حسن از حضرت صادق روایت کردہ اند۔ کہ عباس بخدمت
حضرت امیر المومنین آمد وگفت کہ مردم اتفاق کردہ اند۔ کہ حضرت رسول
صلی اللہ علیہ وسلم را در بقیع دفن کنند وابوبکر پیش بایستاد وبر آنحضرت
نماز کند۔

(حیات القلوب جلد دوم ص۱۱۹۸ باب
شصت وچہارم حالات بعد از وفات
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ منشی
نامی نولکشور۔)

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد دوم ص۴۲۴)

ترجمہ:۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت عباس
رضی اللہ عنہ جناب علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا۔
کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "بقیع" میں دفن کرنے پر اتفاق
کر لیا ہے۔ اور اس پر اتفاق کر لیا ہے۔ کہ نماز جنازہ کے امام ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ ہیں۔

خلاصہ کلام:۔

شیعہ حضرات کی ان تین کتب سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل شریف سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ لوگوں کا انبوہ مسجد نبوی میں جمع ہو چکا تھا۔ اور ان سب نے اس پر اتفاق کر لیا تھا۔ کہ آپ کو "بقیع"، میں دفنایا جائے۔ اور آپ کی نماز جنازہ کی امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کرائیں۔ اس امر کی اطلاع حضرت عباس اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دی۔ مسجد نبوی میں جو اجتماع ہوا تھا۔ ان میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب بھی موجود تھے۔ لہذا یہ الزام سراسر لغو ثابت ہوا۔ کہ بوقت جنازہ شیخین غائب تھے۔ بلکہ اس وقت مہاجرین انصار کے مجمع میں ان حضرات سے لوگوں نے مشورہ لیا۔ کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ بلکہ کتب شیعہ میں یہ بات بھی موجود ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر وہاں ہی بنائی جائے۔ جہاں میرا وصال ہو۔ کیونکہ جہاں ہم انبیاء کا وصال ہوتا ہے۔ وہاں ہی ہماری قبور ہوتی ہیں۔

تردید امر دوم:۔

وفات رسول پر عمر فاروق و دیگر صحابہ شدت غم سے حواس کھو بیٹھے

تاریخ روضۃ الصفا:۔

گویند جمعی از صحابہ کہ در مسجد بودند چوں ندبہ و نوحہ نسواں شنیدند کہ برفوت حضرت ختمی پناہ از ایشاں صادر می شد، سراسیمہ و متحیر گشتند۔ چنانچہ باں

بعضی از تکلم باز ایستادو برخی بخیل و مالیخولیا گرفتار شدند و بر طائفہ مرض استیلاء
یافت نقل است کہ عمر بن خطاب بعد از انتقال حضرت رسالت مآب
درمیان مردم فریاد برکشیدہ قسم یاد کرد کہ رسولِ خدا فوت نہ شدہ والا او را
صعقہ روی نمود چنانچہ موسٰے را روی نمودہ بود و بخدا سوگند کہ آں سرور در دار
دنیا چنداں باقی ماند کہ زبان اہل کذب و نفاق را ببرد و قول آنکہ طائفہ از
منافقان بر زبان آوردند۔ کہ اگر محمد پیغمبر بودے بایستی کہ فوت نہ شدے۔ عمر
کہ ایں سخن بشنید۔ شمشیر از نیام کشید و بر در مسجد ایستادہ گفت کہ ہر کس
کہ بگوید کہ رسول خدا از سرائے فانی بمنزل باقی نقل کردہ میان او را بدو نیم کنم
بعضے از اہل اسلام را از سخن عمر در موت آنحضرت در خاطر شبہ پیدا شد۔
دریں اثنا و بنت عمیس دست درمیان دو کتف پیغمبر نہادہ مہر نبوت را
نیافت گفت علی سبیل الیقین حضرت رسالت جہان فانی را وداع فرمود
کہ مہر نبوت مرفوع گشتہ از یں سخن نزد بعضے محقق شدہ کہ آنسرور از ایں عالم
رحلت کردہ گویند کہ در زمان وفات حضرت مقدس نبوی ابوبکر در محلہ
خویش بود چوں از یں واقعہ ہائلہ خبر یافت بتعجیل رواں شد و روئے بحجرۂ
عائشہ نہاد و می گفت وا محمداہ وا انقطاع ظہراہ و گریہ کناں میرفت تا بمسجد
حضرت ختمی مرتبت پناہ رسید مردم را پریشاں احوال دید التفات بہ
ہیچکس نہ کردہ بخانۂ عائشہ رفت و ردا از روئے مبارک رسول اللہ برداشت
و بعضی از اعضائے آنحضرت را بوسیدہ گفت بابی انت و امی۔
"طبت حیا و میتا" آنگاہ منزل مقدس بیرون آمدہ عمر را دید
کہ درمیان انجمن ایستادہ می گفت کہ رسول اللہ فوت نشدہ ابوبکر چند
نوبت باو گفت اسے عمر بنشین او امتناع نمود ابوبکر گفت ایہا الرجل

بدرستیکہ پیغمبر فوت شدہ۔ نشنیدہ کہ باری تعالیٰ در کتاب خویش بادی خطاب فرمودہ کہ انك میت وانهم میتون۔ وہمچنیں در قرآن مجید و فرمان حمید وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افائن مات۔ فهم الخالدون۔ بعد ازاں ابوبکر بمنبر خیر البشر بالارفت و خلائق عمر را تنہا گذاشتہ متوجہ ابوبکر شدند۔ ابوبکر خطبہ خواند مشتمل بر حمد و سپاس باری تعالیٰ و محتوی بر درود و سید کائنات آنگاہ گفت۔ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ یعنی ہر کس کہ محمد را می پرستید بدرستیکہ او وفات یافت و ہر کس کہ خدائے عزوجل را میپرستید بدرستیکہ او زندہ است و ہرگز نمیرد و بعد ازاداسے ایں کلمات آیہ کریمہ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تا آخر خواند و آیہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ بر زبان راندہ عمر گوید کہ بخدا سوگند کہ گویا ایں آیہ را نشنیدہ بودم۔

(۱۔ تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص۴۲۲ ذکر احوال خاتم الانبیاء)

(۲۔ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۱۴ ذکر وفاۃ رسول علیہ السلام بالفاظ مختلفہ)

ترجمہ: بیان کرتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد جو مسجد نبوی میں جمع ہو چکی تھی جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر عورتوں کے رونے کی آواز سنی۔ سب حیران و پریشان ہو گئے۔ ان میں سے بعض کی قوت گویائی جاتی رہی۔ کچھ ویسے ہی چپ سادھ گئے۔ اور کچھ دماغی عوارض میں گرفتار ہو گئے

اور کچھ بیماری میں دب گئے۔ نقل ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے انتقال کے بعد بلند آواز سے کہہ دیا تھا۔ کہ خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال نہیں فرمایا۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ پر "صعقہ" طاری ہوا ہے۔ خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس وقت تک رہیں گے۔ جب تک منافقین اور جھوٹوں کی زبان کٹ نہیں جاتی۔

ایک قول کے مطابق مدینہ کے منافقین نے کہنا شروع کیا۔ کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے پیغمبر ہوتے۔ تو فوت نہ ہوتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر تلوار نیام سے نکال لی۔ اور مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا۔ کہ جو شخص یہ کہے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے اس دارِ باقی کی طرف منتقل ہو چکے ہیں۔ میں اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ بعض مسلمانوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اعلان سے شبہ پڑا۔ کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعی انتقال نہیں ہوا۔ اس دوران اسماء بنت عمیس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو غائب پا کر علی سبیل یقین کیا۔ کہ حضور کا انتقال ہو چکا۔ کیونکہ مہر نبوت اٹھالی گئی ہے۔ اس سے ان حضرات کا شک یقین میں تبدیل ہو گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے۔

بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے محلہ میں تھے۔ جب اس اندوہ ناک واقعہ کی خبر ملی۔ جلدی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف آئے۔ اور "وامحمداہ وامحمداہ" کہہ رہے تھے۔ اور

کہہ رہے تھے۔ میری کمر ٹوٹ گئی۔ روتے ہوئے مسجد نبوی میں آئے۔
وہاں لوگوں کو پریشان حال دیکھا۔ لیکن کسی طرف متوجہ ہوئے بغیر سیدھے
حضرت عائشہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے چہرۂ اقدس سے چادر ہٹائی۔ اور آپ کے بعض اعضاء کو بوسہ دیا۔ اور
کہا۔ میرے ماں باپ قربان۔ آپ زندگی اور موت میں کتنے پاکیزہ ہیں۔
پھر باہر نکلے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ کہ لوگوں کے اجتماع میں
کھڑے کہہ رہے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا۔ ابوبکر صدیق
نے کئی مرتبہ کہا۔ کہ اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ لیکن یہ نہ مانے۔ ابوبکر صدیق نے کہا۔
اے مردِ خدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ
کا یہ ارشاد جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا۔ نہیں سنا۔
اِنَّكَ مَيِّتٌ الخ۔ یعنی تو بھی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذائقہ موت چکھنے
والا ہے۔ اور وہ سب بھی مرنے والے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید اور فرقان
حمید میں یہ بھی آیا ہے۔ "وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد الخ"
ہم نے کسی بشر کو آپ سے پہلے ہمیشہ کے لیے دنیا میں نہ رکھا۔ تو کیا اگر آپ
دنیا میں آگئے ہیں۔ تو ہمیشہ رہیں گے؟ اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
منبر رسول پر تشریف لائے اور لوگوں نے عمر کو تنہا چھوڑ کر ابوبکر کی طرف رخ
کر لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا اور حضور پر صلوٰۃ و سلام
کے ساتھ خطبہ شروع فرمایا۔ پھر کہا۔ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی
کرتا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی انتقال کر چکے ہیں۔ اور جو۔
"رب محمد" کی بندگی کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہے۔ اس
پر کبھی موت نہیں آسکتی۔ اس کے بعد "وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ

قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ" آیت پڑھی۔ اور "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" کی بھی تلاوت کی۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! گویا آج سے قبل میں نے اس آیت کو سنا ہی نہ تھا۔

خلاصہ کلام:۔

اس طویل اقتباس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا انتہائی صدمہ ہوا۔ اس صدمہ کی وجہ سے بعض بیمار ہو گئے۔ کچھ دوسرے گنگ ہو گئے۔ کئی مخبوط الحواس ہو گئے۔ اور اس صدمہ کی وجہ سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابو بکر کی کیفیت تھی۔ وہ بھی آپ نے ملاحظہ فرما لی۔ لہٰذا اس صراحت و وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی کہہ دے۔ کہ صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا قطعاً صدمہ نہ تھا۔ اور انہیں کوئی پریشانی لاحق نہ ہوئی۔ تو اس سے بڑھ کر کذاب اور کون ہو سکتا ہے۔ اور حقائق کو مسخ کرنے کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

شبہ اول

اگر صحابہ محب رسول تھے تو آپ کی تدفین سے قبل سقیفہ

میں طلب خلافت کے درپے کیوں ہوئے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے فوراً بعد حتی کہ آپ کی تجہیز و تکفین سے بھی قبل شیخین نے "سقیفہ بنی ساعدہ" میں جاکر مہاجرین و انصار کو اپنی بیعت لینے پر آمادہ کیوں کیا؟ اگر واقعی ان کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا صدمہ ہوتا۔ تو سب کچھ بھول جاتے۔ اور اس قسم کی جوڑ توڑ نہ کرتے؟

ازالہ شبہ:۔

ہم پچھلی گفتگو میں خود شیعہ کتب سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا صدمہ تمام مسلمانوں کو ہوا۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روتے روتے حضرت عائشہ کے گھر پہنچے۔ حتی کہ آپ نے مسجد میں بیٹھے صحابہ کرام کی طرف بھی توجہ نہ کی۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تو اس اندوہ ناک خبر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے فرطِ محبت میں حضور کے انتقال کی خبر سننا بھی گوارا نہ کی حتی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں آیاتِ قرآنیہ سے تسلی دی۔

یہ بھی گزر چکا ہے۔ کہ مسجد نبوی میں جمع شدہ لوگوں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خطبہ دیا۔ اور تسلی دی۔ اور اس دنیاوی زندگی کی ناپائیداری بیان کی۔ اسی دوران جمی
جب یہ لوگ مغموم مسجد نبوی میں تھے۔ کہ اچانک خبر آئی۔ کہ انصار ایک مقام پر جمع ہیں
مسئلہ خلافت پر بحث کر رہے ہیں۔ اور اپنے خیال میں اپنے میں سے کسی کو اس
منصب کے لیے نامزد کر رہے ہیں۔ تو اس خبر کے پہنچتے ہی مسجد نبوی سے شیخین
انصار کی طرف چل پڑے۔ تاکہ وہاں جاکر اندازہ لگائیں۔ کہ کیا ہو رہا ہے۔ اور
نامزد کرنے کی بات چل رہی ہے۔ کیونکہ ان کے پیش نظر یہ تھا۔ کہ کہیں اس
منصب کے لیے کوئی نامناسب آدمی نامزد نہ ہو جائے جس کی وجہ سے امت
فتنہ کی لپیٹ میں آجائے۔

جب یہ حضرات وہاں پہنچے۔ تو انصار و مہاجرین نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
اس منصب کے لیے منتخب کیا۔ ان کے کہنے پر اگرچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انکار
کیا۔ لیکن لوگوں نے "ثانی اثنین" کے مصداق ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
کہ آخری ایام میں خلیفہ نماز مقرر فرمانے کی وجہ سے آپ کے انکار کے باوجود
آپ کی بیعت کر لی۔ اور ان میں سے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی نے
اعتراض نہ کیا۔ اور نہ ہی آپ کی بیعت کو برا جانا۔ اس کی تصدیق "ابن حدید
معتزلی شیعی" نے یوں کی۔

ثانی اثنین الخ کے نزول کی وجہ سے تمام صحابہ کرام بیعت صدیقی پر متفق ہو گئے

ابن حدید:

قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَالَتِ الْاَنْصَارُ مِنَّا اَمِيْرٌ

وَمِنْكُمْ اَمِيْرٌ اَخَذَ عُمَرُ بِيَدِ اَبِيْ بَكْرٍ وَقَالَ سَيْفَانِ فِيْ
غِمَدٍ وَّاحِدٍ اِذًا لَا يَصْلِحَانِ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَهٗ هٰذِهِ الثَّلٰثُ
ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ مَنْ هُمَا اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ
لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا مَعَ مَنْ ثُمَّ بَسَطَ يَدَهٗ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ
فَبَايَعَهُ النَّاسُ اَحْسَنَ بَيْعَةٍ وَّاَجْمَلَهَا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ
فَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْعَطَارِدِيُّ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ
عَيَّاشٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى نَظَرَ فِيْ
قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهٖ وَ
بَعَثَهٗ بِرِسَالَتِهٖ ثُمَّ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْاُمَمِ بَعْدَ قَلْبِهٖ
فَوَجَدَ قُلُوْبَ اَصْحَابِهٖ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَجَعَلَهُمْ
وُزَرَاءَ نَبِيِّهٖ يُقَاتِلُوْنَ عَنْ دِيْنِهٖ فَمَا رَاَى الْمُسْلِمُوْنَ
حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا رَاَى الْمُسْلِمُوْنَ
سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّئٌ قَالَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ
وَقَدْ رَاَى الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يُّوَلُّوْا اَبَا بَكْرٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ وِلَايَتُهٗ حَسَنَةً۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد دوم
ص۱۶ طبع جدید مطبوعہ بیروت فی
ذکر اخبار السقیفہ و بیعۃ الناس
مع ابی بکر بروایت احمد
بن عبد العزیز)

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ اور انصار نے کہا۔ ہم میں سے ایک امیر اور تم (مہاجرین) میں سے ایک امیر ہونا چاہیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور جب وہاں پہنچے) تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں۔ پھر خود ہی فرمایا کون ہے جس میں تین خصلتیں موجود ہوں۔

(۱) ثانی اثنین اذھما فی الغار میں ھما ضمیر تثنیہ کا مرجع وہ دو کون ہیں۔

(۲) اذیقول لصاحبہ میں صاحبہ سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کونسا صاحب ہے۔

(۳) لاتحزن ان اللہ معنا میں نا ضمیر تثنیہ و جمع متکلم سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون شریک ہے۔ (جبکہ ان تینوں چیزوں سے مراد بلا اختلاف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے) یہ کہہ کر اپنا ہاتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھایا اور ان کی بیعت کر لی۔ ان کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کر لی۔ یہ بیعت بڑے احسن و جمیل طریقہ سے ہوئی۔

زید بن عبد اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو دیکھا۔ تو ان تمام میں سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو افضل پایا۔ اور اسے اپنے لیے منتخب فرمایا اور آپ کو رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں کے دل کی طرف نظر فرمائی تو ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے صحابہ کرام کے دلوں کو افضل پایا۔ تو ان کو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کا وزیر مقرر فرمایا۔ لہٰذا انہوں نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے جہاد کیا پس جس چیز کو مسلمان اچھا کہیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھی
اور جسے برا کہیں وہ وہاں بھی بری ہے۔ ابوبکر بن عیاش کہتا ہے۔ کہ
مسلمانوں نے حضور صلی اللہ کے انتقال کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کو خلیفہ بنایا، تو ان کی ولایت اللہ کے ہاں حسین ٹھہری۔

خلاصہ کلام:-

"ابن حدید معتزلی شیعی" کی مذکورہ عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ لوگوں کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو بیعت کی غرض سے اکٹھا کیا۔ بلکہ حقیقت حال یہ تھی۔ کہ لوگ پہلے ہی جمع تھے۔ اور خلافت پر گفتگو انجام کو پہنچنے والی تھی۔ کہ اس اجتماع میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق آ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صائب رائے اور عملی طور پر صدیق اکبر کی بیعت کر لینے سے سب حاضرین نے بیعت کر لی۔ اگرچہ صدیق اکبر انکاری تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کی وجہ اور دلیل "ثانی اثنین اذھما فی الغار اذیقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا" آیت کو بنایا گیا۔ پھر اسی "ابن حدید" نے ایک قاعدہ کلیہ ذکر کر کے یہ بھی ثابت کر دیا۔ کہ چونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت باتفاق تمام مسلمانوں نے کی۔ اس لیے مسلمانوں کا کسی امر کو اچھا سمجھنا دراصل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ہوتا ہے۔ تو گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت، اللہ کی پسندیدہ تھی۔ کوئی لاکھ برا منائے۔ اور ہزاروں اعتراض کرے! اللہ سے اس خلافت میں برائی اور نقص نہیں آسکتا۔ کیونکہ رضائے الٰہی یہی تھی۔

غالباً اسی وجہ سے اب بین الاقوامی قانون بن چکا ہے۔ کہ اگر سربراہ مملکت فوت ہو جائے۔ تو اس کی تدفین سے قبل اس کے جانشین کا تقرر کر لیا جاتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایسے وقت خلیفہ منتخب ہونے میں بے شمار فوائد اور حکمتیں پوشیدہ تھیں۔ کیونکہ اگر بیعت نہ ہوتی۔ تو بعد میں فوراً ارتداد اور منع زکوٰۃ کے اٹھنے والے فتنے کامیابی سے نہ کچلے جا سکتے۔ اور ان فتنوں میں اسلام کا باقی رہنا ناممکن تھا۔ اور اس انتخاب کا یہ بھی فائدہ ہوا۔ کہ اگر خلیفہ کے انتخاب سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفین و تدفین ہوتی۔ تو اس میں بہت سے اختلافات رونما ہو سکتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے چاہا۔ کہ ہر کام بہترین طریقہ سے طے ہو جائے۔ اور امت میں انتشار و افتراق نہ آنے پائے۔ تو اس نے اپنی مشیت کا اظہار اس طرح فرمایا۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سب نے بیعت کر لی۔ اور ان کی سرکردگی میں ہر کام بخوبی سرانجام پایا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار۔)

شبہ دوم

صحابہ کی عدم موجودگی کے سبب

جنازۂ رسولؐ دو دن مؤخر رہا

اگر یہ مانا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کے وقت تمام صحابہ کرام موجود تھے۔

تو پھر کیا وجہ تھی۔ کہ آپ کے جنازہ کو دو دن تک مؤخر کیا گیا؟ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ جنازہ کے وقت تمام صحابہ موجود نہ تھے۔

جواب:

حقیقت کا انکشاف

سائل نے جو یہ سمجھا ہے کہ دو دن تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ اس لیے نہیں ہوا کہ تمام صحابہ کرام جمع نہیں ہوئے تھے تو یہ سراسر غلط اور باطل ہے۔ بلکہ جنازہ تو آپ کا متواتر ہوتا رہا البتہ تدفین میں دو دن کی تاخیر ہوئی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ حقیقت میں عام لوگوں کے جنازہ کی طرح نہیں تھا کہ یک وقت چار تکبیروں کے ساتھ ایک امام کے پیچھے پڑھا گیا ہوتا کہ یہ ثابت ہو کر دو دن تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ بالکل ہوا ہی نہ ہو بلکہ آپ کا جنازہ تو صرف آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا نام

تھا اور اسی لیے آپ نے فرمایا کہ میرا جنازہ سب سے پہلے میرا پروردگار پڑھے گا اور اللہ تعالیٰ کا جنازہ پڑھنا تو ہماری طرح دعا مانگنا نہیں ہو سکتا ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی کسی دوسرے خدا سے دعا مانگی ہو جو صریح کفر ہے۔ (اور مذکورہ سوال سے تو الٹا یہ ثابت ہوا کہ جب تک تمام صحابہ کرام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔ اس وقت تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین نہیں ہوئی۔ بلکہ تاخیر تدفین کی حقیقی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر تمام صحابہ کرام نے اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جس جگہ انتقال ہوا۔ وہیں مدفون ہوں گے۔ تو اس اتفاق کی وجہ سے آپ کا جسد انور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رکھا گیا۔ اور جیسا کہ گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلوٰۃ و سلام کی صورت میں آپ کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ اور اس کے بعد دس دس کی ٹولی آتی رہی۔ اور اسی طرح نماز جنازہ پڑھ کر چلی جاتی رہی۔

جس حجرہ میں آپ کو رکھا گیا وہ جگہ کے اعتبار سے اتنا ہی کشادہ تھا۔ جس میں بیک وقت دس آدمی آ سکتے تھے۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد لاکھوں تھی۔ اتنی بڑی تعداد بیک وقت نہ حجرہ میں داخل ہو سکتی تھی۔ اور نہ ہی نماز جنازہ پڑھے بغیر واپس آ سکتی تھی۔ لہذا باری باری پڑھنے کی وجہ سے تدفین میں دو دن کی تاخیر ہو گئی۔

ا۔ اصول کافی مترجم :-

اس کی تصدیق اصول کافی کے مترجم سید ظفر حسین نقوی امروہوی نے یوں نقل کی ہے۔

توضیح۔ چونکہ حجرۂ رسول میں زیادہ لوگوں کی گنجائش نہ تھی۔ لہذا دس دس

آدمیوں نے نماز پڑھی۔،،

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۵۵۷)

ترجمہ:۔ "علامہ نقوی" نے اس بات کی وضاحت کی ہے۔ کہ آخر دس دس کی ٹولی جانے کی کیا وجہ تھی؟ وجہ یہ تھی۔ کہ حجرہ میں اس سے زیادہ افراد کے سمانے کی گنجائش ہی نہ تھی۔

لہٰذا باری باری آنے جانے میں دو دن اور دو راتیں بیت گئیں۔ یہاں تک کہ تمام مہاجرین وانصار، خورد و کلاں اور مدینہ اور اس کے گرد ونواح کے تمام معتقدین نے نماز جنازہ ادا کر لی۔ بدھ کی رات کا نصف حصہ گزر چکا تھا۔ کہ آپ کی تدفین ہوئی۔

حضرت علی کی نماز جنازہ کی بحث

شیعوں کے نزدیک علی کی شان اور مرتبہ رسولِ خدا سے زیادہ ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ان کا مقام و مرتبہ تمام انبیاء کرام سے بھی بلند و بالا ہے۔ شیعہ حضرات کے امام و مقتدی "محمد بن علی ابن شہر آشوب،، نے اپنی مشہور تصنیف "مناقب آل ابی طالب،، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرنے کے لیے ایک "عنوان،، ہی یہ باندھا ہے۔ فَصْلٌ فِیْ مُسَاوَاتِہٖ مَعَ النَّبِیِّ،، اور اس عنوان کے تحت مصنف مذکور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً چالیس خوبیوں میں مشارکت ثابت کی ہے۔

(مناقب آل ابی طالب جلد سوم مطبوعہ قم طبع جدید ص ۲۶۰)

اسی طرح جو کچھ "نعمت اللہ جزائری،، نے "انوار نعمانیہ،، میں لکھا۔ وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے بلند مرتبہ ثابت کیا ہے۔ (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو۔

انوارِ نعمانیہ :۔

قَدْ رَوَى الصَّدُوْقُ طَابَ ثَرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ أُعْطِيْتُ ثَلَاثًا وَعَلِيٌّ مُشَارِكِيْ فِيْهَا وَأُعْطِيَ عَلِيٌّ ثَلَاثَةً وَلَمْ أُشَارِكْهُ فِيْهَا فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الثَّلَاثُ الَّتِيْ شَارَكَكَ عَلِيٌّ قَالَ لِوَاءُ الْحَمْدِ لِيْ وَعَلِيٌّ حَامِلُهٗ وَالْكَوْثَرُ لِيْ وَعَلِيٌّ سَاقِيْهِ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ لِيْ وَعَلِيٌّ قَسِيْمُهَا وَاَمَّا الثَّلَاثُ الَّتِيْ أُعْطِيَ عَلِيٌّ وَلَمْ أُشَارِكْهُ فِيْهَا فَاِنَّهٗ أُعْطِيَ شُجَاعَةً وَّلَمْ أُعْطَ مِثْلَهٗ وَأُعْطِيَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءَ زَوْجَةً وَّلَمْ أُعْطَ مِثْلَهَا وَأُعْطِيَ وَلَدَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُمَا۔

(انوارِ نعمانیہ ص۱۶ تعظیم جبریل لعلی علیہ السلام۔ مطبوعہ ایران قدیم۔ (یہ صفحہ ہمارا خود لگایا ہوا ہے)

ترجمہ :۔

"الصدوق" نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ کہ آپ نے فرمایا مجھے تین چیزیں عطا ہوئیں۔ اور حضرت علی ان میں میرے ساتھ شریک ہیں۔ اور حضرت علی کو تین چیزیں دی گئیں۔ جن میں میں ان کا شریک نہیں۔ پوچھا گیا یارسول اللہ! وہ تین چیزیں کیا ہیں۔ جن میں آپ کے ساتھ علی بھی شریک ہیں؟ فرمایا۔ (۱) لوا الحمد مجھے دیا گیا۔ اور علی اس کا اٹھانے والا ہے۔ (۲) کوثر مجھے ملی۔ اور علی اس کا ساقی ہے۔ (۳) جنت و دوزخ مجھے دی گئی اور علی ان

کو بانٹنے والا ہے۔ اور وہ تین چیزیں جو علی کو دی گئیں۔ لیکن اُن میں میں شریک نہیں۔ (وہ یہ ہیں)۔ (۱) انہیں شجاعت دی گئیں۔ مجھے ایسی شجاعت نہیں ملی۔ (۲) انہیں فاطمۃ الزہرا جیسی بیوی ملی۔ مجھے ایسی کوئی بیوی نصیب نہ ہوئی۔ (۳) انہیں دو بیٹے حسن وحسین دیئے گئے۔ مجھے ان جیسے بیٹے نہیں دیئے گئے۔

علی مرتضیٰ کے جنازہ میں کوئی شیعہ شریک نہ ہوا۔

شیعہ حضرات کے نزدیک جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایسی شان ہے۔ کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شریک نہیں۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک رتبہ ومقام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہوئے۔ اور حضور ان سے رتبہ میں کم،

تو اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ تم کہتے ہو۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہ پڑھ کر کفر اور ارتداد کیا۔ اس لیے تین چار صحابہ کو چھوڑ کر تم سب کے کفر وارتداد کے قائل بنے۔ تو کیا جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ جو مرتبہ ومقام میں تمہارے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر یا کم از کم مساوی ہیں۔ ان لوگوں کو بھی مرتد وکافر کہتے ہو؟

شیعہ حضرات کی کتب اس بات کی شاہد ہیں۔ کہ شہادتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ "دکوفہ" میں ہوئی۔

خلافت علی میں کوفہ میں بسنے والے کون تھے ؟

مجالس المومنین :-

"و بالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت باقامۂ دلیل ندارد وسنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل محتاج بدلیل است واگرچہ ابوحنیفہ کوفی باشد۔

(مجالس المومنین جلد اول ص ۵۶ مطبوعہ تہران ذکر کوفہ)

ترجمہ :- خلاصہ کلام یہ کہ۔ کوفہ والوں کا مذہباً شیعہ ہونا کسی دلیل کا پابند نہیں۔ یعنی وہ شیعہ الاصل ہیں۔ اور کسی اصل کوفی کا اہل سنت ہونا چونکہ خلاف اصل ہے لہٰذا اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہوگی۔ چاہے وہ کوفی امام اعظم ابوحنیفہ ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ تھی اس کوفہ کی مذہبی تصویر جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا گویا یہ شہر پیدا ہی شیعہ کرتا تھا۔ اس شیعی شہر میں صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ اور جب آپ کی نماز جنازہ کا وقت آیا تو سوائے حسنین کریمین اور فرشتوں کے کوئی بھی شریک جنازہ نہ ہوا۔ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی :- عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ یَقُوْلُ لَمَّا قُبِضَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَخْرَجَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَرَجُلَانِ آخَرَانِ حَتّٰی اِذَا خَرَجُوْا مِنَ الْکُوْفَةِ تَرَکُوْهَا عَنْ اَیْمَانِهِمْ ثُمَّ اَخَذُوْا فِی الْجَبَانَةِ حَتّٰی مَرُّوْا بِهٖ اِلَی الْغَرِیِّ فَدَفَنُوْهُ

وَسَوَّوْا قَبْرَهُ فَانْصَرَفُوْا۔

(اصول کافی جلد اول ص۴۵۸ باب ذکر مولد امیر المومنین کے آخر میں (کتاب الحجۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو حسنین کریمین اور دو اور مرد (فرشتے) جنازہ لے کر نکلے۔ تو چلتے ہوئے کوفہ کو داہنی طرف چھوڑا۔ پھر بلند زمین کی طرف آئے۔ اور مقام غری میں دفن کر کے لوٹ آئے۔ اور قبر کا نشان مٹا دیا۔ (الشافی ترجمہ اصول کافی ص۵۶۷ جلد ۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد کوفی شیعوں کے کرتوت

جب حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد بزرگوار کو دفن کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے۔ تو راستہ میں انہیں "شیعہ" ملے۔ اور پھر ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ اور جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر سے ان لوگوں نے سلوک کیا۔ "شیخ مفید" اسے بیان کرتے ہیں۔

ارشاد شیخ مفید:

فَلَحِقَنَا قَوْمٌ مِّنَ الشِّيْعَةِ لَمْ يَشْهَدُوا الصَّلٰوةَ عَلَيْهِ فَأَخْبَرْنَاهُمْ بِمَا جَرٰى وَبِاِكْرَامِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالُوْا نُحِبُّ اَنْ نُّعَايِنَ مِنْ اَمْرِهٖ مَا عَايَنْتُمْ فَقُلْنَا لَهُمْ اِنَّ الْمَوْضِعَ

قَدْ عُفِيَ اَثَرُهٗ بِوَصِيَّةٍ مِّنْهُ فَمَضَوْا وَعَادُوْا اِلَيْنَا فَقَالُوْا اِنَّهُمْ اِحْتَفَرُوْا فَلَمْ يَجِدُوْا شَيْئًا۔

(۱۔ ارشاد شیخ مفید ص۱۹ مطبوعہ قم۔)
فی ذکر موضع قبر امیر المومنین
مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ اصول کافی جلد اول ص۴۵۸ کتاب الحجۃ
باب مولد امیر المومنین مطبوعہ تہران
طبع جدید)
(۳۔ اعلام الوریٰ ص۲۰۳ ذکر موضع قبر
امیر المومنین)

ترجمہ:۔

جب ہم جنازہ سے واپس لوٹے۔ تو شیعوں کی ایک جماعت ہمیں ملی۔ جس نے جنازہ میں شرکت نہ کی تھی۔ ہم نے اُن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عزت و تکریم کے بارے میں آگاہ کیا۔ جس کا ہم معائنہ کر چکے تھے۔ ہماری باتیں سن کر انہوں نے کہا۔ کہ ہم بھی وہ سب کچھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس کا تم معائنہ کر چکے ہو۔ ہم نے انہیں کہا۔ ہم تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی، وصیت کے مطابق ان کی قبر کو زمین کے برابر کر چکے ہیں۔ اور اب اس کا کوئی نشان باقی نہیں ہوگا۔ (لیکن وہ ضدی نکلے اور ہم سے اس مقام تدفین کی بابت معلومات حاصل کر کے) اُدھر چل پڑے۔ جب واپس پلٹے تو انہوں نے آکر ہمیں بتلایا۔ کہ جب ہم وہاں گئے تھے۔ تو ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر مل گئی۔ پھر جب ہم نے اُسے کھودا۔ تو اندر

کچھ بھی نہ پایا۔

خلاصہ کلام:۔

"شیخ مفید" نے اس بات کی وضاحت کردی ہے۔ کہ کوئی شیعوں میں سے کسی ایک نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ بلکہ جب حسنین کریمین نماز جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے کے بعد واپس تشریف لارہے تھے۔ تو کچھ شیعہ راستہ میں ملے۔ کیونکہ نماز جنازہ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ پھر اُن کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ وہ بھی "شیخ مفید" نے ذکر کی۔ قبر پر پہنچے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعد شہادت بھی انہیں چہرہ دکھانا گوارا نہ کیا۔

جن بے ادبوں اور "تمام نہاد محبان اہل بیت" کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شرکت نصیب نہ ہوئی۔ اور جن "مومنوں" کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعد تدفین منہ دکھانا گوارا نہ کیا۔ یہ لوگ کس منہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی شان میں یہ الزام لگانے کے قابل ہیں۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ لہٰذا یہ ہو گئے وہ ہو گئے۔

اب شیعہ حضرات اپنے فتوی کے مطابق یہ بتائیں۔ کہ اس وقت کوئی شیعوں میں سے کون کون سا شیعہ مسلمان مومن باقی رہا۔ کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شرکت کی ہو۔ سب ہو گئے کافر و مرتد یا نہ؟

تمام اہل تشیع کو چیلنج ہے۔ کہ کسی ایک صحیح روایت سے ثابت کردیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ تین عدد شیعہ نے ہی پڑھی ہو اور ان تین کے نام بھی تبلائیں۔

اگر ایسا کریں۔ تو اُن کو دس ہزار روپیہ انعام پیش کروں گا۔ اگر ایسا نہ کر سکیں۔ تو پھر دو ہی راستے ہیں۔ یا تو جس طرح انہوں نے حضور کے صحابہ پر فتوے کفر لگایا۔ ان پر بھی لگائیں۔ یا صحابہ کرام کے بارے میں غلط الزامات سے اپنی زبان کو لگام دیں۔ اور سچے دل سے توبہ کریں۔ خدا غفور رحیم ہے۔ اور ان دونوں راستوں میں دوسرا راستہ ہی دین و دنیا اور آخرت میں، مفید ہے۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

جنازہ رسول کی حقیقت اور مرض الموت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت بھری باتیں از کتب شیعہ

جلاء العیون :-

از ثعلبی روایت کردہ است کہ ابوبکر بخدمت حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم آمد در وقتی کہ مرض آنحضرت سنگین شدہ بود و گفت یا رسول اللہ! اجل تو کے خواہد بود؟ حضرت فرمود کہ حاضر شدہ است اجل من۔ ابوبکر گفت بازگشت تو بکجا است؟ فرمود بسوے سدرۃ المنتہی و جنۃ الماوی و رفیق اعلی و عیش گوارا و جرعہائے شراب قرب حق تعالے۔ ابوبکر گفت ترا کہ غسل خواہد داد فرمود ہر کہ از اہل بیت من بمن نزدیک تر باشد۔ پرسید در چہ چیز ترا کفن کنند؛ فرمود در ہمیں جامہا کہ پوشیدہ ام یا در حلہائے یمنی یا در جامہائے سفید مصری پرسید چگونہ بر تو نماز کنند در ایں وقت خروش از مردم برخاست و در دیوار بلرزہ آمد حضرت فرمود کہ صبر کنید خدا غفور کند از شما چوں مرا غسل دہند و کفن کنند

مرا بر تختی بگذارید و اول کسی کہ بر من نماز میکند خداوند عالمیانست پس رخصت می فرمائید ملائکہ را کہ بر من نماز کنند و اول کسی کہ نازل می شود جبرئیل است پس اسرافیل پس میکائیل پس ملک موت پس لشکر ہائے ملائکہ ہمگی فرود می آیند۔ و بر من نماز میکنند۔ پس شما فوج فوج باین خانہ درآئید و بر من صلوات فرستید و سلام کنید مرا آزار مکنید بگریہ و فریاد و نالہ و باید اول کسی کہ از آدمیان بر من نماز کند نزدیکان اہل بیت من باشند بعد از آں زنان و کودکان اہل بیت من و بعد از ایشاں مردم دیگر۔ ابو بکر گفت کہ داخل قبر تو خواہد شد فرمود ہر کہ از اہلبیت من بمن نزدیک تر است با ملکی چند کہ شما ایشاں را نخواہید دید پس فرمود برخیزید و آنچہ گفتم۔ بدیگراں برسائید۔

(جلاء العیون جلد اول ص۱۰۷۔ بیان کیفیت وفات سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

ثعلبی سے روایت کی گئی ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سنگین ہوئی۔ تو اس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور! آپ کس وقت انتقال فرمائیں گے۔ فرمایا میری اجل آ چکی ہے۔ ابو بکر نے پوچھا۔ آپ کی بازگشت کہاں ہے؟ فرمایا سدرۃ المنتہیٰ، جنۃ الماویٰ، رفیق اعلیٰ، اچھی زندگی اور اللہ کے قرب کی شراب طہور کے گھونٹ۔ ابو بکر نے پوچھا۔ آپ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا وہ جو میرے اہل بیت میں سے مجھ سے زیادہ نزدیک ہے۔ پوچھا کن کپڑوں سے آپ کو کفن دیا جائے۔ فرمایا۔ جو کپڑے میں نے پہنے ہوئے ہیں۔ یا مصر،

چادریں یا سفید مصری کپڑوں میں۔ پوچھا۔ پھر آپ کی نماز جنازہ کس طرح ادا
کی جائے گی؟ اس وقت لوگوں میں جدائی کے صدمے کی آواز بلند ہوئی۔ اور
مدینہ کے درو دیوار کانپنے لگے۔ حضور نے فرمایا۔ صبر کرنا خدا تمہیں معاف فرمائے
گا۔ مجھے غسل دینا۔ اور کفن پہنا کر تختہ پر ہی مجھے رہنے دینا۔ سب سے پہلے
جو میری نماز جنازہ پڑھے گا۔ وہ اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔ پھر فرشتوں کو
اجازت ملے گی کہ وہ میری نماز جنازہ پڑھیں۔ سب سے پہلے جبرئیل آئیں
گے۔ پھر اسرافیل پھر میکائیل پھر ملک الموت۔ ان کے بعد تمام فرشتے
بیک مرتبہ اتریں گے۔ اور میری نماز جنازہ پڑھیں گے۔ پھر تم ٹولیوں
کی شکل میں اس گھر آنا۔ اور مجھ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا۔ مجھے رو کر اور فریاد کر کے
دکھ نہ دینا۔ اور مجھ پر بین نہ کرنا۔ انسانوں میں سے میری نماز جنازہ سب
سے پہلے وہ ادا کرے۔ جو میرے اہل بیت میں سے میرے زیادہ نزدیک
ہو۔ پھر اہل بیت میں سے عورتیں اور ان کے بعد بچے نماز جنازہ ادا کریں
ان کے بعد دوسرے افراد آئیں۔ ابوبکر صدیق نے پوچھا آپ کی قبر میں کون
داخل ہو گا۔ فرمایا۔ جو میرے اہل بیت میں میرے زیادہ نزدیک ہے۔
اس کے ساتھ چند فرشتے بھی داخل ہوں گے۔ جنہیں تم نہیں دیکھ سکو گے۔
پھر فرمایا۔ ابوبکر! اٹھو۔ اور جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اس سے لوگوں کو
آگاہ کر دو۔

نبی پاک علیہ السلام کا جنازہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پڑھا

کشف الغمہ

فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتَی الْاَجَلُ قَالَ قَدْ حَضَرَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی ذٰلِکَ فَاِلٰی مَا الْمُنْقَلَبُ قَالَ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی وَجَنَّۃِ الْمَاْوٰی وَاِلٰی رَفِیْقِ الْاَعْلٰی وَالْکَاْسِ الْاَوْفٰی وَالْعَیْشِ الْمُھَنّٰی قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ فَمَنْ یَلِیْ غُسْلَکَ قَالَ رِجَالُ اَھْلِ بَیْتِیْ الْاَدْنٰی قَالَ فِیْمَ نُکَفِّنُکَ قَالَ فِیْ ثِیَابِیْ ھٰذِہِ الَّتِیْ عَلَیَّ اَوْ فِیْ حُلَّۃٍ یَمَانِیَّۃٍ حَزٍّ اَوْ فِیْ بَیَاضٍ مِصْرٍ قَالَ کَیْفَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ فَارْتَجَّتِ الْاَرْضُ بِالْبُکَاءِ فَقَالَ لَھُمُ النَّبِیُّ مَھْلًا عَفَی اللّٰہُ عَنْکُمْ اِذَا غُسِلْتُ وَکُفِّنْتُ فَضَعُوْنِیْ عَلٰی سَرِیْرِیْ فِیْ بَیْتِیْ ھٰذَا عَلٰی شَفِیْرِ قَبْرِیْ ثُمَّ اخْرُجُوْا عَنِّیْ سَاعَۃً فَاِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَوَّلُ مَنْ یُصَلِّیْ عَلَیَّ ثُمَّ یَاْذَنُ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَیَّ فَاَوَّلُ مَنْ یَنْزِلُ جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ اِسْرَافِیْلُ ثُمَّ مِیْکَائِیْلُ ثُمَّ مَلَکُ الْمَوْتِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ فِیْ جُنُوْدٍ کَثِیْرَۃٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ بِاَجْمَعِھَا ثُمَّ ادْخُلُوْا عَلَیَّ زُمْرَۃً زُمْرَۃً فَصَلُّوْا عَلَیَّ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا وَلَا تُؤْذُوْنِیْ بِتَبْکِیَۃٍ وَلَا رَنَّۃٍ وَلْیَبْدَاْ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیَّ الْاَدْنٰی فَالْاَدْنٰی مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ ثُمَّ النِّسَآءُ ثُمَّ الصِّبْیَانُ زُمَرًا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَمَنْ یَدْخُلُ قَبْرَکَ قَالَ الْاَدْنٰی ثُمَّ الْاَدْنٰی مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ مَعَ مَلٰٓئِکَۃٍ لَا

تَرُوْنَهُمْ قُوْمُوْا فَاَذُّوْا عَنِّيْ اِلٰى مَنْ وَّرَآئِكُمْ۔

(۱- کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص۱۷
فی ذکر مدۃ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ
تبریز طبع جدید)
(۲- امالی شیخ صدوق ص۳۷۶ المجلس
الثانی والتسعون مطبوعہ قم بالفاظ مختلفہ
(۳- جلاء العیون جلد اول ص۱۰۸ زندگانی
رسول خدا مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔ (مرض موت کی سنگینی کے وقت جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔) تو انہوں نے پوچھا۔ یارسول اللہ! آپ کے انتقال کا وقت کب ہے؟ فرمایا۔ ابھی۔ ابوبکر صدیق نے کہا۔ اللہ اس پر مددگار ہوگا۔ پھر پوچھا کس طرف بازگشت ہے؟ فرمایا۔ سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ اور رفیق اعلیٰ کی طرف اور عیش گوارا اور شراب حق تعالیٰ کے گھونٹوں کی طرف بازگشت ہے۔ ابوبکر صدیق نے پھر پوچھا۔ آپ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا میرے گھر والوں میں سے جو زیادہ قریب ہو۔ پھر پوچھا۔ کن کپڑوں میں آپ کو کفن دیا جائے؟ فرمایا۔ میرے انہی پہنے ہوئے کپڑوں میں یا یمنی ریشمی چادر یا سفید مصری کپڑوں میں۔ پوچھا۔ آپ کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے گی؟ تو اس پر زمین مارے غم کے لرزنے لگی۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کرنے کو فرمایا۔ اللہ تم کو معاف کرے۔ جب مجھے غسل دے دیا جائے۔ اور کفن پہنا دیا جائے۔ تو مجھے میرے گھر میں ہی چارپائی پر رکھا رہنے دیں۔ اور چارپائی قبر کے کنارے پر پڑی ہو۔ پھر کچھ وقت کے لیے مجھے تنہا چھوڑ

دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ میرا سب سے پہلے جنازہ پڑھے گا۔ پھر فرشتوں کو اجازت ملے گی۔ تو سب سے پہلے جبرائیل آئیں گے۔ ان کے بعد اسرافیل، پھر میکائیل اور ان کے بعد ملک الموت آئیں گے۔ اس کے بعد تمام فرشتے بہت سے لشکروں میں آئیں گے۔ ان کے فارغ ہونے کے بعد تم ٹولی در ٹولی آنا اور مجھ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا۔ لیکن مجھے رونے پیٹنے سے تکلیف مت پہنچانا۔ اور میری نماز جنازہ سب سے پہلے وہ پڑھے۔ جو قرابت میں مجھ سے زیادہ قریب ہو۔ پھر گھر کی عورتیں اور بچے نماز ادا کریں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا۔ آپ کو قبر میں کون اتارے گا۔؟ فرمایا میرے اہل بیت میں سے جو سب سے زیادہ نزدیک ہو۔ اور اس کے ساتھ فرشتے بھی ہوں گے۔ لیکن تم انہیں نہیں دیکھ سکو گے۔ اٹھو۔ اور میری یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دو۔ جو تمہارے علاوہ ہیں۔ یعنی یہاں موجود نہیں۔

مذکورہ دو روایات سے دو باتیں ثابت ہوئیں

پہلی بات:۔

ان دونوں روایات سے پہلی بات یہ معلوم ہوئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا محرم راز اور گہرا دوست سمجھتے تھے۔ اور یہ تعلق آخری لمحات تک قائم رہا۔ اس خصوصی تعلق کی بنا پر آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی بیماری کے آخری دنوں میں مخصوص وصیتیں فرمائیں۔ اور زندگی کے آخری ایام و لمحات میں آدمی کسی سطحی دوست کو اپنا محرم راز نہیں بناتا۔ چہ جائیکہ دھوکہ باز (منافق) پر اعتماد کیا جا سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری وقت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی موجود تھے۔

اور ان کے علاوہ بھی اہل بیت کے افراد موجود تھے۔ لیکن ان تمام کی موجودگی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کا وصیت فرمانا اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ میرے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ بنیں گے۔ جیسا کہ "صاحب قمی"، نے "واذا سر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا" کے تحت لکھا ہے۔ "میرے بعد ابو بکر صدیق خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد عمر فاروق خلیفہ منتخب ہوں گے"، آپ کا یہ فرمان بھی اللہ کی طرف سے تھا۔ اسی لیے آپ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ میرے بعد میرے تمام امور میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی متولی ہوں گے۔ اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس اور حضرت علی و دیگر حضرات اہل بیت کو چھوڑ کر وصیت کے لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا کیونکہ ان وصایا کا پورا فرمانا آپ کے جانشین کی ذمہ داری تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کا حجرۂ عائشہ صدیقہ میں بننا بھی ان کے حکم سے ہی تھا۔ اور جیسے جیسے آپ نے وصیت فرمائی۔ اسی طرح آپ نے اس کو عملی جامہ پہنایا۔ کسی ایک بھی وصیت میں رد و بدل نہ کیا۔ جن کتب شیعہ سے ہم نے مذکورہ روایات ذکر کی ہیں۔ وہ ان کی قابل قدر اور اہم کتب میں سے ہیں۔

لہٰذا ان روایات کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج شیعہ یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ کہ معاذ اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے بدخواہ تھے۔ بلکہ ان روایات سے صدیق اکبر کا محبوب ترین اور مقبول ترین شخصیت ثابت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ تو ایسے محرم راز، محبوب ترین، قابل اعتبار اور جانثار صدیق کا بوقت جنازہ دشمنی کا روپ دھار کر جنازہ میں شرکت نہ کرنا، اسے عقل سلیم کیسے تسلیم کر سکتی ہے؟

❊

دوسری بات :-

ان روایات سے یہ بھی واضح ہوا۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ عام مسلمانوں کے جنازہ کی طرح نہ پڑھا گیا۔ کہ اس کی باقاعدہ جماعت ہو تکبیریں کہی جائیں۔ ان میں میت کے لیے دعائے مغفرت ہو۔ اور جو ایک مرتبہ پڑھ لیا گیا۔ تو دوبارہ ضرورت نہیں۔ اور جو رہ گیا سو رہ گیا۔

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ "صلوۃ وسلام" بھیجنا تھا۔ اور وہ بھی دس دس کی ٹولی آتی رہی۔ اور فارغ ہوتی رہی۔ اور انسانوں کی حاضری سے قبل خود اللہ اور اس کے ملائکہ کا اس طرح آپ کی نماز جنازہ ادا فرمانا جیسا کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ اس موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت فرمانا کہ غسل و کفن کے بعد میری میت کو چند لمحوں کے لیے تنہا چھوڑ دینا، کیا اس سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بوقت غسل و کفن موجودگی ثابت نہیں ہوتی۔

پھر آپ کی وصیت کے مطابق پہلے اہل بیت کے مرد و زن اور بچگان کو نماز جنازہ ادا کرنا تھا۔ اگر اس وقت جب اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ اور حضور کی اہل بیت کے افراد نماز جنازہ ادا کر رہے تھے۔ صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما موجود نہ تھے۔ تو یہ عدم موجودگی خود وصیت کی تعمیل تھی۔

اس کے بعد جب دیگر حضرات کی باری آئی۔ تو بھی ٹولیوں کی شکل میں لوگ آئے۔ اور صلوۃ وسلام پیش کرتے رہے۔ جو سب سے پہلی ٹولی آئی۔ اس وقت بعد کی تمام ٹولیاں جنازۂ رسول میں شریک نہ تھیں۔ جب دوسری ٹولی آئی۔ تو پہلی موجود نہ تھی۔ کیونکہ حجرہ مقدسہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد شریف تھا۔ اس میں صرف دس آدمیوں کے بیک وقت سمانے کی گنجائش تھی۔ تو ہر دس کی ٹولی کے وقت بقیہ تمام حضرات آپ کی

نماز جنازہ میں شریک نہ تھے۔ بلکہ کچھ فارغ ہو چکے تھے۔ اور کچھ اپنی باری کے منتظر تھے۔ اسی وجہ سے دو دن اور دو رات لگاتار ٹولیاں آتی رہیں۔ اور جب تمام انصار، مہاجرین اور مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے تمام مرد و زن فارغ ہو چکے۔ تو آپ کو بمطابق وصیت سپرد خاک کیا گیا۔

ان حالات میں یہ کہنا کہ شیخین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں شریک نہ تھے۔ اس وقت درست ہو سکتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو جائے۔ کہ ان دونوں حضرات نے دو دن اور دو رات کے عرصہ میں تنہا یا کسی ٹولی میں شریک ہو کر بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش نہیں کیا۔ اور اتنے عرصہ میں متواتر غائب رہے۔ اگر کسی معتبر روایت میں ایسی صراحت ہو۔ تو دکھاؤ۔ ورنہ محض ایک مفروضہ اور وہ بھی من گھڑت کی بنا پر بارگاہ شیخین میں یہ گستاخی کرنا کہ ان حضرات نے چونکہ نماز جنازہ میں شرکت نہیں فرمائی۔ لہذا یہ خلافت کے حق دار کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ بالکل باطل محض اور دور از عقل و دانش بات ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

طعن دوم

ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما خلافت کے حصول کی مصروفیات کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین میں شریک نہ ہوئے

قول مقبول

عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَمْ يَشْهَدَا دَفْنَ النَّبِيِّ وَكَانَا فِي الْاَنْصَارِ فَدُفِنَ قَبْلَ اَنْ يَرْجِعَا۔

(كنز العمال كتاب الخلافة

مع الامارة من قسم الافعال

جلد ۳ ص ۱۴۰)

ترجمہ:

جناب ابوبکر و عمر دفن نبی کے وقت قبر مبارک پر حاضر نہ تھے۔ اور وہ دونوں سقیفہ بنی ساعدہ میں قبیلہ انصار میں تھے۔ اور خلافت

کی بتائی کر رہے تھے۔ اور ان کی واپسی سے پہلے ہی رسول پاک کو دفن کر دیا گیا۔

اور البدایہ والنھایہ میں اتنا لکھا ہے۔ کہ بیعت ابو بکر دفن نبی سے پہلے ہوئی تھی۔ اور سیرت نبویہ میں لکھا ہے۔ کہ ابو بکر و عمر دفن نبی سے پہلے ہی بے کر چلا گیا تھا۔ اور ریاض النضرۃ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر شام تک مسجد میں بیعت لیتا رہا۔ اور دفن نبی سے غافل رہا۔

میرے محترم قارئین! ان عبارات سے تو صرف اتنا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ابو بکر و عمر لاش نبی کو بغیر غسل و کفن اور جنازہ و دفن کے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اور وجہ بھی معلوم ہے۔ بقول وہاں دوستوں کے روزِ وفات نبی آسمان سے ایک بلا اتری تھی۔ اور اس نے ابو بکر و عمر کو کہا تھا۔ تم جنازہ رسول کو چھوڑ دو۔ اور حاکم بناؤ۔ ورنہ میں تمہیں کھا جاؤں گی۔ چونکہ نبی کریم تو پہلے وفات پا چکے تھے۔ اور ابو بکر و عمر اگر اس آفت و بلا کا کہا نہ مانتے تو وہ ان دونوں کو کھا جاتی۔ بس پھر مسلمانوں کے پاس کیا رہ جاتا۔ اس مجبوری کی وجہ سے انہوں نے جنازۂ رسول چھوڑا تھا۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص ۵۵۰ مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور)

جواب اوّل:

طعن کی عبارت کی سند پر جرح

"کنز العمال" سے منقول حوالہ کی تلاش میں ہم نے بہت محنت اور

کاوش کی۔ کیونکہ کسی کتاب کے حوالہ کو نقل کرتے وقت اس کی جلد نمبر اور صفحہ لکھ دینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی طباعت جدید و قدیم کا بھی تذکرہ ضروری ہوتا ہے۔ یہ اس لیے کہ ہر مرتبہ کتاب جب نئی چھپتی ہے۔ تو اس کے صفحات میں کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ بہر حال مذکورہ صفحہ پر تو ہمیں عبارت نہ مل سکی۔ لیکن شکر ہے کہ مل گئی روایت ملنے کے بعد ہم نے اس کے ماله اور ماعلیہ کو دیکھا۔ کتاب مذکور میں اس کی سند مفقود ہے۔ نجفی کے بقول (جو اس نے ماتم اور صحابہ میں ذکر کیا) کوئی روایت اس وقت تک قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کی سند اور وہ بھی صحیح مذکور نہ ہو۔ اور مزید یہ کہ وہ تعارض سے خالی ہو۔ لہذا سند مذکور نہ ہونے کی بنا پر یہ روایت قابلِ استدلال و حجت نہیں۔ طعن کا جواب اتنا بھی کافی ہو سکتا تھا۔ لیکن ہم نے اس پر اکتفا نہ کیا۔ اس روایت کی سند ہمیں "مصنف ابن ابی شیبہ" میں ملی۔ اسی کی طرف کنز العمال میں "ش" کی علامت موجود پائی۔ روایت کی سند سامنے آنے کے بعد اس کے رجال کو دیکھا۔ تو راوی ہشام میں کچھ جرح پائی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ہشام بن عروہ پر جرح

تہذیب التہذیب

قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ رَأَيْتُ مَالِكَ ابْنَ اَنَسٍ فِي النَّوْمِ سَأَلْتُهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ فَقَالَ إِمَّا مَا حَدَّثَ بِهٖ وَهُوَ عِنْدَنَا فَهُوَ اَیْ كَاَنَّهٗ يُصَحِّحُهٗ وَمَا حَدَّثَ بِهٖ بَعْدَ مَا خَرَجَ مِنْ

عِنْدِنَا وَكَانَهُ يُوهِنُهُ ...... وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ شَيْبَةَ ثِقَةٌ ثَبْتٌ لَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ شَيْءٌ إِلَّا بَعْدَ مَا صَارَ إِلَى الْعِرَاقِ ...... وَقَالَ ابْنُ خِرَاشٍ كَانَ مَالِكٌ لَا يَرْضَاهُ وَكَانَ هِشَامٌ صَدُوقًا تَدْخُلُ أَخْبَارُهُ فِي الصَّحِيحِ بَلَغَنِيْ أَنَّ مَالِكًا نَقَمَ عَلَيْهِ حَدِيْثَهُ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ قَدِمَ الْكُوفَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَدْمَةً كَانَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ سَمِعَ مِنْهُ بِآخِرِهٖ وَكِيْعٌ وَابْنُ نُمَيْرٍ ...... وَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ الْقَطَّانِ تَغَيَّرَ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَلَمْ نَرَ لَهُ فِيْ ذَالِكَ سَلَفًاه۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۱
ص ۵۰، ۵۱ حرف الہاء مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

یحییٰ بن سعید کا کہنا ہے۔ کہ میں نے امام مالک بن انس کو خواب میں دیکھا۔ اور ہشام بن عروہ کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ جو احادیث اس نے ہمارے پاس ہوتے ہوئے بیان کیں وہ گویا صحیح تھیں۔ اور جو احادیث ہم سے علیحدہ ہونے پر ذکر کیں۔ وہ کمزور تھیں۔ یعقوب بن شیبہ نے اسے ثقہ کہا۔ اور کسی چیز کا انکار نہ کیا۔ لیکن عراق چلے جانے کے بعد اس کے متعلق ان کی رائے تبدیل ہو گئی۔

ابن خراش کا کہنا ہے۔ کہ امام مالک اس ہشام کو پسند نہ کرتے تھے۔ یہ صدوق تھا۔ اور اس کی روایات "صحیح" تھیں۔ لیکن عراقی ہو جانے کی وجہ سے امام مالک نے اس پر جرح بھی کی۔ کوفہ میں ہشام تین مرتبہ آیا۔ پہلی مرتبہ آیا۔ تو کہا۔ کہ مجھے میرے باپ نے کہا اور اس نے حضرت عائشہ سے سنا۔ دوسری دفعہ اسی کو یوں بیان کیا۔ مجھے میرے باپ نے کہا۔ اور کہا کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی۔ (یعنی پہلی سَمِعْتُ اور دوسری مرتبہ حَدَّثَنِیْ وَاَخْبَرَنِیْ کے لفظ کہے) اور تیسری مرتبہ یوں کہا۔ کہ میرے باپ نے کہا۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وکیع اور ابن نمیر نے سُنا۔ اور انہوں نے سُن کر مجھے بتایا...... ابوالحسن اور قطان کا کہنا ہے۔ کہ ہشام فوت ہونے سے پہلے بدل گیا تھا۔ ایسی تبدیلی ہم نے اس سے قبل نہ دیکھی تھی۔

تہذیب التہذیب کی تحقیق سے ثابت ہوا۔ کہ ہشام بن عروہ کی روایات دو طرح کی ہیں۔ عراق جانے سے قبل کی اور عراق جانے کے بعد کی۔ اول الذکر تو صحیح اور معتبر ہیں۔ لیکن مؤخر الذکر پر جرح ہے۔ جس کی ایک جھلک خود صاحب تہذیب التہذیب نے دکھلائی۔ اس تحقیق کے سامنے آنے کے بعد مذکورہ روایت جو نجفی نے پیش کی ہے۔ اس کو دیکھا۔ چونکہ اس کا راوی ابن نمیر ہے۔ اور ابن نمیر سے روایت ہشام نے قیام عراق کے دوران کی۔ لہٰذا یہ روایت من جملہ اُن روایات کے ایک ہے۔ جو ہشام کے عراق جانے کے بعد کی ہیں۔ چونکہ اس دوران کی روایات مجروح ہیں۔ لہٰذا روایتِ مذکورہ قابل استدلال اور ہمارے خلاف حجت نہ بن سکی۔ اور نہ ہی اس میں اتنی قوت کہ اس سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق کے بارے میں وہ بات جو نجفی نے اس کے حوالہ سے پیش کی ثابت

ہو سکے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ روایت مذکورہ از روئے نقل بھی مجروح ہے

جواب دوم:

کنز العمال کے حوالہ سے نجفی نے یہ ثابت کیا۔ کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مکمل ہونے تک بلکہ اس کے بعد تک ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما مسئلہ خلافت میں اُلجھے رہے۔ اور اس اُلجھن کی وجہ سے وہ دونوں نہ تو آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ اور نہ تدفین کے وقت موجود تھے،، اور البدایہ والنہایہ کے حوالہ سے ثابت یہ کیا گیا۔ کہ "مسئلہ خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے پہلے ہی ختم ہو چکا تھا لیکن فراغت کے باوجود یہ دونوں صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ و دفن میں شریک نہ ہوئے۔

ان دونوں حوالہ جات کے ذریعہ ثابت کردہ امور میں ٹکراؤ موجود ہے اول الذکر حوالہ سے ثابت کردہ امر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد تک مسئلہ خلافت حل نہ ہوا تھا۔ اور موخر الذکر کے مطابق جنازہ اور تدفین سے قبل یہ مسئلہ طے ہو چکا تھا۔ اب تعارض کی صورت میں کیا ہونا چاہیئے لیکن نجفی کو اپنے ثابت کردہ امور میں محو ہونے کی وجہ سے اس طرف خیال ہی نہ گیا۔ چلو اسے چھوڑ دیئے۔ البدایہ والنہایہ میں مذکور مقام اور معاملہ کو دیکھ لیا جائے۔ وہاں اس کی کیا نوعیت مذکور ہے۔

البدایة والنہایة:

قُلْتُ كَانَ هٰذَا فِي بَقِيَّةِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَبِيْحَةَ يَوْمِ الثُّلَاثَاءِ اِجْتَمَعَ النَّاسُ

فِي الْمَسْجِدِ فَتَمَّتِ الْبَيْعَةُ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ قَاطِبَةً وَكَانَ ذَالِكَ قَبْلَ تَجْهِيْزِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...... وَهٰذَا اَسْنَادٌ صَحِيْحٌ مَحْفُوْظٌ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ نَضْرَةَ الْمُنْذِرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ قَطْعَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سَنَانِ الْخُدْرِيِّ وَفِيْهِ فَائِدَةٌ جَلِيْلَةٌ وَهِيَ مُبَايَعَةُ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۵
ص ۲۴۸، ۲۴۹/۱ اعتراف سعد
بن عبادۃ بصحت ماقالہ
الصدیق الخ طبع قدیم۔)

ترجمہ:

میں کہتا ہوں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کا واقعہ بروز پیر ہوا۔ اسی دن پچھلے پہر سقیفہ بنی ساعدہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا معاملہ طے ہوا۔ اور پھر دوسرے دن بروز منگل تمام مہاجرین و انصار نے مکمل طور پر ان کی بیعت کر لی۔ اور یہ تمام واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز سے قبل ہو چکا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیعت عام کے بعد منبر نبوی پر بیٹھ کر حاضرین کو بغور دیکھا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے۔ ان کے بارے میں آپ نے پوچھا۔ چنانچہ کچھ آدمی اٹھے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کو ساتھ لے کر مسجد میں آ گئے۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ نے بھی ابوبکر کی بیعت کر لی........ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔

"البدایہ والنہایہ"، کی درج بالا عبارت سے نجفی کے اس فریب کی قلعی کھل گئی۔ جو اس نے بڑے طمطراق سے کہا تھا۔ کہ کنز العمال کی روایت کے مطابق مسئلہ خلافت کے ختم ہونے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین اور تدفین ہو چکی تھی۔ از روئے درایت اس کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ حقیقت حال یہ ہے۔ کہ جس دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے راہیٔ بقا ہوئے۔ وہ پیر کا دن تھا۔ اور اسی دن پچھلے پہر سقیفہ بنی ساعدہ میں مسئلہ خلافت پر کچھ اختلاف ہوا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا۔ اور وہاں دونوں تشریف لے گئے۔ ان دونوں کی کاوشوں سے معاملہ یہ طے ہوا۔ کہ ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنا کر ان کی بیعت کر لی جائے۔ چنانچہ اسی روز دن ڈھلے خاص لوگوں نے ان کی بیعت کر لی۔ یوں پیر کا دن گزر گیا۔ صبح بروز منگل تمام مہاجر و انصار مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت عامہ ہوئی۔ اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابھی تدفین نہ ہوئی تھی۔ بلکہ غسل دینے کے بعد آپ کو حجرہ شریفہ میں رکھا گیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام آپ کے حجرہ اقدس میں داخل ہوتے اور درود و سلام پیش کر کے باہر آ جاتے۔ پھر دوسری ٹولی داخل ہوتی اور اسی طرح صلوٰۃ و سلام کے بعد وہ بھی باہر آ جاتی۔ ان داخل ہونے والوں میں سب سے پہلے اندر جانے والے ابوبکر صدیق اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما تھے۔

منگل کا دن گزرنے پر رات کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین عمل

میں آئی۔ اس لیے یہ کہنا کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں نہ تو آپ کی تجہیز میں شامل تھے۔ نہ جنازہ میں اور نہ ہی دفن کرتے وقت موجود تھے کوئی ذی عقل اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔ البدایہ والنہایہ کی عبارت نے تو نجفی کی ماں مار ڈالی۔

جواب سوم:

کتب شیعہ میں بالوضاحت یہ مسئلہ موجود ہے۔ کہ نماز جنازہ پڑھانے کا حق سب سے پہلے بادشاہ وقت کو ہے۔ اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے کتب شیعہ سے حوالہ جات "سیدہ فاطمہ بنت رسول" کی بحث میں ہم بیان کر چکے ہیں بطور خلاصہ تحریر ہے۔

فروع کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا حَضَرَ الْاِمَامُ فَہُوَ اَحَقُّ النَّاسِ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہَا

(جلد سوم ص ۱۷۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب امام موجود ہو۔ تو نماز جنازہ پڑھانے کا اُسے سب سے زیادہ حق ہے

قرب الاسناد

قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْوَالِیْ اَحَقُّ بِالصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ مِنْ وَلِیِّہَا۔

(ص ۲۱۰ جلد دوم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نماز جنازہ پڑھانے کا بادشاہ ولی سے بھی زیادہ حق دار ہے۔

مقاتل الطالبین

عَنْ اَبِیْ الْحَازِمِ اَنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ قَدَّمَ سَعِیْدَ بْنَ الْعَاصِ لِلصَّلٰوۃِ عَلَی الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ وَقَالَ تَقَدَّمْ فَلَوْلَا اَنَّہَا سُنَّۃٌ مَا قَدَّمْتُکَ۔

(مقاتل الطالبین۔ ص ۷۶ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

بروایت ابی حازم ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی امام حسن کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے سعید بن العاص کو مصلی پر کھڑے ہونے کو کہا۔ اور پھر کہا۔ اگر اس طرح اسلامی طریقہ نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں آگے نہ کرتا۔

قرب الاسناد

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ لَمَّا تُوُفِّیَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَام خَرَجَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ وَهُوَ اَمِیْرٌ یَوْمَئِذٍ عَلَی الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَوْلَا السُّنَّةُ مَا تَرَكْتُهُ یُصَلِّیْ عَلَیْهَا۔

(جلد دوم ص ۲۱۰)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب ام کلثوم بنت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو مروان بن الحکم نماز جنازہ پڑھانے کے لیے نکلا۔ کیونکہ وہ ان دنوں مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ تو یہ دیکھ کر امام حسین نے فرمایا۔ اگر ایسا کرنا سنت نہ ہوتا تو میں مروان کو ام کلثوم کا جنازہ پڑھانے کی اجازت نہ دیتا۔

شیعہ کتب کے حوالہ جات سے آپ نے دیکھا۔ کہ وقت کے بادشاہ امیر اور والی کو میت کی تجہیز و تکفین وغیرہ پر زیادہ اختیار ہوتا ہے۔ اس قانون کے پیش نظر جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو چکے تھے۔ تو ان تمام باتوں کا آپ کو زیادہ حق تھا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت اور خلافت آپ کی طرف منتقل ہو چکی تھی۔ ان کے ہوتے ہوئے یہ کیونکر ہو سکتا تھا۔ کہ ان کی مرضی اور حکم کے بغیر تجہیز و تدفین ہوتی۔ لہٰذا

معلوم ہوا۔ کہ یہ سب کچھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ہوا۔
"قرب الاسناد" کی روایت اگر نجفی کے پیش نظر ہوتی۔ تو وہ یہ اعتراض و طعن ابوبکر صدیق کی طرف ہرگز منسوب نہ کرتا۔ شیعہ لوگ مروان بن الحکم کو دوسرا یزید شمار کرتے ہیں لیکن امام حسین نے اپنی ہمشیرہ ام کلثوم کی نماز جنازہ کا اسے امام بنا لیا۔ اور کہا۔ اگر ایسا کرنا سنت نہ ہوتا الخ یعنی امام وقت یا حاکم و خلیفہ سے جنازہ کی نماز پڑھوانا اگر سنت نہ ہوتا تو اس کو آگے نہ کرتا۔ ذرا سوچئے۔ امام عالی مقام نے والی اور امام سے نماز پڑھوانے کو "سنت" کہا۔ اس سے مراد کس کی سنت ہے۔ یا حضرت علی المرتضٰے کی سنت۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ وقت کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق سے پڑھوائی تھی۔ اور اگر سنتِ رسول مراد ہے۔ تو وہ یہ کہ حضور صلی علیہ وسلم کی نماز جنازہ (جو صلوٰۃ و سلام تھی۔ ابوبکر صدیق کے حکم سے ہوئی۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ منگل کو بیعت عامہ ہو چکی تھی۔ اس کے بعد بدھ کی رات کو تجہیز و تکفین وغیرہ کے تمام امور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ادا کیے گئے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بیان

از

پیر طریقت راہبر شریعت واقف اسرار حقیقت سیدی سندی

حضرت قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف : ضلع گوجرانوالہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ مبارک کو شیعہ لوگوں کا مورد طعن بنا کر صحابہ کو ملعون کرنا بڑی ہی تعجب خیز بات ہے ۔ چنانچہ وہ ان پڑھ سنیوں کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ حالانکہ یہ سراسر بہتان ہے ۔ کتب اہل سنت میں تو آپ کے جنازہ مبارکہ کے متعلق تو کوئی یہ اختلاف نہیں کہ صحابہ نے پڑھا یا نہیں لیکن اگر کتب شیعہ کو مدنظر رکھ لیا جائے تو پھر بھی صحابہ کرام پر یہ الزام کسی طور پر ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ شیعہ کتب میں یہ موجود ہے کہ ولی میت کی موجودگی میں حاکم وقت نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار ہے ۔

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا حَضَرَ الْاِمَامُ الْجَنَازَۃَ فَھُوَ حَقُّ النَّاسِ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْھَا۔

(فروع کافی کتاب الجنائز صفحہ نمبر ۱۷۷
مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا۔ جب امام (حاکم وقت) جنازہ پر حاضر ہو تو اس کی نماز پڑھانے کا حق سب سے زیادہ اسی کو ہے۔

قرب الاسناد میں ہے:

اَلْوَالِیْ اَحَقُّ بِالصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ مِنْ وَلِیِّھَا۔

(قرب الاسناد جلد دوم۔ باب من
احق بالصلوۃ علی المیت
ص ۲۱۰ - تہران جدید)

ترجمہ

حاکم وقت نماز جنازہ پڑھانے کا حق ولی میت سے بھی زیادہ رکھتا ہے:-

❖

مقاتل الطالبین میں ہے:

عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ اَنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ قَدَّمَ سَعِیْدَ بْنَ الْعَاصِ لِلصَّلٰوۃِ عَلَی الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ وَقَالَ فَلَوْ لَا اَنَّهَا سُنَّةٌ مَا قَدَّمْتُكَ۔

(مقاتل الطالبین ص۶۰ ذکر حسین بن علی)

ترجمہ:

ابو حازم سے روایت ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھانے کے لیے (گورنر مدینہ) سعید کو آگے کیا اور کہا اگر یہ سنت نہ ہوتی۔ تو میں تمہیں آگے نہ کرتا۔

قرب الاسناد میں ہے:

لَمَّا تُوُفِّیَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ خَرَجَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ وَهُوَ اَمِیْرٌ یَوْمَئِذٍ عَلَی الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ لَوْلَا السُّنَّةُ مَا تَرَكْتُهَا تُصَلِّیْ عَلَیْهَا۔

(قرب الاسناد جلد دوم ص ۲۱۰)

ترجمہ: جب ام کلثوم بنتِ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا مروان بن حکم

نے جو ان دنوں امیر مدینہ تھے۔ نماز جنازہ پڑھائی امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی تو اسے آگے نہ ہونے دیتا۔

الحاصل:

کتب شیعہ کے مذکورہ حوالہ جات کے مطابق یہ اصول سامنے آیا کہ میت کے وارث کی موجودگی میں بھی وقت کا حاکم جنازہ پڑھانے کا حق دار زیادہ ہے۔

اس اصول کے مدنظر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو یہ کیفیت سامنے آتی ہے کہ آپ کا جنازہ محض آپ پر درود وسلام پڑھنا تھا۔ کچھ بھی ہو بہر حال وہ حضرت ابوبکر صدیق کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ پیر کے دن نبی علیہ السلام کا وصال اور اس کے فوراً بعد حضرت ابوبکر خلیفہ بنے اور بدھ کو تدفین ہوئی اسی لیے اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کی پہلی صف میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔

اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو شیعہ کتب سے کھری کھری عبارتیں چند ایک ہم آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ جس سے معلوم ہو جائے گا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ہماری نماز جنازہ جیسی نہ تھی اور وہ کیا تھی یہ بھی سامنے آجائے گا۔

اصول کافی میں جو شیعہ فرقہ کی سب سے معتبر کتاب ہے۔ لکھا ہے کہ امام باقر سے سوال کیا گیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کیسے تھی۔ فرمایا

اصول کافی

لَمَّا غَسَلَهُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَفَّنَهُ ثُمَّ اَدْخَلَ عَلَيْهِ عَشَرَةً فَدَارُوْا حَوْلَهُ ثُمَّ وَقَفَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ وَسْطِهِمْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى

النَّبِيِّ الخ فَيَقُوْلُ الْقَوْمُ كَمَا يَقُوْلُ حَتّٰى صَلّٰى عَلَيْهِ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ وَ اَهْلُ الْعَوَالِي۔

(اصول کافی جلد اول ص ۴۵۰ کتاب الحجۃ
باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو غسل وکفن دے دیا تو دس آدمیوں کو حجرے میں (وہ حجرہ حضرت مائی عائشہ صدیقہ رض کا تھا) داخل کیا خود ان کے درمیان کھڑے ہو گئے اور ان اللہ وملائکتہ (آیت) پڑھی لوگ بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہی درود شریف پڑھتے جاتے۔ تا آنکہ تمام اہل مدینہ اور آس پاس والوں نے آپ کا جنازہ (یعنی درود شریف) پڑھا۔

اصول کافی:

عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَّتِ الْمَلَائِكَةُ وَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَ الْاَنْصَارُ فَوْجًا فَوْجًا۔

(اصول کافی جلد اول ص ۴۵۰ کتاب الحجۃ
باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تمام فرشتوں تمام مہاجرین اور تمام انصار نے فوج در فوج

آپ کا جنازہ (یعنی درود شریف) پڑھا۔

شیعہ فرقہ کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی میں ہے:

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ ذٰلِكَ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ مَنْ بَايَعَ وَمَنْ لَمْ يُبَايِعْ ۔

(احتجاج طبرسی ص ۹۴ جلد اول)

ترجمہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل وکفن سے فارغ ہوئے تو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا۔ اور لوگ بھی آپ پر درود شریف پڑھتے رہے اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے والے اور (وقت کی کمی کے باعث) بیعت نہ کرنے والے سبھی شامل تھے۔

اس سلسلے میں آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے تمام متوسلین کو اعلان کرتا ہوں کہ جس شخص کا ذہن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق صاف نہیں اور وہ ان کی ذات کو موردِ طعن بناتا ہے اس کا ہمارے آستانہ عالیہ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ایسے شخص کی روز قیامت بخشش ہوگی۔

کیونکہ ان حضرات کے متعلق مولیٰ کریم جنت کا وعدہ فرما چکے ہیں۔

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا

وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

(ستائیسویں ۲۷ پارے۔ الحدید۔ آیت ۹ تا ۱۰، رکوع سولہیں)

ترجمہ:

"تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا اور وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں کہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ اور جہاد کیا اللہ تعالیٰ ان سب سے جنت کا وعدہ فرما چکے ہیں۔"

اس سے جو مختلف سمجھے وہ حق پر نہیں۔ کروہ روایت ہے اور یہ آیت ہے۔ لہذا روایتوں کو چھوڑ کر آیتوں پر عمل کرو۔ اللہ کی آیتیں سچی ہیں۔

سید محمد باقر علی شاہ سجادہ نشین

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

باب سوم
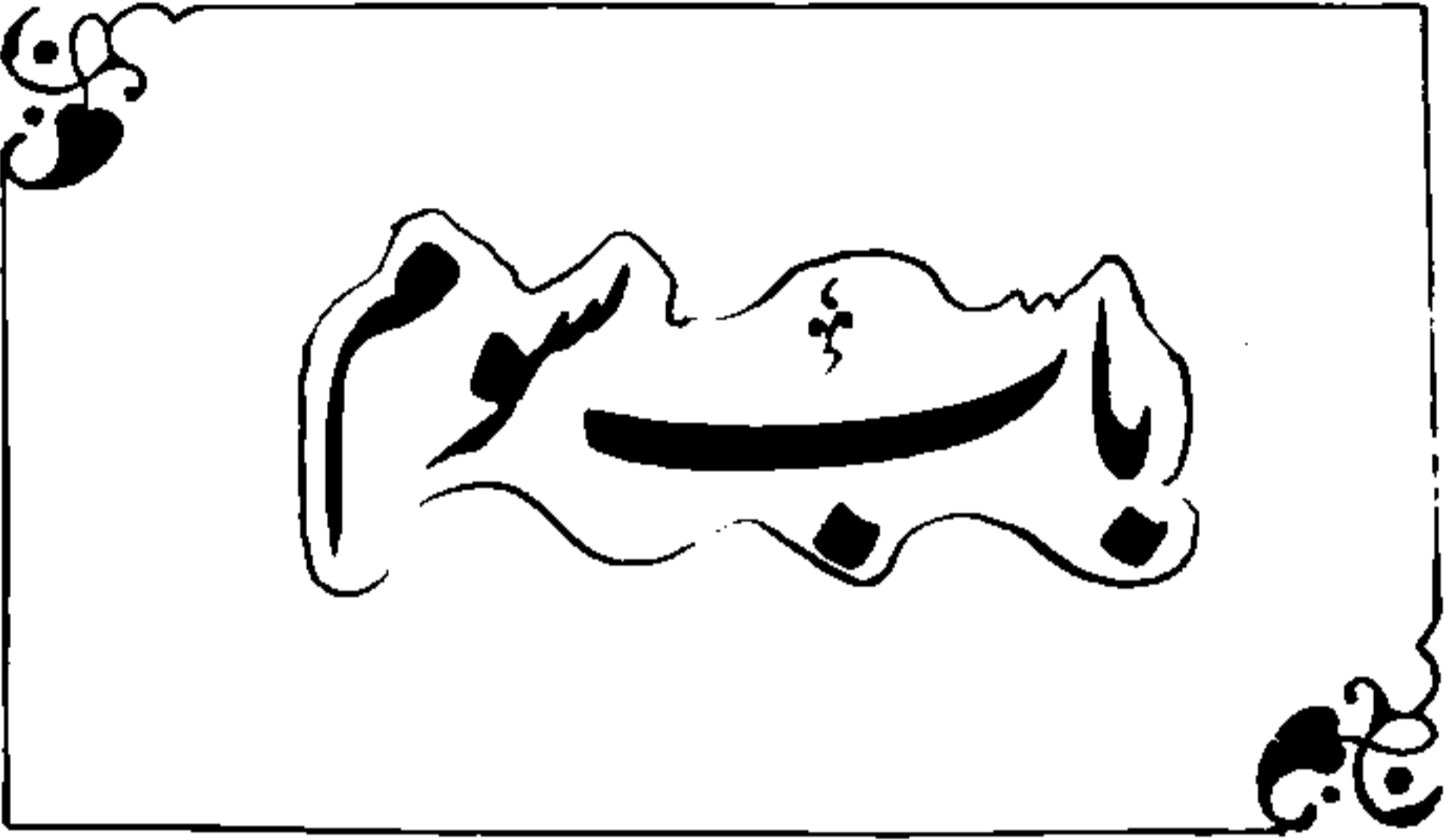
مناقب اہل بیت

باب سوم:

مناقب اہل بیت

عقائد جعفریہ کی جلد چہارم..... کی ترتیب وتالیف کے وقت خیال آیا۔ اس حصہ میں اہل تشیع کے اس خیال کی تردید بھی ہو جائے۔ جو وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرات اہل بیت کرام کے حقیقی محب اور نام لیوا ہم اہل تشیع ہی ہیں۔ اور اہل سنت وجماعت کا صرف دعویٰ ہی ہے۔ انہیں اہل بیت کرام سے کوئی محبت اور تعلق نہیں۔ اور اس کا ثبوت وہ کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ ہم نے تحفہ جعفریہ کے مختلف مقامات پر اس کے دلائل پیش کیے ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع کا محبتِ اہل بیت کا دعویٰ صرف ایک زبانی جمع خرچ ہے۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس سلسلہ میں عقائد جعفریہ کی پہلی جلد قابل مطالبہ ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اہل تشیع محب اہل بیت کی بجائے اُس کے بدخواہ اور دشمن ہیں۔ اسی طرح تحفہ جعفریہ کی دوسری، تیسری اور چوتھی جلد میں ہم اہل سنت پر کیے گئے اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا ہے۔ اب ہم مختصر طور پر یہ تحریر کر رہے ہیں۔ کہ ہماری کتب معتبرہ میں حضرات اہل بیت کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے کیا اُس سے ان کی شان کی رفعت وعظمت بیان ہوئی ہے۔ اُس کا فیصلہ ہم قارئین کرام پر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ مناقب اہل بیت میں سے سب سے پہلے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کا کتب معتبرہ سے تذکرہ سنیئے۔

✿

مناقب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

فصل اوّل

آپ کی کنیت، حلیہ اور آپ کے اسم گرامی کا بیان

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی دور جاہلیت اور دور اسلامی میں "علی" ہی تھا۔ تقریباً پانچ برس خلیفۃ المومنین بنے رہے۔ اور ترسیٹھ برس کی عمر میں کوفہ کی جامع مسجد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کئی کنیتیں رکھتے تھے۔ ہر ایک کنیت کی وجہ موجود ہے۔ "ابوالحسن" اس لیے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ان کے فرزند کبیر تھے۔ "ابوریحانتین" یعنی دو خوشبوؤں والے بایں وجہ کہ حسنین کریمین دونوں "ریحان" تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے "ابوتراب" نکلا۔ تو اسے بھی کنیت بنا لیا۔ بلکہ سب سے زیادہ اسی کو استعمال فرمایا۔ اس کنیت کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ بخاری شریف کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

بخاری شریف:

ابو حازم کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص جناب سہل بن سعد کے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ فلاں آدمی حضرت علی المرتضےٰ امیر مدینہ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہتا ہے۔ اور

وہ بھی بر سرِ منبر۔ پوچھا۔ کیا کہتا ہے؟ بتلایا گیا۔ کہ آپ کو "ابوتراب" کہتا ہے۔ یہ سُن کر جناب سہل ہنس دیے۔ اور فرمایا۔ یہ نام (کنیت) تو انہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ نام سب ناموں سے زیادہ محبوب تھا۔ ابو حازم کہتے ہیں۔ کہ پھر میں نے جناب سہل بن سعد سے اس واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ فرمانے لگے۔ ہوا یوں کہ ایک دن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ واپس لوٹے۔ تو مسجد میں لیٹ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سے پوچھا۔ فاطمہ! تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ عرض کیا مسجد میں یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں حضرت علی المرتضیٰ کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا کہ چادر اُن کے جسم سے اُتر گئی ہے۔ اور ان کی پشت پر مٹی لگی ہوئی ہے۔ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشت پر سے مٹی جھاڑتے جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ اے ابو تراب! اٹھو آپ نے دو مرتبہ یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

(۱۔ بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۵ پارہ چودہ مناقب علی مطبوعہ آرام باغ کراچی)

(۲۔ ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۰۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ریاض النضرۃ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حلیہ شریف۔ آپ میانہ قد، موٹی موٹی اور سیاہ آنکھیں، چودھویں رات کے چاند ایسا حسین چہرہ

اور دراز شکم تھے۔ سعید تیمی کا کہنا ہے۔ کہ بچپن میں ہم چند ساتھی بازار میں کپڑا بیچا کرتے تھے۔ اور اس دوران جب ہمیں کہیں حضرت علی المرتضٰے نظر آتے۔ تو ہم انہیں "نزاک اللہ کم" کے الفاظ کہا کرتے۔ ایک مرتبہ آپ نے ہم سے پوچھا۔ جو لفظ تم مجھے دیکھ کر کہتے ہو۔ اُس کا کیا مطلب ہے۔ ہم نے کہا۔ کہ بڑے پیٹ والا۔ فرمایا۔ ہاں پیٹ بڑا ہے۔ اس کے اوپر والے حصّہ میں علم اور نیچے کھانا ہے۔ آپ کے کندھے چوڑے اور کندھوں پر چھوٹی سی ہڈی دکھائی دیتی۔ جیسے خونخوار درندے کی ہوتی ہیں۔ گوشت کی فراوانی کی وجہ سے کلائی اور بازو کا جوڑ معلوم نہ ہوتا تھا۔ مضبوط بازو، سخت ترین ہاتھ، بلند گردن جیسا چاندی کی صُراحی اور سر کے بال نہ ہونے کے برابر صرف پچھلی جانب تھوڑے سے بال تھے۔

ابو سعید کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے وقت سر کا مسح کرنے کے لیے عمامہ اتارتے دیکھا۔ آپ کے سر انور کی کیفیت یہ تھی۔ کہ جیسا کہ میری ہتھیلی ہے۔ کہیں کہیں بالوں کے خطوط نظر آتے تھے۔ قیس ابن عبادہ کا کہنا ہے۔ کہ میں طلبِ علم میں مدینہ منورہ آیا۔ ایک شخص کو دیکھا۔ کہ اس کے سر کے بالوں کی دو مینڈھیاں سی ہیں۔ اور دو چادریں اوڑھے ہوئے تھا۔ اور اپنا ایک ہاتھ حضرت عمر ابن الخطاب کے کندھے پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے کسی سے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ جواب ملا۔ یہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۰۷/ الفصل الثالث فی صفتہ ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

نوٹ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سرِ انور کے بارے میں روایتِ بالا میں جن دو مینڈھیوں کا ذکر آیا۔ اس سے مُراد گُندھی ہوئی اور جُڑی ہوئی مینڈھیاں نہیں۔ بلکہ چند بالوں کا مجموعہ جو گو ندھے بغیر لٹک رہا ہو۔ وہ مراد ہیں۔ اس لیے "علی کے ملنگ" اپنی گندھی ہوئی اور جُڑی ہوئی مینڈھیوں کو "سنتِ علی" کہنے میں دھوکہ دیتے ہیں۔ بلکہ یہ کہہ کر وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات سے مذاق کرتے ہیں۔ اور ان کی تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔

فصل دوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے متعلق حوالہ جات

مجمع الزوائد

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز سوموار اعلان نبوت فرمایا۔ اور صرف ایک دن بعد یعنی منگل کے دن میں حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

(مجمع الزوائد جلد نمبر ۹ ص ۱۰۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ ریاض النضرۃ جلد ۳ ص ۱۱۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۳) کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲۸ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

نیز اسی کتاب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت مذکور ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ سبقت لے جانے والے تین اشخاص ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والے جناب یوشع بن نون، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والے صاحب یٰسین جناب حبیب نجار کہ جن کا سورۂ یٰسین شریف کے دوسرے رکوع میں تذکرہ ہے۔ اور میری طرف سبقت کرنے والے علی المرتضیٰ ہیں۔

(۱۔ ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۱۰ ذکر
انہ اول من اسلم)
(۲۔ صواعق محرقہ ص ۱۲۵ مطبوعہ بیروت)

ریاض النضرۃ

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد اسلام لانے والے علی المرتضیٰ ہیں۔ اس حدیث کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر کا کہنا ہے۔ کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔ اس پر کسی نے جرح نہیں کی لیکن یہ حدیث اُس حدیث کی معارض ہے۔ جس میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بتلائے گئے ہیں۔ ان دونوں میں تطبیق یہ ہوگی۔ کہ سب سے پہلے اسلام کو ظاہر کرنے والے صدیق اکبر ہیں۔ اسکی تائید حضرت مجاہد نے

بھی کی ہے۔ ابن عباس ہی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی چار خوبیاں ایسی ہیں۔ جو دوسرے کسی کو بھی حاصل نہیں۔ اُن میں ایک یہ ہے۔ کہ عربی عجمی تمام لوگوں سے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والے یہ ہیں۔

عفیف کندی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں تاجر تھا۔ اور حج کے دنوں میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کے پاس مال خریدنے کے لیے حاضر ہوا۔ کیونکہ وُہ بھی تاجر تھے۔ میں منیٰ میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور قسمیہ بیان کرتا ہوں۔ کہ ایک آدمی ہمارے قریبی خیمہ سے نکلا۔ اور نماز شروع کر دی۔ پھر اُسی خیمہ سے ایک عورت نکلی اور اُس نے اُس مرد کے پیچھے نماز شروع کر دی۔ پھر اسی خیمہ سے ایک لڑکا نکلا۔ اُس نے پیچھے آکر نیت باندھ لی۔ عفیف کندی کہتے ہیں۔ کہ میں نے ان اشخاص کے بارے میں حضرت عباس سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا۔ کہ سب سے پہلے نکلنے والے محمد بن عبداللہ میرے بھتیجے ہیں۔ عورت اِن کی بیوی خدیجہ نامی ہے۔ اور لڑکا ان کے چچا ابو طالب کا بیٹا "علی" ہے۔ میں نے پوچھا۔ یہ کھڑے کیا کر رہے ہیں۔ تو ابن عباس نے کہا۔ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ "جناب محمد بن عبداللہ" اللہ تعالیٰ کے رسول و پیغمبر ہیں۔ اس وقت تک ان کی نبوت کو ماننے اور ان کی اتباع کرنے والے یہی دو فرد ہیں۔ یعنی ایک عورت جو ان کی بیوی ہے۔ اور دوسرے حضرت علی جو ان کے چچازاد بھائی ہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہیں کہ ایک دن

گا۔ کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں گے۔

(۱۔ ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۱۰ تا ۱۱۲
مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۲۔ مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۲ باب
اسلام رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت۔)
(۳۔ کنز العمال جلد ۱۲ فضائل علی مطبوعہ
عربیہ طبع جدید)

فصل سوم

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مرتبہ ومقام

مجمع الزوائد حدیث نمبر (۱)

رباح ابن حارث کہتے ہیں۔ کہ مقام رحبہ میں ایک جماعت نے حضرت علی المرتضٰے کی خدمت میں حاضر ہو کر "السلام علیکم یا مولانا" کے الفاظ سے حضرت علی المرتضٰے کو سلام کیا۔ حضرت علی المرتضٰی نے فرمایا۔ تم عرب ہو۔ میں تمہارا مولیٰ کیونکر ہو سکتا ہوں۔ اُس جماعت نے کہا۔ کہ ہم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے "خم غدیر" کے موقعہ پر یہ الفاظ سُنے تھے۔ من کنت مولاہ فھذا مولاہ۔ جس کا میں مولیٰ ہوں۔ یہ (علی المرتضٰے) بھی اس کا مولیٰ ہے۔ جناب رباح کہتے ہیں۔ کہ جب یہ جماعت واپس چلی گئی۔ تو میں نے تحقیق کی خاطر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ حضور! یہ لوگ کون تھے؟ فرمایا انصار تھے۔ ان میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ روایت

امام احمد اور طبرانی نے بھی نقل فرمائی ہے۔ ان میں آخری لفظ یوں ہیں۔ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمانے کے بعد دعا بھی فرمائی۔ جو یہ ہے۔ اے اللہ! اس سے تو بھی محبت کر جو حضرت علی المرتضیٰ سے محبت کرتا ہے۔ اور اس سے تو بھی دشمنی کر جو ان سے دشمنی کرتا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۰۴)

حدیث ۲

عمرو ذی مر اور زید بن ارقم دونوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "خم غدیر" کے دن خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ جس کا میں مولیٰ اس کا علی بھی مولیٰ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اے اللہ! جس نے علی سے محبت کی۔ تو بھی اس سے محبت کرنا اور جس نے ان سے دشمنی رکھی۔ تو بھی اسے دشمن رکھنا۔ جس نے ان کی مدد کی۔ تو بھی اس کی مدد و اعانت فرمانا۔

(۱۔ مجمع الزوائد جلد پنجم جزء ۹ ص ۱۰۴ باب قولہ من کنت مولاہ الخ مطبوعہ بیروت

(۲۔ ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۲۶، ۱۲۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۳۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۳۱ فضائل علی المرتضیٰ۔ مطبوعہ حلب طبع جدید)

(۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ ص ۷۸ فضائل علی۔ مطبوعہ کراچی۔ طبع جدید)

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو "مولا" فرمایا۔ بعض لوگ اس لفظ سے حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہیں۔ اُن کا استدلال یہ ہے۔ کہ "مولا" کا معنی خلیفہ ہے۔ اس مغالطہ کا مکمل تفصیلی جواب ہم تحفہ جعفریہ جلد اوّل ص ۴۷ تا ۴۸ پر تحریر کر چکے ہیں۔ جس کا مختصر تذکرہ یُوں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسی ارشاد میں لفظ "مولا" کی وضاحت اور تشریح فرما دی۔ وہ اس طرح کہ آپ نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ۔ اے اللہ! جو علی المرتضیٰ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو اُن سے عداوت کرے تو بھی اُس سے عداوت رکھ۔ اور جو اُن کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد فرما۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ "مولا" کی از خود وضاحت فرما کر اس احتمال کی بیخ کنی فرما دی۔ کہ مولا کا معنی اس مقام پر خلیفہ ہے۔ علاوہ ازیں مولا کا معنی خلیفہ بلا فصل کرنا قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے بھی خلاف ہے۔ اگر یہی معنی مراد ہو تو فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلَاہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ میں لفظ مولا کے معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور جبرئیل علیہ السلام اور تمام مؤمنین بھی آپ کے خلیفہ بلا فصل قرار پائیں گے۔ اُدھر ایک حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے حضرت زید بن حارثہ کو فرمایا۔ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا

تو ہمارا بھائی اور مولا ہے۔ کیا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ بلافصل قرار پائیں گے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد پاک میں "مولا" سے مراد دوست اور مددگار لیا ہے۔ اور انہی معنوں کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان اور عظمت بیان ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف لفظ مولا کا معنی خلیفہ بلافصل لینا دراصل حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی توہین قرار پاتا ہے۔ اور اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ماننا پڑے گا۔
(فاعتبروا یا اولی الابصار)

حدیث ۳:

مصنف ابن ابی شیبہ

حضرت سعد بن ابی عبادۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ کہ تو اگر ان کا مرتبہ دیکھنا چاہتا ہے تو دیکھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ کی منزل اکٹھی ہے۔ یعنی دونوں حضرات کے مکانات کے دروازے مسجد نبوی کی طرف کھلتے ہیں۔ یہ سن کر سائل نے کہا۔ کہ میں تو حضرت علی المرتضےٰ سے بغض رکھتا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ جو شخص حضرت علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہے۔ اُس سے اللہ تعالیٰ بھی بغض رکھتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ ص ۵۸ فضائل علی ابن ابی طالب مطبوعہ کراچی)

حدیث ۴ کنز العمال

جناب ابویحییٰ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ۔کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَاَخُوْ رَسُوْلِہٖ لَا یَقُوْلُھَا اَحَدٌ بَعْدِیْ اِلَّا کَاذِبٌ۔ یعنی میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ یہ بات میرے بعد (میرے سوا) اگر کوئی کہے گا۔ تو وُہ جھوٹا ہے۔اس کے بعد ایک آدمی نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی کہہ دیا۔ تو وُہ مجنوں ہو گیا تھا۔

(۱۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲۹ فضائل علی المرتضیٰ مطبوعہ حلب)

(۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ ص ۶۲ کراچی)

حدیث ۵ کنز العمال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ کہ جنت کے دروازے پر میں نے یہ کلمہ لکھا ہوا دیکھا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ اَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ

(۱۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۳۸ فضائل علی المرتضیٰ مطبوعہ حلب)

(۲۔ مجمع الزوائد جلد پنجم جز ۹ ص ۱۱۱ باب مواخاتہ)

نوٹ:

مذکورہ دونوں احادیث میں تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ کنز العمال کی حدیث پیش کر کے شیعہ لوگ اپنے کلمہ کی تائید کرتے ہیں شیعوں کا کلمہ یہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ الخ لیکن یہ صاف فریب ہے اور دھوکہ ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے دروازے پر "علی ولی اللہ خلیفہ رسول اللہ بلا فصل" کے الفاظ لکھے نہیں دیکھے۔ اور نہ ہی آپ نے ان کا تذکرہ فرمایا۔ بلکہ وہ الفاظ یہ ہیں "وعلی اخوہ رسول اللہ" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔ آپ کا بھائی ہونا۔ اور خلیفہ بلا فصل ہونا دو علیحدہ علیحدہ باتیں ہیں۔ اسی طرح حضرت علی کا "ولی عہد" ہونے پر کسی کو اعتراض نہیں۔ لیکن ان الفاظ کو کلمہ کا جزء اور حصہ قرار دینا اور وہ بھی کنز العمال کی عبارت سے کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس بھی آپ کے بھائی ہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد جو یہ الفاظ کہے گا۔ وہ جھوٹا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کا ایک جواب یہ ہے۔ کہ جو مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائیوں میں سے حضرت علی المرتضیٰ کا ہے۔ وہ کسی دوسرے کا نہیں۔ اگر کوئی اس مرتبہ کا دعوٰی کرے۔ تو وہ اس دعوے میں جھوٹا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو مواخاۃ فرمائی تھی۔ وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔ قصہ یہ ہے۔ کہ جب مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ

آئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے درمیان مؤاخاہ (بھائی چارہ) قائم فرمائی۔ مثلاً عبدالرحمٰن بن کو سعد ابن مالک کا بھائی بنایا۔ حضرت فاروق اعظم اور ابوبکر صدیق کے درمیان اخوت قائم فرمائی۔ اور حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی فرمایا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ تو حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ حضور آپ نے تمام صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی مقرر فرما دیا۔ میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ مجھے آپ نے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

(۱۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۳۳۶ حدیث مواخات۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ مجمع الزوائد جلد پنجم جز ۹ ص ۱۱۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

یہ تھی مؤاخات کہ جس پر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو میرے بغیر اس مؤاخات کا دعوٰی کرے گا۔ وہ جھوٹا ہوگا۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ لیکن ان کا مرتبہ وہ نہ تھا۔ جو حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا تھا اور ہجرت مدینہ کے وقت

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰی کو اپنا بھائی فرمایا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس شرف سے نہیں نوازا گیا۔ اس سے
معلوم ہوا۔ کہ کنز العمال کی روایت کا مفہوم یہی ہے۔ ورنہ مطلقاً اس بات
کو جھوٹ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی صرف
حضرت علی المرتضٰی ہی تھے۔ اور نہ ہی شیعوں کا کلمہ علی ولی اللہ۔ الخ۔ اس
روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حدیث ۶ مجمع الزوائد:

حضرت خارجہ ابن سعد اپنے باپ سعد سے کرتے ہیں۔ کہ
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ
سے ارشاد فرمایا۔ کہ میرے اور تیرے بغیر جنبی حالت میں اور
کسی کے لیے مسجد میں سے گزرنا جائز نہیں ہے۔

(۱۔ مجمع الزوائد جلد پنجم جزء ۹ ص ۱۱۵ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)
(۲۔ ترمذی مترجم ص ۳۷۶ جلد دوم ابواب المناقب
مطبوعہ ربانی بکڈپو دہلی)

حدیث ۷ البدایۃ والنہایۃ:

جمیع ابن عمیر کہتے ہیں۔ کہ میں اپنے والد کے ہمراہ سیدہ عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا کے پاس آیا۔ میں نے مائی صاحبہ سے حضرت علی المرتضٰی

کے بارے میں پوچھا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضٰی کے سوا کسی دوسرے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی حضرت فاطمۃ الزہرا کے سوا کسی عورت کو آپ کے نزدیک زیادہ محبوب پایا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۳۵۵ باب حدیث آخر فی فضل علی مطبوعہ بیروت)

حدیث ۸ البدایۃ والنہایۃ

حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ حضرت علی المرتضٰی کو بھیجا۔ لشکر روانہ ہونے کے بعد میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگ رہے تھے۔ اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میں علی المرتضٰی کو نہ دیکھ لوں۔

(۱۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۳۵۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ ترمذی مترجم۔ جلد دوم ص ۳۱۷/ الواب ابواب المناقب)

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی بات کی رعایت

حدیث ع۹ مجمع الزوائد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں ہوئے۔ تو حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے سوا کسی دوسرے کو آپ کے ساتھ گفتگو کرنے کی جسارت نہ ہوتی تھی۔

(۱۔ مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۱۶
باب مراعاته مطبوعه بیروت
طبع جدید)
(۲۔ صواعق محرقه صفحه ۱۲۳
فی فضائله الخ مطبوعه بیروت طبع جدید)

حدیث ع۱۰ مصنف ابن ابی شیبه

جبلہ کہتے ہیں۔ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس کسی جنگ میں نہ جاتے۔ تو آپ اپنے ہتھیار حضرت علی المرتضٰے یا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کو عطا فرما دیتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ ص ۷۵، باب
فضائل علی مطبوعہ کراچی)

حدیث ۱۱ مجمع الزوائد

حضرت علی المرتضٰے روایت فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ بیماری کی حالت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی جگہ کھڑا فرمایا۔ اور خود نماز میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے اپنی چادر شریف کا ایک پلو مجھ پر ڈال دیا۔ پھر فرمایا۔ اے ابن ابی طالب! تو صحت مند ہو گیا ہے۔ اب تمہیں بیماری کی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔ اور تو جو بھی سوال اللہ تعالیٰ سے کرے گا۔ میں بھی اس سوال کو اللہ تعالیٰ سے کروں گا اور میرا سوال اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا۔ صرف یہ کہ مجھے اس نے بتایا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۱۰ جزء ۹ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

حدیث ۱۲ کنز العمال

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ کہ آپ مجھے اپنے بہترین مرتبہ کے بارے میں کچھ تبلائیں۔ جو آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حاصل ہوا ہے۔ حضرت علی المرتضٰے نے فرمایا۔ کہ میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سو رہا تھا۔ اور آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ نماز سے فراغت پر آپ نے مجھے فرمایا۔ اے علی!

تو جو بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا۔ میں بھی تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے وہی سوال کروں۔ اور جس شر سے میں اللہ کی پناہ طلب کروں گا۔ تیرے لیے بھی اللہ سے اس شر کی پناہ مانگوں گا۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۵۱ مطبوعہ عربیہ حلب طبع جدید)

حدیث ۱۲: مجمع الزوائد

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضور سرور کائنات نے ایک جنگ میں شرکت کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا۔ کہ ہماری غیر حاضری میں مدینہ منورہ کی خلافت تمہارے سپرد کر رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کی۔ حضور! میں آپ کے بعد یہاں رہنا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ میں بھی آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت کو بہتر سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (علی) یہی حکم دیا۔ اس سے قبل کہ میں کچھ اس بارے میں عرض کرتا۔ میں آپ کا حکم سُن کر رو پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی! تمہیں کیوں رونا آیا ہے۔ عرض کی حضور چند باتوں کے پیش نظر رو رہا ہوں۔ فرمایا بتلاؤ وہ کیا ہیں؟ عرض کی پہلی بات یہ ہے کہ آپ کے ساتھ نہ جانے پر قریش کہیں گے۔ دیکھو۔ علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جا کر اُن کو کتنا ذلیل کیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ میں بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ غازی لوگ کسی ایسی زمین کو طے نہیں کرتے کہ جس سے

کفار جلیں۔ اور نہ ہی غازی لوگ دشمنوں سے کوئی تکلیف پائیں گے۔ لیکن اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اُن کے لیے عمل صالح لکھے گا۔ اللہ تعالیٰ نیکیوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ لہذا میرا ارادہ بھی ہے کہ اس اجر خداوندی کو حاصل کروں۔ تیسری بات یہ کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ان تینوں باتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو یوں جواب دیا۔ پہلی بات کہ قریش تمہیں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے مجھے ذلیل کرنے کا طعنہ دیں گے تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہی قریش ہیں۔ جنہوں نے مجھے کذاب جادوگر اور کاہن کہا۔ لیکن تمہارے لیئے ایک خصوصیت ہے۔ (یعنی تم نے ایسے الفاظ کہنے کی بجائے ایمان قبول کیا) دوسری بات کے متعلق جواب یہ ہے۔ کہ میں واقعی اجر حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن کیا تم اس پر خوش نہیں۔ کہ جو منزلت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اُن کے بھائی ہارون کو حاصل تھی۔ وہی میرے ساتھ تمہیں ہو۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ رہی تیسری بات یعنی اللہ کے فضل کا حصول تو اس کے لیے یہ دو ڈھیر فلفل کے تمہیں دے رہا ہوں۔ جو یمن سے ہمارے پاس آئے ہیں۔ ان کو بیچو۔ اور نفع حاصل کرو۔ اس طرح تم اور تمہاری بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ کے فضل کے حاصل کرنے والے ہو جاؤ۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۱۰ فی فضائل علی۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

حدیث ۱۴ ترمذی شریف

حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہند جملی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میری یہ حالت تھی کہ جب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگتا۔ تو آپ میرا سوال کبھی ردّ نہ فرماتے۔ اور اگر خاموش رہتا۔ (کچھ نہ مانگتا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ابتداء فرماتے۔ (یعنی بغیر مانگے مجھے سب سے پہلے عطاء فرماتے۔) یہ حدیث حسن ہے۔

(ترمذی شریف مترجم جلد دوم ص ۲۷۵
مطبوعہ کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی طبع جدید)

حدیث ۱۵ صواعق محرقہ

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی المرتضٰے کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

(صواعق محرقہ ص ۱۲۲/ الباب التاسع)

حدیث ۱۶ صواعق محرقہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے حضرت علی المرتضٰے سے محبت کی۔ اُس نے مجھ سے محبت کی۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ اور

جس نے علی المرتضیٰ سے بغض رکھا۔ اور مجھ سے بغض رکھنے والے نے دراصل اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔

(صواعق محرقہ ص ۱۲۲/الباب القاسع)

حدیث ۱۷ الریاض النضرہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نظر بندی کے دوران ان کا ایک مجلس سے گزر ہوا۔ اس مجلس والے حضرت علی المرتضیٰ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ جناب ابن عباس نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔ جو ان کا ہاتھ تھامے ہوا تھا۔ تم نے ان مجلس والوں کی گفتگو سُنی ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ یہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے ان کے پاس واپس لے چلو۔ واپس آنے پر آپ نے اُن مجلس والوں سے پوچھا۔ تم میں سے وہ کون تھا جو اللہ تعالیٰ کو گالی دے رہا تھا؟ بولے سبحان اللہ! اللہ کو گالی دینے والا تو مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا۔ اچھا تو اللہ کے رسول کو کون گالیاں دے رہا تھا۔ انہوں نے پھر کہا۔ سبحان اللہ! اللہ کے رسول کو گالیاں دینے والا تو کافر ہو جاتا ہے۔ تیسری مرتبہ آپ نے پوچھا۔ کہ تم میں سے علی المرتضیٰ کو کون گالیاں دے رہا تھا۔ تو انہوں نے کہا۔ ہاں یہ ہوا ہے اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ فرمایا کہ جس نے علی المرتضیٰ کو گالی دی۔ اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے

اللہ تعالیٰ کو گالی دے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اوندھے مُنہ کرے گا۔
یہ کہہ کر حضرت عبداللہ بن عباس وہاں سے لوٹے۔ اور پھر آپ نے ساتھی سے پوچھا اب بھی یہ مجلس والے کچھ کہہ رہے تھے۔ وُہ کہنے لگا۔ نہیں اب خاموش ہیں۔ پھر آپ نے پوچھا تم نے اُن کے چہروں کو دیکھا۔ کیسے تھے۔ اس نے کہا۔ انہوں نے آپ کو سُرخ آنکھوں سے دیکھا۔ ایسے جیسا کوئی قصاب جانور کو دیکھتا ہے عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔ تم پر میرے ماں باپ قربان۔ کوئی شعر کہو۔ اس نے یہ شعر کہا۔

اپنے ابروں کو کاٹ رہے تھے اور گردنیں انکی جھکی ہوئی تھیں
یوں دیکھتے تھے جیسے ذلیل آدمی کسی غالب اور عزت والے کو دیکھتا ہے

(الریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۲۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

نوٹ:

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا بھلا کہنے والوں کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پیش کیا۔ اور ثابت کیا۔ کہ ایسے لوگ دراصل اللہ اور اس کے رسول کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ جن کا انجام ذلت کے سوا کچھ نہیں۔ اسی ذلت کا نمونہ وہ لوگ تھے۔ جنہیں ابن عباس سے ایسا پایا۔ کہ ان کی آنکھیں مارے ذلت کے سُرخ تھیں اس سے خارجیوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہے ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث امیر معاویہ پر بھی حجت

ہوئی۔ اس معاملہ تحقیق یہ ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رض کے باہمی اختلافات کے ضمن میں ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہنے کے سب واقعات بے اصل ہیں۔ پوری تفصیل تحفہ جعفریہ کی جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث ۱۸ ریاض النضرۃ

عروہ ابن زبیر کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق اِدھر اُدھر کی باتیں کیں۔ اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اُسے کہا۔ کیا تو اس قبر والے کو جانتا ہے۔ یہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں۔ اور وہ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب ہیں۔ یعنی یہ دونوں بھائی ہیں۔ اس لیے جب بھی تو علی المرتضیٰ کا نام لے۔ تو بڑے ادب و احترام سے۔ ورنہ ان کی تنقیص دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شمار ہوگی۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۲۳
ذکر اختصاصہ انہ من اذاہ)

تنبیہ

ہم اہل سنت کا عقیدہ وہی ہے۔ جو علامہ طبری نے ذکر کیا۔ یعنی یہ کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے بارے میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ وہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ ہیں۔ اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے والا قرآن کے فیصلے کے مطابق لعنتی ہے۔ اور

مردود بارگاہ الٰہی ہے۔

حدیث ۱۹

ترمذی شریف

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے واقعہ کے دن حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اُن کی سرگوشی کی۔ لوگوں نے کہا۔ کہ چچیرے بھائی سے سرگوشی لمبی ہو گئی ہے۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی کی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اللہ کے سرگوشی کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان سے سرگوشی کی ہے۔ (ترمذی شریف مترجم جلد ۲ ص ۷۶۳ مطبوعہ دہلی)

حدیث ۲۰

ریاض النضرۃ

حبشی بن جنادۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اتنے میں آپ کے پاس کچھ مال آیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کہ تم میں سے کوئی ہے کہ جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دینے کا وعدہ فرمایا ہو۔ یہ سُن کر حاضرین میں سے ایک شخص (حضرت جابر رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے اور کہا۔ کہ مجھ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کے

تین ٹبک دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ صدیق اکبر نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو بُلوا بھیجا۔ جب علی المرتضٰی تشریف لائے۔ تو ابو بکر صدیق نے ان سے کہا۔ کہ اے ابوالحسن! جابر بن عبداللہ کہتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تین ٹبک کھجور دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس پر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے تین ٹبک بھر کر انہیں کھجوریں دے دیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ کھجوریں گنو۔ جب انہوں نے گنیں۔ تو ہر ایک ٹبک میں ساٹھ ساٹھ کھجوریں تھیں۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غار ثور میں مجھ سے فرمایا تھا۔ جبکہ ہم وہاں سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہونے والے تھے۔ فرمایا تھا۔ اے ابو بکر! میرا اور علی المرتضٰی کا کف (ٹبک) گنتی میں برابر ہیں۔

(۱۔ ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۲۰
ذکر اختصاصہ۔)
(۲۔ مجمع الزوائد جلد پنجم جز ۹
ص ۱۱۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

نوٹ:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ جس طرح حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی نسبت تھی۔ اسی طرح بظاہر جسمانی نسبت بھی تھی۔ یعنی دونوں حضرات کے کف برابر تھے۔ اور ان میں برابر اشیاء آتی تھیں۔

حدیث ۲۱ ریاض النضرۃ

مطلب بن عبداللہ روایت کرتے ہیں۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں وفد ثقیف حاضر ہوا۔ تو آپ نے انہیں فرمایا۔ کہ تم مسلمان ہو جاؤ ورنہ میں تم پر ایک ایسا آدمی مقرر کر دوں گا۔ جو مجھ سے اور میری مثل ہو گا۔ اور وہ تمہاری گردنیں سر سے جُدا کر دے گا۔ تمہاری اولاد کو قیدی بنائے گا۔ اور تمہارا مال و متاع قبضہ میں لے لیگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو سن کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اگرچہ کبھی امیر بننے کی تمنا نہ ہوئی لیکن ان الفاظ کو سن کر میں نے بھی خواہش کی۔ کہ مجھے اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے مقرر کیا جائے۔ اور میں تیار ہو گیا۔ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے میرے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ یہ ہے وہ شخص جس کی میں نے تم سے بات کی تھی۔ زید بن نفیع بھی روایت کرتے ہیں۔ کہ بنو ربیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم باز آجاؤ۔ ورنہ ایک ایسے آدمی کو بھیجوں گا۔ جو میری مثل ہو گا۔ اور وہ میرے احکام تم پر جاری کرے گا۔ جو مقابلہ پر اتریں گے۔ اُن کو قتل کرے گا۔ اور ان کے بچوں کو قیدی بنا کر اُن کے ساز و سامان پر قبضہ کرے گا۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ میری گود میں تھا۔ اور وہ میرے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ اُن کا ہاتھ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ انہوں نے مجھ

سے پوچھا۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کا تذکرہ فرمایا بتلاؤ وہ کون ہے ؟ میں نے جواب دیا۔ کہ آپ کی مراد اے عمر تم نہیں ہو۔ بلکہ جوتی سینے والا ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ آپ کی مراد ہیں۔

(ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۱۹
ذکر اختصاصہ)

حدیث ۲۲ ترمذی شریف

حضرت ربعی ابن خراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے خود مقام رحبہ میں ہمیں حدیث سنائی فرمایا۔ کہ حدیبیہ میں مشرکین مکہ میں سے کئی آدمی ہمارے پاس آئے۔ ان میں سہیل ابن عمرو رضی اللہ عنہ اور دوسرے مشرکین بھی تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ حضور! آپ کے پاس ہمارے بہت سے غلام اور رشتہ دار ہمارے مال اور ہماری جائداد سے بھاگ کر آئے ہیں۔ اور یہاں آکر انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ چونکہ انہیں اسلام کی کوئی سمجھ نہیں اس لیے آپ وہ ہمیں واپس کر دیں۔ ہم انہیں اچھی طرح اسلامی تعلیمات سکھائیں گے۔ یہ سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے قریش! باز آجاؤ۔ ورنہ اللہ تعالٰے ایک ایسے شخص کو تم پر مقرر کر دے گا۔ جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں اڑا کر رکھ دے گا۔ اللہ تعالٰی ان لوگوں کے ایمان کی آزمائش فرما چکا ہے۔ (جن کی واپسی کا تم کہہ رہے ہو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

موجود لوگوں اور ابوبکر و عمر فاروق نے بھی پوچھا۔ حضور! وہ کون شخص ہے۔ جس کے متعلق آپ فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ جوتیاں سینے والا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی نعلین شریف سینے کے لیے دی تھیں۔ یہ حدیث ذکر کر کے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جس نے جان بوجھ کر میری طرف سے کوئی جھوٹی بات لوگوں کو سنائی۔ اُسے دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنا لینا چاہیئے۔ (یعنی میں نے تمہارے سامنے کوئی من گھڑت بات نہیں کی ہے۔) یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(ترمذی شریف مترجم جلد ۲ صفحہ ۳۲۷
مطبوعہ کرڑہ شیخ والی)

نوٹ:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم کے ذریعہ بہت بلند و بالا مقام عطا فرمایا تھا اور عین ممکن ہے۔ کہ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریف سینے کی بدولت میسر آیا ہو۔

حدیث ۲۳: مصنف ابن ابی شیبہ

ابن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں، میری والدہ اور میری خالہ ہم سب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے۔

میری والدہ اور خالہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت علی المرتضیٰ کا مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا تھا۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ تم نے مجھ سے اُس شخص کے بارے میں پوچھا۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو اپنے ہاتھوں پر لیا۔ اور پھر اُسے ہاتھوں پر ہی مل لیا۔ یہ وُہ عزت ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا۔ تو لوگ آپ کے دفن کرنے کے بارے میں اپنی اپنی رائے کا اظہار کرنے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین کے اُس ٹکڑے سے بڑھ کر کوئی دوسرا ٹکڑا محبوب نہیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا ہے۔ لہذا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہیں دفن کیا۔ جس جگہ آپ کا وصال شریف ہوا تھا۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ ص ۷۱
کتاب الفضائل)
(۲) - مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۱۲
باب منہ فی منزلہ الخ)

حدیث ۲۴ کنز العمال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عمرو ابن دینار راوی ہیں انہوں نے فرمایا۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک باغ میں تھا۔

اُس باغ میں بھنا ہوا ایک پرندہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دعا فرمائی۔ اے اللہ! میرے پاس
تو اُس آدمی کو بھیج دے۔ جو تجھے بہت زیادہ محبوب ہو۔ اس
کے بعد حضرت علی المرتضٰے تشریف لائے۔ جناب انس بن مالک
کہتے ہیں۔ کہ میں نے علی المرتضٰی سے عرض کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کسی کام میں مصروف ہیں۔ یہ سُن علی المرتضٰے واپس ہو گئے۔ کچھ دیر
گزرنے کے بعد پھر تشریف لائے۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ جناب
انس کہتے ہیں۔ کہ میں نے انہیں دوبارہ واپس لوٹایا۔ اس پر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے انس! آنے والے کے لیے نعمت ہے۔
مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضٰے اندر تشریف لائے۔ اور سرکار دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ہر آدمی کو اپنی ہی قوم سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

(۱۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۶۷ مطبوعہ
حلب۔ طبع جدید)
(۲۔ البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۳۵۲
فی فضائل علی۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۳۔ مجمع الزوائد جلد ۹ جزء ۹ ص ۱۲۵
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

نوٹ:

روایت مذکورہ محولہ تینوں کتب میں ملتے جلتے الفاظ سے مذکور ہوئی۔

مجمع الزوائد میں قدرے اس کی تفصیل ہے۔ کنز العمال سے مذکورہ روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تین مرتبہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اندر جانے کی اجازت نہ دینا کسی دشمنی یا حسد و بغض کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ اس کی وجہ وہی تھی۔ جو اس کتاب میں روایت کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے معلوم ہو رہی ہے۔ وہ یہ کہ ہر شخص کو اپنی قوم سے محبت ہوتی ہے۔ اور یہ محبت کوئی قابلِ ملامت اور موجب نفرت بات نہیں ہے۔ مجمع الزوائد میں تصریح ہے۔

قَالَ اَحْبَبْتُ اَنْ تُدْرِكَ الدَّعْوَةُ رَجُلًا مِنْ قَوْمِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُلَامُ الرَّجُلُ عَلٰى حُبِّ قَوْمِهٖ (جلد پنجم جز ۹ ص ۱۲۵)

حضرت انس بن مالک نے کہا۔ میں نے یہ خواہش کی تھی۔ کہ آپ کی دعوت میری قوم کے کسی شخص کو ملے۔ اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی شخص کی اپنی قوم سے محبت قابلِ ملامت امر نہیں ہوتا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا اجازت نہ دینا کسی دشمنی یا حسد و بغض کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ اس تمنا اور خواہش کی بنا پر تھا۔ کہ میری قوم کے کسی مرد کو یہ دعوت حاصل ہو جائے۔ اور ان کی یہ تمنا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بقول قابلِ ملامت نہیں تھی۔

حدیث ۲۵: ترمذی شریف

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ "جس نے مجھ سے اور ان دونوں صاحبزادوں اور ان کے والدین سے محبت رکھی۔ وہ کل قیامت کو میرے ساتھ اُسی درجہ میں ہوگا۔ جس میں میں ہوں گا۔ (یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(ترمذی شریف مترجم جلد دوم
ص ۷۷ ۳ مطبوعہ کٹرہ شیخ چاند لال
طبع جدید)

حدیث نمبر ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، الریاض النضرۃ

زید بن ابی اوفی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی! جنّت میں تم میرے محل میں ہو گے۔ اور تمہارے ساتھ میری بیٹی بھی ہو گی۔ تم میرے بھائی اور ساتھی ہو۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ۔ (الحجرات آیت نمبر ۴۷) جنتی بھائی بھائی ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کے سامنے تخت پر بیٹھے ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے یہ الفاظ سنے "اے علی! قیامت میں تیرا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہو گا۔ اور جہاں میں جاؤں گا وہیں تم بھی جاؤ گے۔

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میں سو رہا تھا۔ میرے بیٹے حسن اور حسین نے پانی مانگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود تھوڑا دودھ دینے والی ایک بکری کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کا دودھ دوہا۔ اتنے میں جناب حسن رضی اللہ عنہ

آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے انہیں ایک طرف کر دیا۔ سیدہ خاتون جنت یہ دیکھ رہی تھیں۔ عرض کی! ابا جان! میرے دونوں فرزندوں میں سے آپ کو حسن زیادہ محبوب تھے۔ آپ نے آج اس کو پیچھے ہٹا دیا ہے۔ فرمایا۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ دودھ پہلے حسین نے مانگا تھا۔ اس لیے اُس کا حق مقدم تھا۔ اور سنو! کل قیامت کو میں، تم، تمہارے دونوں فرزند اور ان کے والد جو سو رہے ہیں۔ ایک ہی جگہ میں ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ اپنے اصحاب کے ایک محاذ پر گئے ہوئے تھے۔ چند صحابہ کے علاوہ میں اور موجود صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ اتنے میں حضرت علی المرتضیٰ بڑے غصہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا۔ جس نے علی کو ناراض کیا ہے اُس نے مجھے ناراض کیا ہے۔ جب وُہ آکر بیٹھ گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ علی! کیا ہوا؟ عرض کی۔ چچا زاد بھائیوں نے ستایا ہے آپ نے فرمایا۔ کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو۔ کہ تم اور حسن و حسین جنت میں میرے ساتھ رہو۔ ہماری اولاد ہمارے پیچھے اور ہماری بیویاں اولاد کے پیچھے اور بقیہ پیروکار ہمارے اردگرد (دائیں بائیں طرف)؟

(یہی روایت امام احمد نے مناقب میں اور ابوسعید نے شرف النبوت میں ذکر کی ہے۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۸۲، ۱۸۳ مطبوعہ بیروت جدید)

حدیث ۳۰ ترمذی شریف

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین کے ہاتھ پکڑتے ہوئے فرمایا۔ جس نے مجھ سے ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی۔ وہ قیامت کو میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (یہ حدیث غریب ہے)

(ترمذی مترجم جلد ۲ ص ۲۷۷
مطبوعہ کٹرہ شیخ چاند لال دہلی)

حدیث ۳۱ کنز العمال

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ اے علی! تمہیں قیامت میں ایک اونٹنی پر سوار کرکے لایا جائے گا۔ اور حالت یہ ہوگی۔ کہ گھٹنا میرا تیرے گھٹنے کے ساتھ اور میری ران تیری ران کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی۔ یہاں تک کہ ہم جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۳۱ فضائل
علی المرتضےٰ مطبوعہ حلب)

حدیث ۳۲ کنز العمال

شرجیل بن مُرۃ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اے علی! تمہیں خوشی ہو۔ تمہاری زندگی میری زندگی

اور تمہاری موت میری موت کے ساتھ ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۴۴ مطبوعہ حلب طبع جدید)

حدیث ۳۳ کنز العمال

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے متعلق یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ اے علی! تو میرا بھائی، میرا ساتھی اور جنت میں میرا رفیق ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۰۵ فضائل علی مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

حدیث ۳۴ ریاض النضرۃ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ اچانک حضرت علی المرتضٰی تشریف لائے۔ اور سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔ اور گلے سے لگا کر انکی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر اپنی داہنی طرف بٹھا دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ حضور! آپ کو اس سے محبت ہے؟ آپ نے

فرمایا۔ چچا! مجھ سے زیادہ اس سے اللہ تعالیٰ کو پیار و محبت ہے
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس نبی کی پشت میں رکھی۔
اور میری اولاد میرے پشت کی بجائے اس کی پشت میں رکھی
ہے۔

(ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۲۶
مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

فصل چہارم

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے علم مبارک کے بیان میں

علم وحکمت کے دس حصوں میں ساڑھے نو حصے آپ کو عطا ہوئے

حدیث :- اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو علم وحکمت کے دس حصوں میں سے نو حصے دیئے گئے۔ خدا کی قسم! حضرت علی اس باقی ماندہ حصہ میں بھی اور لوگوں کے ساتھ شریک تھے۔ جو اُن سب کو مشترکہ طور پر

عطا ہوا تھا۔

(۱۔ کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۴۶)
(۲۔ اسد الغابۃ جلد ۴ ص ۲۲ باب العین واللام مطبوعہ بیروت)
(۳۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۲۶۰ مطبوعہ بیروت جدید)
(۴۔ اسد الغابۃ جلد ۳ ص ۴۰۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

حدیث :۔ اسد الغابۃ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جناب مجاہد روایت کرتے ہیں۔ کہ ابن عباس نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں۔ اور علی المرتضیٰ اس کے دروازہ ہیں۔ لہٰذا جسے علم حاصل کرنا ہو۔ اُسے اِس دروازہ سے آنا چاہیئے۔

(۱۔ اسد الغابۃ جلد ۴ ص ۲۲ باب العین واللام مطبوعہ بیروت)
(۲۔ ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۵۹ باب ذکر اختصاصہ مطبوعہ بیروت)
(۳۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۳۵۹ فی فضائل امیر المومنین مطبوعہ بیروت جدید)
(۴۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۴۸ مطبوعہ حلب طبع جدید)

علم میں حضرت علی المرتضیٰ اپنے سے پہلے حضرات سے کم نہ تھے۔ اور ان کے بعد والا کوئی آپ کے درجہ تک نہ پہنچ سکا۔

حدیث ۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ

جناب عاصم ابن حمزہ کہتے ہیں۔ کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کی شہادت کے دن فرمایا۔ اے اہل کوفہ! یا اے اہل عراق! آج تمہارے درمیان ایک ایسا شخص رات کو شہید ہوا ہے کہ نہ تو اُس سے پہلے والوں نے علم کے اعتبار سے اس پر سبقت کی۔ اور نہ پچھلے اُس تک رسائی پا سکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی حضرت علی المرتضیٰ کو کسی فوج میں بھیجتے۔ تو جبرئیل ان کی دائیں جانب اور میکائیل بائیں جانب ہوتے تھے۔ اور جنگ سے اُس وقت تک واپس نہ لوٹتے۔ جب تک اللہ تعالیٰ فتح نہ عطا فرما دیتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱۲
ص ۶۸ مطبوعہ کراچی طبع جدید)

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اپنی موت سے باخبر تھے

حدیث۔ کنزالعمال

فضالہ ابن ابی فضالہ کہتے ہیں۔کہ میں اپنے والد کے ساتھ مقام ینبع سے واپسی پر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔آپ اُس وقت سخت بیمار تھے۔اور قریب المرگ معلوم ہوتے تھے۔ میرے والد نے ان سے پوچھا۔آپ کو یہاں کس نے ٹھہرایا ہوا ہے۔؟اگر آپ کا یہیں وصال ہو گیا۔تو آپ کی تجہیز و تکفین قبیلہ جہنیہ کے بدوی لوگ ہی کریں گے۔لہٰذا اٹھئے اور مدینہ منورہ تشریف لے چلئے۔وہاں آپ کے ساتھی اور رشتہ دار ہیں۔وہ نماز جنازہ بھی پڑھیں گے۔اور اچھی طرح کفن و دفن بھی کریں گے۔اس حدیث کے راوی فضالہ "مدری" ہیں۔ان کی باتیں سُن کر حضرت علی المرتضٰی نے فرمایا۔کہ میں اس بیماری میں ہرگز نہیں مروں گا۔کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا۔علی! تم مرنے سے پہلے ضرور خلیفہ بنو گے۔اور تمہاری داڑھی سر کی کھوپڑی کے خون سے رنگی جائے گی۔یہ بیان کرتے ہوئے حضرت علی المرتضٰی نے اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کیا۔

(کنزالعمال جلد ۱۳ ص ۱۸۷ مطبوعہ عربیہ حلب)

نوٹ:

چونکہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے کلمات کے مطابق اپنی خلافت اور پھر شہادت کا یقین تھا۔ اور ابھی تک ان میں سے کوئی بھی نہ ہوئی تھی۔ اس لیے اس یقین پر آپ نے اپنی موت کا اُس وقت انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اپنی موت کی علامات جانتے تھے۔

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے پانی کی طرح علم پیا

الرياض النضرة

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ حضور! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تو کہو۔ کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔ میں نے کہا۔ رَبِّيَ اللّٰهُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔ میرے یہ کلمات سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ علی! تمہیں علم مبارک ہو۔ تم نے علم پانی کی طرح پیا ہے۔ یہ روایت ابن بختری اور رازی نے بھی ذکر کی ہے۔

(الریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

الریاض النضرۃ

ابوزہرا نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ قول نقل کیا ہے۔ روئے زمین پر تین عالم ہیں۔ ایک شام میں، دوسرا حجاز میں اور تیسرا عراق میں۔ شام والا ابو درداء حجاز والا علی اور عراق والا یہ فقیر ہے۔ (یعنی خود حضرت عبداللہ بن مسعود) اور شامی و عراقی دونوں عالم حجازی عالم کے محتاج ہیں۔ اور حجازی ان کا محتاج نہیں ہے۔ اسے خضرمی نے روایت کیا ہے۔

(الریاض النضرۃ جلد ۳ ص ۱۹۹
مطبوعہ بیروت)

الریاض النضرۃ

سعید بن عمر بن سعید کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کہ مجھے حضرت ابوبکر اور علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہما کے بارے میں کچھ بتلائیں۔ فرمایا۔ ابوبکر صدیق تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرانے اور پہلے ساتھی تھے۔ اب لوگ حضرت علی المرتضےٰ کی طرف مائل ہیں۔ عبداللہ کہتے ہیں۔ اسے بھتیجے! حضرت علی المرتضےٰ کے پاس لوہے کی داڑھی تھی۔ آپ ان صفات کے حامل تھے۔ عمدہ نسب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ، آپ کی دامادی کا شرف، اسلام میں اولیت، علم قرآن، فقاہت اتباع سنت جنگ جوئی اور سخاوت، ان کے پاس کاٹ دینے

والی داڑھی تھی۔

اس روایت کو محب طبری نے ذکر کیا۔
(ریاض النضرۃ جلد ۳ ص ۲۰۰ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

نوٹ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فقاہت اور علم قرآن وغیرہ صفات کی وجہ سے ہی حضرات خلفائے راشدین نے ان کو اپنا مشیر بنائے رکھا۔ اور روایات اس پر شاہد ہیں۔ کہ حضرات خلفائے راشدین نے ہر مشکل مقام میں ان سے مشورہ لیا۔ اور اس پر عمل بھی کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ کے دل میں بے پناہ قوت اور مضبوطی دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کا نتیجہ تھا۔

کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ کچھ یمنی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے عرض کی۔ کہ ہمیں کوئی ایک ایسا آدمی عنایت فرمائیں۔ جو ہمیں دین سکھلائے اور آپ کی

باتیں بتلائے۔ اور قرآن کریم کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو فرمایا۔ جاؤ۔ اور اہل یمن کو اسلام سکھلاؤ۔ میری سنتیں بتلاؤ اور کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرو یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کی۔ حضور! یمنی عجیب لوگ ہیں۔ میرے پاس ایسے مقدمات لائیں گے۔ جن کے بارے میں مجھے کوئی علم ہی نہ ہوگا۔ تو میں کیا کروں گا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کے سینہ پر ہاتھ مارا۔ اور فرمایا۔ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ہدایت دے گا۔ تمہاری زبان کو مضبوط رکھے گا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی سے بھی دو آدمی اپنا فیصلہ مجھ سے کروانے نہیں آئے۔ کہ جن کے فیصلہ میں مجھے شک گزرا ہو۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۱۲ باب فضائل علی۔ مطبوعہ عربیہ حلب)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام آیات کا شانِ نزول جانتے تھے

صواعق محرقہ

ابن سعد نے نقل کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں۔ قرآن کریم کی جو بھی آیت اُتری۔ میں اس کے بارے میں یہ جانتا ہوں۔

کہ کن لوگوں کے بارے میں، کہاں اور کس پر نازل ہوئی ہے۔
میرے رب نے مجھے سمجھنے والا دل اور بولنے والی زبان عطاء
فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں جو چاہو مجھ سے
پوچھو۔ قرآن کریم کی ہر آیت کے متعلق یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ وہ دن
کو نازل ہوئی یا رات کو ہموار زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

(۱۔ صواعق محرقہ ص ۱۲۷ فصل رابع۔)
(۲۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲۷، ۱۲۸ سے
فی فضائلہ مطبوعہ حلب)

حضرت علی المرتضیٰ کا عام اعلان تھا کہ جو چاہو پوچھو

کنز العمال

جناب سعید بن مسیب فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ
کے سوا کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں دیکھا سنا۔ جس نے اعلانیہ یہ
یہ کہا ہو۔ "مجھ سے جو چاہو سوال کرو"

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲۰ مطبوعہ حلب)

مشکل ترین ایک سوال کا فی البدیہہ جواب

ریاض النضرۃ

محمد بن زبیر راوی ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ ایک بہت ضعیف العمر آدمی بیٹھا ہوا ہے میں نے اس بوڑھے سے پوچھا۔ آپ نے کسی صحابی کی زیارت فرمائی ہے۔ کہنے لگے ہاں میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔ میں نے کہا، آپ نے کسی جنگ میں شرکت کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں جنگ یرموک میں شریک ہوا تھا۔ میں نے پھر پوچھا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کوئی بات سناؤ۔ پھر وہ بات سنانے لگے۔ کہ ہم چند آدمی جناب قتیبہ کی معیت میں حج کے لیے گئے۔ راستہ میں ہم نے کبوتروں کے انڈے توڑ کر کھالیے۔ یہ ہم نے حالتِ احرام میں کیا۔ حج سے فراغت پر ہم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حاضری دی۔ اور واقعہ بیان کیا۔ آپ نے واقعہ سن کر پیٹھ پھیر لی۔ اور ہمیں حکم دیا۔ کہ میرے ساتھ آجاؤ۔ چنانچہ ہم آپ کی معیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کے قریب پہنچ کر ایک حجرہ پر دستک دی۔ اندر سے کسی عورت نے جواب دیا۔ جناب فاروق اعظم نے

اُس سے پوچھا۔ کیا آپ کے ہاں علی المرتضےٰ ہیں۔؟ جواب ملا نہیں۔ پوچھا میں آپ لوگوں کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر وہاں سے ہمیں ساتھ لے کر ایک جگہ تشریف لائے۔ دیکھا کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ زمین درست کر رہے ہیں۔ دیکھ کر فرمایا۔ امیر المومنین! کیوں تکلیف کی۔ مجھے بُلوا لیا ہوتا۔ فاروق اعظم نے فرمایا۔ ہم آپ کے پاس چل کر آنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ ایک مسئلہ کی خاطر حاضر ہوئے ہیں۔ ان ساتھیوں نے احرام کی حالت میں کبوتر کے انڈے توڑ کر کھا لیے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ نوخیز اونٹنیاں لی جائیں۔ ان کی تعداد انڈوں کے برابر ہو۔ انہیں اونٹوں سے لگوایا جائے۔ پھر ان کے ہاں جو بچے پیدا ہوں۔ انہیں ذبح کر دیا جائے۔ فاروق اعظم نے پوچھا۔ اونٹ کے بچے ناکارہ بھی تو ہو سکتے ہیں۔ فرمایا۔ انڈے بھی تو ناکارہ ہو سکتے ہیں۔ فاروق اعظم اور ہم وہاں سے واپس ہوئے واپسی پر آپ نے یہ کلمات فرمائے۔ "اے اللہ"! مجھ پر ہر مشکل اس وقت ڈالنا جب علی المرتضیٰ میرے پاس موجود ہوں"۔

(الریاض النضرۃ جلد ۱۳ ص ۱۶۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ایک پیچیدہ مسئلہ کا حل

الریاض النضرۃ

حنش ابن معتمر سے روایت ہے۔ کہ دو شخصوں نے ایک عورت کے پاس سو دینار بطور امانت رکھے۔ اور اُسے کہا۔ کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے لینے نہ آئیں۔ اس وقت تک ہم میں سے کسی ایک کو تم نے یہ رقم نہیں دینی ہوگی۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ ایک سال مکمل گزرنے پر اُن میں سے ایک آیا۔ اور آکر کہنے لگا۔ چونکہ میرا ساتھی مر گیا ہے۔ اس لیے اُس کا آنا ناممکن ہے۔ لہذا ہماری رقم مجھے واپس کر دو۔ عورت نے ٹال مٹول کیا۔ لیکن اس شخص نے اُس کے گھر والوں کو تنگ کر دیا۔ مسلسل تقاضا کرتا رہا۔ بالآخر انہوں نے عورت کو مطلوبہ رقم دینے پر مجبور کر دیا۔ عورت نے وہ ساری رقم اس کے حوالہ کر دی۔ ٹھیک ایک سال بعد دوسرا شخص آیا۔ اور رقم کا مطالبہ کرنے لگا۔ عورت نے کہا۔ ایک سال پہلے تمہارا ساتھی آیا تھا۔ اور اُس نے تمہارے بارے میں کہا تھا۔ کہ وہ مر گیا ہے۔ اس طرح وہ رقم لے گیا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ عورت اور مرد دونوں فاروق اعظم کے پاس مقدمہ لائے۔ آپ نے چاہا کہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق

آپ نے یہ کہہ بھی دیا۔ کہ عورت کو مال دینا ہی پڑے گا۔ عورت نے عرض کیا۔ کہ ہمیں حضرت علی المرتضیٰ کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ آپ نے اِن کے پاس انہیں بھیج دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے واقعہ سُنا۔ اور جان گئے۔ کہ یہ دونوں شخص بے چاری عورت کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ آپ نے اُس شخص کو فرمایا۔ کیا رقم کی واپسی کے بارے میں تم نے یہ پابندی نہیں لگائی تھی۔ کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں کسی کو مت دینا۔ اُس نے کہا۔ جی یہ پابندی لگائی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری امانت ہمارے پاس محفوظ ہے جاؤ۔ اپنے ساتھی کو لے آؤ۔ اور اپنی رقم لے جاؤ۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۶۵
ذکر اختصاصہ الخ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

حضرت علی المرتضیٰ کی فقاہت کی ایک نادر جھلک

الریاض النضرۃ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر وہاں بھیجا۔ وہاں میرے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا۔ مقدمہ یہ تھا۔ کہ لوگوں نے شیر کو پکڑنے کے لیے ایک گڑھا کھودا تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ اس میں یکے بعد دیگرے چار آدمی

گر کر مر گئے۔ وہ اس طرح کہ پہلے ایک گرا۔ اُس نے دوسرے کا ہاتھ پکڑا دوسرا بھی گر گیا۔ دوسرے نے تیسرے کا دامن پکڑا وہ بھی گر گیا۔ اسی طرح چوتھا بھی۔ شیر ان پر جھپٹ پڑا۔ اور چاروں کو زخمی کر دیا۔ زخموں کی تاب نہ لا کر چاروں مر گئے۔ ان کے ورثاء میں جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ جو لڑائی کی شکل اختیار کرنے لگا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں اگر تسلیم کرو۔ تو وہی درست فیصلہ ہے۔ جن قبائل نے گھڑا کھودا تھا۔ اُن سے تم دیت اس طرح لو۔ ۱/۴، ۱/۳، ۱/۲ اور ایک مکمل دیت۔ پہلے گرنے والے شخص کے ورثاء کو ۱/۴ دیت دو۔ کیونکہ اس نے بعد میں گرنے والے کو گرایا۔ اور دوسرے کے ورثاء کو ۱/۳ اس لیے کہ اُس نے اُوپر والے دونوں کو گرایا۔ اور تیسرے کے ورثاء کو نصف اس لیے کہ اُس نے صرف ایک کو گرایا۔ اور آخری کی پوری دیت اس لیے کہ اس نے کسی کو نہیں گرایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ان لوگوں نے تسلیم نہ کیا۔ پھر وہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوئے آپ اس وقت مقام ابراہیم کے قریب تھے۔ آپ سے فیصلہ کروانا چاہتے تھے۔ کہ ان میں سے ہی ایک بول پڑا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے ہمارے درمیان فیصلہ کر دیا تھا۔ آپ نے اُس فیصلہ کی تفصیل سُنی۔ اور فرمایا۔ جو علی المرتضیٰ نے تمہارے درمیان فیصلہ کیا ہے۔ وُہ درست اور برحق ہے۔

(ریاض النضرۃ جلد ۳ ص ۱۷۹ ذکر بعض وتفیتہ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ حساب کے بھی امام تھے

الریاض النضرۃ

رزین ابن جیش روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک واقعہ میں دو شخص دوران سفر اکٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ان میں سے ایک کی پانچ اور دوسرے کی تین روٹیاں تھیں۔ دونوں نے اکٹھی کر لیں۔ اور کھانے میں مصروف ہو گئے۔ اتنے میں ایک اور آدمی کھانے میں شریک ہو گیا۔ ان تینوں نے آٹھ روٹیاں کھالیں۔ فراغت پر تیسرے آدمی نے ان دونوں کو آٹھ درہم دیئے۔ اور کہا کہ آپس میں تقسیم کر لو۔ یہ میں ان چند لقموں کا معاوضہ ادا کر رہا ہوں۔ جو میں نے کھائے ہیں۔ دونوں ساتھی آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔ پانچ روٹیوں والا پانچ درہم مانگتا تھا۔ اور تین دوسرے کو لینے کے لیے کہتا تھا۔ لیکن تین روٹیوں والا نصف نصف لینے پر تلا ہوا تھا۔ دونوں بالآخر مقدمہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ آپ نے واقعہ سننے کے بعد تین روٹیوں والے کو فرمایا۔ کہ جو تمہارا ساتھی دیتا ہے لے لو۔ اُس نے کہا۔ میں تو عدل و انصاف کا فیصلہ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر یہ بات ہے۔ تو پھر تمہیں ایک درہم اور تمہارے ساتھی کو سات درہم ملتے ہیں۔ اُس نے پوچھا

امیرالمؤمنین! یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا۔ دیکھو آٹھ روٹیاں تھیں۔ تین کھانے والے۔ لہذا ہر ایک روٹی کو تین آدمیوں نے کھایا۔ اس لیے اس کے تین حصّہ کرنے پڑیں گے۔ اس طرح آٹھ روٹیوں کے چوبیس حصّے ہوئے ان چوبیس حصّوں میں سے ہر ایک نے آٹھ حصّے کھائے ہیں۔ لہذا تم نے اپنے ۹ حصّوں میں سے آٹھ خود کھالیے اور پندرہ حصّوں والے نے آٹھ کھائے اور سات رہ گئے۔ (اور تمہارا ایک حصّہ اور اس کے سات حصّے وہ تیسرا شخص کھا گیا۔) اب تمہیں آٹھ درہم (بر) سے ایک ملے گا۔ اور تمہارے ساتھی کو سات ملیں گے۔ یہ سُن کر وہ کہنے لگا۔ کہ اب میں راضی ہوں۔

(۱۔ الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۶۸ ذکر بعض اقضیتہ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ صواعق محرقہ ص ۱۲۹، الفصل الرابع مطبوعہ مصر۔)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ کو علم نبوت کا خزینہ سمجھتے تھے

الریاض النضرۃ

ابو حازم کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ جاؤ۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی

سے یہ مسئلہ پوچھو۔ کیونکہ وہ زیادہ علم والے ہیں۔ سائل نے کہا۔ امیر المؤمنین؟ میں اُن سے آپ کو زیادہ علم والا سمجھتا ہوں۔ یہ سُن کر حضرت معاویہ بولے۔ دیکھو تم نے بہت بُری بات کہی ہے تم ایسے شخص کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کر رہے ہو جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی کثرت عطاء فرمائی ہے۔ اور اُن کے بارے میں یہ بھی فرمایا۔ کہ علی تم میرے نزدیک وہ مرتبہ رکھتے ہو۔ جو حضرت موسیٰ کے نزدیک حضرت ہارون کا تھا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اسی طرح حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی مشکل مسائل حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کرتے تھے۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۶۲ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جناب علی المرتضٰے کو دین کا بہت بڑا عالم سمجھتی تھیں

الریاض النضرۃ

کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح

کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اور یہ مسئلہ جا کر حضرت علی المرتضیٰ سے دریافت کرو۔ یہ روایت امام مسلم نے ذکر کی ہے

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۶۲ ا، مطبوعہ بیروت)

الریاض النضرۃ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کو عاشورا کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ اُن سے دریافت فرمایا۔ تمہیں یہ روزہ رکھنے کا کس نے کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ علی المرتضیٰ واقعی سنتِ پیغمبر کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ یہ روایت ابو عمر نے بیان کی ہے۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۵۹، مطبوعہ بیروت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کے سب سے زیادہ حافظ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

الریاض النضرۃ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ کچھ یہودی حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آئے اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے اوصاف اور جسمانی خدوخال پوچھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بولے
یہودیو! میں اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں اس طرح
متصل رہا ہوں۔ جس طرح دو انگلیاں جڑی ہوتی ہیں۔ اور حرا پہاڑ
پر میں اور حضور ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چڑھے۔
اس کے باوجود تمہارا سوال میرے لیے مشکل ہے۔ اس کا جواب
حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ ہی دے سکتے ہیں۔ چنانچہ یہودی
حضرت علی المرتضٰے کے پاس آئے۔ اور سوال کیا۔ کہ ہمیں اپنے
چچا زاد بھائی کے اوصاف کے بارے میں کچھ بتلاؤ۔ حضرت علی
المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت
کے متعلق فرمایا۔ آپ زیادہ لمبے قد کے نہ تھے۔ اور نہ ہی بہت پست
قد۔ بلکہ میانہ قد تھا۔ آپ کے چہرہ انور کی رنگت سُرخی مائل سفید تھی۔
بال گھنگھریالے تھے جو کانوں کی لَو تک لمبے تھے۔ پیشانی کشادہ،
بڑی اور سیاہ آنکھیں، سینہ مبارک پر بالوں کی لکیر، ناک پتلی اونچی
وسیدھی، دانت چمکیلے، گردن گویا چاندی کی صراحی، ہاتھ اور قدم
مضبوط، اور چلتے وقت یوں آگے کی طرف تھوڑا سا جھکاؤ ہوتا
جیسا کوئی شخص ڈھلوان سے اتر رہا ہو۔ کسی کی طرف مُڑ کر دیکھتے تو
پورا گھوم کر دیکھتے، کھڑے ہوتے تو لوگوں سے لمبے دکھائی دیتے
بیٹھے ہوتے تو سب سے اونچے نظر آتے، کلام فرماتے تو لوگ
خاموش ہو جاتے، وعظ فرماتے تو لوگ رو پڑتے۔ آپ سب سے
زیادہ مہربان، یتیم پر شفقت فرمانے والے، بیواؤں کے خیر خواہ،
سب سے زیادہ بہادر اور سخی اور خوش اخلاق تھے۔ چوغا زیب تن

فرمایا کرتے۔ جَو کی روٹی اکثر خوراک ہوتی، دُودھ بطور سالن استعمال فرماتے۔ کھجور کی چھال کا بھرا ہوا بستر اورام غیلان کی چارپائی تھی۔ آپ کے عمامہ شریف کے دو شملے تھے۔ ایک کو سحاب اور دوسرے کو عقاب کہتے ہیں۔ تلوار کا نام ذوالفقار، جھنڈے کا نام عزار، اونٹنی کا نام عضباء، خچر کا دلدل، گدھا کا یعفور، گھوڑا کا مرتجز، بکری کا برکت، عصا کا ممشوق اور جھنڈا کا حمد تھا۔ اونٹوں کو اپنے ہاتھ سے باندھتے اور انہیں چارہ ڈالتے، اپنے کپڑوں اور جوتوں کو خود سی لیا کرتے تھے۔

(الریاض النضرۃ جلد ۳ ص ۱۶۲
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ علماء کاملین میں سے سمجھتے تھے

الریاض النضرۃ

ایک مرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ طوافِ کعبہ میں مصروف تھے۔ اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے تھے۔ ایک شخص نے دوران طواف جناب فاروق اعظم کو کہا۔

کہ علی المرتضیٰ سے میرا حق دلا دیں؟ پوچھا کیا ہوا؟ اُس نے کہا کہ انہوں نے میری آنکھ زخمی کر دی ہے۔ یہ سن کر فاروق اعظم نے طواف روک دیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کے طواف کے مکمل ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ فاروق اعظم نے اس شخص کے بارے میں پوچھا۔ تو جناب علی المرتضیٰ کہنے لگے۔ یہ طواف کے دوران مسلمان عورتوں کو گھورتا تھا۔ جناب فاروق اعظم نے فرمایا۔ اے علی! تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ اس کے بعد اُس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فاروق اعظم نے فرمایا۔ تم پر اللہ کا غضب اُترا ہے۔ تمہارا کوئی حق نہیں بنتا۔ یہ شخص جس نے تمہاری آنکھ زخمی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جوہر ہیں۔ اور اس کے ولی ہیں۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۶۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

فصل پنجم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت علی المرتضیٰ کا اپنی جان نثار کر دینا

الریاض النضرة

(اختصار کے ساتھ) ابن اسحاق کی روایت کے مطابق جب قریش نے محسوس کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور مکہ کے اطراف واکناف میں بھی ان کے ہمدرد پیدا ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے دارالندوۃ میں ایک سربراہی مجلس منعقد کی۔ اس مجلس میں ایک بوڑھے کی شکل میں شیخ نجدی بھی شامل ہو گیا۔ ان کی اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ بالآخر ابوجہل کی رائے پر شیخ نجدی اور دیگر حاضرین نے ہاں کی۔ وہ یہ کہ ہر قبیلہ کا ایک نوجوان منتخب کر کے ان سے یکبارگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کے سوتے میں حملہ کروایا جائے۔ یہ فیصلہ کر کے اس پر

عمل کرنے کے لیے وہ سربراہ اپنے اپنے قبیلہ میں چلے گئے۔ ادھر جبرئیل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری حقیقت حال سے باخبر کر دیا۔ اور کہا۔ کہ آج کی رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ رات کا کچھ حصہ گزرا۔ آپ کو حملہ آوروں کا پتہ چلا۔ تو آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے بستر پر آرام کرنے کا حکم دیا۔ خود باہر تشریف لائے۔ اور ایک مٹھی بھر ریت لی۔ اور دروازے پر کھڑے حملہ آوروں کی طرف پھینک دی۔ وہ اندھے ہو گئے۔ اور بخیر و عافیت سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے ان کے درمیان سے نکل گئے۔ اور جہاں جانا چاہتے تھے۔ اُدھر تشریف لے گئے۔ بعد میں کفار کے قریب سے ایک شخص نے گزرتے ہوئے کہا۔ جن کی انتظار میں ہو۔ وہ خدا کی قسم تمہارے سر پر مٹی ڈال کر یہاں سے چلے گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے سروں پر ہاتھ مارا۔ تو واقعی مٹی پڑی تھی۔ پھر اندر جھانک کر دیکھا۔ تو چادر میں لپٹا کوئی سویا ہوا نظر آیا۔ تو کہنے لگے۔ ہمارا شکار تو یہیں ہے۔ صبح ہونے کے بعد جب حضرت علی المرتضیٰ چادر اتار کر اٹھے۔ تو یہ دیکھ کر حملہ آور حیران ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ واقعی وہ شخص سچ کہہ گیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم دے دیا۔ سو آپ بمعہ اصحاب مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۷۶
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل

سردی اور گرمی آپ پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی :

مجمع الزوائد :

عبدالرحمن ابن ابی یعلیٰ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سخت گرمی میں ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور آپ نے اس وقت سردیوں والے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ اور ایک دفعہ سخت سردی میں تشریف لائے۔ اور اس دفعہ کپڑے گرمیوں والے پہن رکھے تھے۔ آپ نے دعا مانگی۔ پھر اپنی پیشانی سے پسینہ صاف فرمایا۔ اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں نے اپنے والد سے کہا۔ کہ کیا ماجرا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سردیوں میں گرمی والے کپڑے اور گرمیوں میں سردیوں والے کپڑے زیب تن فرماتے ہیں۔ ان کے والد ابو یعلیٰ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ذرا تحقیق کی خاطر اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو ساتھ لیا اور حضرت علی المرتضیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میری آنکھیں دکھی ہوئی تھیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اپنا

لعاب دہن ڈالا۔ پھر مجھے فرمایا آنکھیں کھولو۔ میں نے کھولیں اس وقت سے آج تک پھر کبھی وہ شکایت نہیں ہوئی۔ اور ایک مرتبہ آپ نے میرے حق میں یہ دعا فرمائی تھی۔ اے اللہ! اس سے سردی اور گرمی دور فرما دے۔ لہٰذا اس کے بعد آج تک مجھے گرمی اور سردی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

(۱۔ مجمع الزوائد جلد پنجم جز۹ ص ۱۲۲
مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱۲
ص ۶۲ مطبوعہ کراچی)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سید العرب ہیں۔

کنزالعمال:

مسند سید الحسن میں مذکور ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "سید العرب" کو میرے پاس بلا لاؤ۔ سننے والے نے عرض کیا حضور! سید العرب آپ خود نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اسے فرمایا۔ میں "اولاد آدم کا سید" ہوں۔ اور "سید العرب" علی ہیں۔ جب حضرت علی المرتضیٰ آ گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا۔ اے جماعت انصار! کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں۔ کہ اگر تم اس کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہے۔ تو گمراہ نہ ہوگے۔ یہ کہہ کر خود ہی فرمایا۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ ان

کے ساتھ محبت رکھو میری محبت کی وجہ سے اور ان کی عزت کرو میری عزت کی وجہ سے۔ یہ حکم جبرئیل امین نے دیا ہے۔ جو میں نے تمہیں ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۴۳ مطبوعہ حلب)

کنز العمال

شرجیل ابن مرہ کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود یہ الفاظ سنے۔ "اے علی! تمہیں مبارک ہو۔ تیری زندگی اور موت میرے ساتھ ہو گی۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۴۴
مطبوعہ حلب)

حضرت علی المرتضیٰ کی ہر دعا اور تمنا کی مقبولیت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفارش کی

کنز العمال:

عبداللہ بن الحارث روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ آپ مجھے یہ بتلائیے۔ کہ آپ کی کونسی بات اللہ تعالیٰ کے حضور سب سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت علی نے فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس تھا۔ اور آپ نماز میں مصروف تھے۔ فراغت پر
آپ نے فرمایا۔ اے علی! تو اللہ سے کوئی بھی بھلائی مانگے
گا۔ تو میں اس کے بارے میں اللہ سے سوال کروں گا۔ اور تو
کسی چیز سے پناہ طلب کرے گا۔ تو میں بھی اس کی پناہ کے
بارے میں تیری اللہ کے حضور سفارش کروں گا۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۵۱ مطبوعہ
عربیہ حلب)

نوٹ:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کوئی دعا
رد نہیں کی جاتی۔ کیونکہ اس کے قبول کرنے کی سفارش حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ
سے کرنے والے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان کہ کل جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھوں فتح مقدر ہو چکی ہے

بخاری شریف:

حضرت سہل ابن سعد روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ کل میں جھنڈا اس آدمی کو عطا کروں گا۔ جس کے ہاتھوں فتح مقدر ہو چکی ہے۔ لوگ رات بھر سوچتے رہے۔ کہ دیکھو صبح کس خوش نصیب کو جھنڈا ملتا ہے۔ صبح ہوتے ہی سب لوگ حاضر ہوئے۔ اور ہر ایک کی دلی تمنا تھی۔ کہ جھنڈا اُسے ملے۔ آپ نے فرمایا۔ علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ حاضرین نے عرض کیا۔ حضور! ان کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ انہیں میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا۔ اور دعا کی۔ حضرت علی المرتضیٰ کی دکھتی آنکھیں فوراً تندرست ہو گئیں گویا کبھی ان میں تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ اس کے بعد آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کیا۔ کہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا۔ کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اور انہیں اسلام کی تبلیغ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق جو ان پر ہیں۔ وہ یاد دلاؤ۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ کسی کو ہدایت عطا فرما دے۔ اور یہ دولت تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۵
فضائل علی۔ مطبوعہ کراچی)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسول کو اپنا محبوب سمجھتے تھے

الریاض النضرۃ

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ کہ غزوۂ خیبر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں آج جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہو۔ فتح اسی کے ہاتھوں ہو گی۔ جناب فاروق اعظم کہتے ہیں۔ کہ اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے میں نے سینہ تانا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بجائے علی المرتضیٰ کو بلا کر جھنڈا انہیں دے دیا۔ اور فرمایا۔ جاؤ مُڑ کر نہ دیکھنا۔ چنانچہ علی المرتضیٰ چلے گئے۔ تھوڑا دور جا کر ٹھہر گئے لیکن مُڑ کر نہ دیکھا۔ وہیں اُدھر منہ کیے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ! میں ان لوگوں سے کس مطالبہ پر لڑائی کروں - فرمایا۔ اس پر کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمد اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اگر وہ یہ مان لیں۔ تو ان کے مال و خون محفوظ ہو گئے۔ ان کے حقوق ضائع نہ ہوں گے۔ ان کے اعمال کا معاملہ اللہ کے سپرد۔ اور اگر یہ نہ مانیں تو پھر ان سے جہاد کرو یہ روایت مسلم اور ابو حاتم نے مختلف الفاظ سے ذکر کی ہے۔

(الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۴۷ ذکر اختصاصہ باعطاء الرایہ)

حضرت علی المرتضٰی اللہ اور اس کے رسول کریم کے محبوب تھے

الریاض النضرۃ

سلمہ بن اکوع روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰی آنکھوں کی خرابی کے باعث غزوۂ خیبر میں نہ جا سکے۔ لیکن افسوس تھا۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے کیوں رہ گیا۔ یہ سوچ کر خیبر کی طرف چل دیئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آملے۔ فتح کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ صبح جھنڈا میں اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہے۔ اس کے ہاتھ فتح ہوگی اتنے میں علی المرتضٰی آگئے۔ حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی کوئی امید نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔ اور پھر خیبر فتح ہوگیا۔

(الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۴۸ ذکر اختصاصہ باعطاء الرایہ)

نوٹ:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اللہ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اُدھر اللہ اور اس کے پیغمبر کو حضرت علی المرتضٰی محبوب تھے۔ گویا دونوں طرف سے محبت تھی۔ یہ سعادت و فضیلت تمام

سعادتوں کا منبع اور اصل ہے۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لیے ڈوبا سورج واپس کیا گیا

صواعق محرقہ

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی روشن کرامات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی نماز عصر کی خاطر سورج واپس لوٹایا گیا۔ واقعہ یوں ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰی کی گود میں حضور سرورِ کائنات آرام فرما تھے۔ وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ اور نزول وحی کافی دیر تک جاری رہا ۔ حتی کہ سورج غروب ہو گیا۔ اور حضرت علی المرتضٰی نے نماز عصر چونکہ ادا نہیں فرمائی تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختتام وحی پر یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ لہٰذا اس پر سورج لوٹا دیا جائے۔ اس دعا کے صلہ میں اللہ تعالٰی نے سورج لوٹا دیا۔ اور حضرت علی المرتضٰی نے نماز عصر ادا کر لی۔ سورج واپس ہونے والی روایت امام طحاوی نے بھی ذکر کی ہے قاضی عیاض نے الشفاء میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور اسے صحیح کہا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابو زرعہ نے اس حدیث کو حسن فرمایا۔ اسی طرح کے اور حضرات کے اقوال بھی ملتے ہیں۔ ابو زرعہ نے اُن لوگوں کی تردید کی۔ جو اس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ لکھا۔

کہ جن لوگوں کا یہ زعم ہے۔ کہ جب سورج غروب ہو گیا۔ تو نماز بہرحال قضا ہو گئی۔ لہٰذا اس کے لوٹانے کا کیا فائدہ؟ اس زعم کو باطل کہا۔ اور فرمایا۔ کہ جس طرح سورج کا لوٹانا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے۔ اسی طرح غروب آفتاب کے بعد نماز عصر کی ادائیگی بھی ان کی خصوصیت ہے۔ علاوہ ازیں غروب آفتاب کے بعد وقت کے لوٹنے کے بارے میں جو تردد نظر آتا ہے۔ اسے میں نے "شرف العباب" کے کتاب الصلوٰۃ کی بحث میں ابتدائی سطور میں اسی واقعہ کے ضمن میں لکھا ہے۔ اسی موضوع پر ہمارے مشائخ عراق میں سے ایک نے یہ عجیب و غریب حکایت بیان فرمائی۔ وہ یہ کہ میں ابو منصور المظفر بن اردشیر القبادی کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا۔ مجلس وعظ عصر تک جاری رہی انہوں نے خوبصورت الفاظ میں اہل بیت کے فضائل بیان کیے اتنے میں بادل کا ایک ٹکڑا آیا۔ اور سورج کو ڈھانپ دیا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو گمان گزرا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ یہی ابو منصور منبر پر کھڑے ہوئے۔ اور سورج کی طرف اشارہ کر کے خطاب کر کے کہا۔ کہ اے سورج! اس وقت تک غروب نہ ہونا جب تک میں آل رسول کی پوری مدح بیان نہ کر پاؤں۔ لگام تھام لے اگر تو بھی ان کی ثناء کا ارادہ رکھتا ہے۔ کیا تجھے یاد نہیں رہا۔ کہ تو ان کی خاطر ایک مرتبہ ٹھہر گیا تھا۔ اگر تیرا ٹھہرنا مولیٰ کے لیے تھا۔ تو اب ان کے غلاموں اور کارندوں کے لیے بھی تیرا ٹھہراؤ ہونا چاہیئے۔ یہ الفاظ کہے۔ اور بادل ہٹ گئے۔ اور سورج نکل آیا۔

(صواعق محرقہ ص ۱۲۸ فصل رابع
فی نبذ من کراماتہ مطبوعہ قاہرہ
طبع جدید)

نوٹ:

ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "شمس" کے بارے میں جو وضاحت فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ یہ معجزہ رونما ہوا تھا۔ اور ہونا بھی چاہیئے تھا۔ اس لیے کہ سابقہ امتوں کے پیغمبروں سے سورج کے ٹھہرنے اور لوٹنے کے واقعات جب موجود ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تمام انبیاء کرام کے معجزات کے جامع اور اُن سے زائد سے متصف تھے۔ آپ کے لیے ایسا واقعہ سرزد ہونا ضروری تھا۔ تاکہ فضیلتِ کلی حاصل ہو جائے۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو حضور نے اپنی اہل بیت میں داخل فرمایا

مصنف ابن ابی شیبہ

صفیہ بنت ابی شیبہ کہتی ہیں۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوقتِ صبح کالے بالوں سے بنا ہوا کمبل شریف اوڑھے باہر تشریف لائے۔ امام حسن آئے۔ آپ نے انہیں کمبل میں لے لیا۔ پھر امام حسین آئے۔ آپ نے انہیں بھی کمبل میں لے لیا۔

پھر سیدہ فاطمہ حاضر ہوئیں۔ اُن کو بھی کمبل میں لے لیا۔ آخر میں حضرت علی المرتضےٰ آئے۔ انہیں بھی کمبل میں لے لیا۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ الخ پ۲۲۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اہل بیت کے بارے میں یہ ارادہ فرماتا ہے۔ کہ تم سے ہر قسم کی گندگی دُور کر دے۔ اور خوب پاک کر دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱۲
ص ۷۱، فضائل، مطبوعہ کراچی۔)

نوٹ:

مذکورہ حدیث کئی طریقوں سے وارد ہوئی ہے۔ اور صحیح ہے۔ اس سے بعض لوگ یہ مغالطہ دیتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت یہی چار حضرات ہیں۔ لیکن یہ باطل ہے۔ اس کی پوری تفصیل تحفہ جعفریہ میں ہم نے ذکر کر دی ہے مختصر یہ کہ سورہ احزاب جس کی یہ ایک آیت ہے۔ یہ سورہ اول تا آخر اس آیت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں مختلف واقعات واوصاف بیان کر رہی ہے۔ اس لیے جن کو اہل بیت کہا گیا۔ وہ درحقیقت ازواج مطہرات تھیں۔ لیکن پاکیزگی اور طہارت میں شامل کرنے کے لیے حسنین کریمین اور سیدہ فاطمہ و علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہم کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت میں شامل فرمالیا۔

حضرت علی المرتضیٰ کے چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے

مجمع الزوائد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی کے چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اسی لیے طلیق بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے عمران بن حصین کو دیکھا۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ کی طرف بڑے غور سے دیکھا کرتے تھے جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔ تو تبلایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ "علی کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

(مجمع الزوائد جلد پنجم جزء ۹ باب النظر الیہ الخ
ص ۱۱۹ بیروت طبع جدید)

الریاض النضرۃ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی حضرت صدیق اکبر سے روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ میں نے بارہا اپنے والد کو حضرت علی المرتضیٰ کے چہرہ کو بغور دیکھتے ہوئے پایا۔ میں نے

ایک دفعہ عرض کی۔ آپ کا چہرۂ علی المرتضیٰ کو بغور دیکھنا کس وجہ سے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ "علی کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے"

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۹۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

نوٹ

کچھ عقل کے دشمن اور حضرات صحابہ کرام کے بدخواہ یہ کہتے اور لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابوبکر صدیق اور ان کی صاحبزادی کو حسد و بغض تھا۔ اور ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ روایت مذکورہ اس خیال کی پرزور تردید کرتی ہے۔ اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی المرتضیٰ سے بغض وحسد ہوتا۔ تو وہ یہ روایت و واقعہ قطعاً ذکر نہ کرتیں۔ اور اسی طرح جناب صدیق اکبر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ذکر نہ فرماتے۔ اور نہ ہی بار بار چہرۂ علی المرتضیٰ پر نظر ڈالتے حضرات صحابہ کرام باہم "رحماء بینہم" کی تصویر تھے۔ لہٰذا ابوبکر صدیق اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایسے خیالات رکھنا اور پھیلانا ازلی بدبختی ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شیرِ خدا سے عقیدت

الریاض النضرۃ

حضرت سیدہ معاذہ غفاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت پیار و اُنس تھا میں جنگوں میں بھی آپ کے ساتھ جاتی۔ زخمیوں اور بیماروں کی نگہداشت کرتی۔ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت پر حاضر ہوئی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ اور حضرت علی المرتضٰی اس وقت اُسی گھر سے باہر تشریف لے گئے تھے میں نے سُنا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ سے فرما رہے تھے۔ عائشہ! یہ شخص (علی المرتضٰی) مجھے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کا حق جانو۔ اور اس سے اچھا معاملہ رکھو۔ اس کے بعد جنگ ختم ہونے پر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے گھر آئی۔ اور پوچھا۔ اے ام المؤمنین! آج آپ کا دل ان ارشادات کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص (علی المرتضٰی) کے بارے میں جنگ کی کیفیت میں تم سے فرمائے تھے؟ فرمایا۔ اے غفاریہ! میرا

دل اس شخص کے بارے میں کیسے بُرا ہو سکتا ہے۔ جو جب بھی ہمارے
گھر آیا۔ تو میرے والد ابو بکر کی نظریں اس کے چہرہ پر جمی رہتی تھیں
میں نے اس بارے میں ایک مرتبہ اپنے والد گرامی سے پوچھا۔
انہوں نے جواب دیا۔ بیٹی! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
زبان اقدس سے سُنا ہے۔ کہ اس شخص (علی المرتضٰی) کے چہرہ
کو دیکھنا عبادت ہے۔ اسے جندی نے بھی روایت کیا ہے۔
(الریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۹۷ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

الریاض النضرۃ:

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ
بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ نے حضرت علی المرتضٰی کو حضرت عمران
بن حصین کی عیادت کا فرمایا۔ کیونکہ وہ مریض تھے۔ جب حضرت علی
المرتضٰی ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ تو اس وقت وہاں حضرت
ابو ہریرہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ عمران بن حصین
نے ٹکٹکی لگا کر حضرت علی المرتضٰی کو دیکھنا شروع کر دیا۔ اور فرمایا
کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ کہ حضرت
علی المرتضٰی کے چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ یہ سُن کر حضرت
ابو ہریرہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما دونوں نے کہا۔ کہ ہم نے بھی
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے یہ ارشاد
سُنا ہے۔ اسے ابوالفرات نے روایت کیا ہے

(الریاض النضرہ جلد ۳ ص ۱۹۷
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

نوٹ

احادیث مذکورہ سے ہم اہل سنت کے بارے میں جو اہل تشیع کہتے پھرتے ہیں۔ کہ انہیں اہل بیت سے کوئی محبت نہیں ہے۔ اس کا واضح رد ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھنا بھی عبادت میں شامل ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (جو خلیفہ بلافصل ہیں) اور ان کی صاحبزادی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی المرتضیٰ سے کس قدر سلوک تھا۔ یہ بھی ان احادیث سے واضح ہوا اور اس طرح ان حضرات کے مابین عداوت وبغض وحسد کے فرضی واقعات کی قلعی بھی کھل جاتی ہے۔ جو اہل تشیع نے اختراع کر رکھے ہیں۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ اور اسی کو شیخ صدوق نے بھی لکھا ہے۔

جامع الاخبار

مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فَقَدْ مَاتَ عَلَی السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ۔

(جامع الاخبار ص ۸۹ فصل ۱۳۱)

ترجمہ:
یعنی جو شخص آل رسول کی محبت لیے دنیا سے رخصت ہوا۔ وہ اہل سنت وجماعت مرا۔

اور جامع الاخبار ص ۸۷ پر لکھا ہے۔ کہ جو اہل سنت ہو کر مرا۔ اس پر نہ قیامت کی سختی اور نہ عذاب قبر ہوگا۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ اہل بیت حضرات کے حقیقی اور صحیح محب اہل سنت وجماعت ہیں۔ جو کسی صورت میں ان کی شان کی تنقیص نہیں کرتے۔ اور ادھر دو بناوٹی محب' یہاں تک عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ بوقت ضرورت علی المرتضٰے کو برا بھلا کہنا جائز ہے۔

حضرت علی المرتضٰے کی شان میں ضرار صدائی کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر جامع بیان

الریاض النضرۃ:

مروی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار صدائی سے کہا۔ کہ تم حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ کہو۔ ضرار نے عرض کیا۔ امیر المومنین! مجھے معاف رکھا جائے۔ لیکن امیر معاویہ نے مجبور کیا۔ اور کہا تمہیں تعریف کرنا ہی پڑے گی۔ اس پر اُس نے یُوں تعریف بیان کی۔

خُدا کی قسم! علی کا مقام بہت بلند اور تقوٰی انتہائی مضبوط ہے۔ ان کی بات فیصلہ کن اور حکم عدل پر مبنی ہوتا ۔ ہر قسم کا علم آپ کی زبان سے جاری ہوتا۔ ہر قسم کی حکمت زبان سے ظاہر ہوتی۔ دنیا اور اس کی زیب وزینت سے انہیں نفرت تھی۔ رات کی تاریکی سے اُنس تھا۔ آنسو بکثرت اور غور وفکر کافی عرصہ تک جاری رہتی۔

لباس مختصر، کھانا خشک آپ کی پسند تھی۔ امیر ہوتے ہوئے بھی عام آدمی کی سی بود و باش ہوتی۔ کوئی سوال کرتا تو اُس کا جواب دیتے اور خیر دریافت فرماتے۔ ہم لوگ اُن کے قریب ہونے کے باوجود اُن کے رعب کی وجہ سے گفت گو نہ کرسکتے۔ آپ دین والوں کی تعظیم کرتے مساکین کو اپنے پاس بٹھاتے۔ کوئی طاقت ور آپ سے ناحق فیصلہ کروا سکتا اور کوئی کمزور اپنے حق سے محروم نہ رہتا۔ میں نے بارہا دیکھا کہ رات جب خوب سیاہ ہوگئی۔ اور ستارے چمکنے لگتے۔ تو اُس وقت آپ سانپ کے ڈسے ہوئے انسان کی طرح پریشان حالت میں اپنی داڑھی ہاتھ میں پکڑے غمزدہ اور روتے ہوئے کہہ رہے ہوتے تھے۔ اے دنیا! مجھے چھوڑ دے۔ اور دھوکہ دینا ہے۔ تو کسی اور کو دے۔ میرے پیچھے اس لیے آتی ہے۔ کہ مجھ سے تجھے محبّت ہے۔ جا دُور ہو جا میں نے تجھے تین طلاقیں دیں۔ اب رجوع نہیں کروں گا۔ پھر اپنے نفس سے مخاطب ہو کر فرماتے۔ تیری عمر تھوڑی اور احساس کم ہے۔ افسوس سامان تھوڑا اور سفر لمبا ہے۔ اور راستہ خطرات سے بھرا پڑا ہے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضٰی کے بارے میں یہ تعریفی کلمات سُنے۔ تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور کہا۔ خدا کی قسم! علی المرتضٰی واقعی ایسے ہی تھے۔ پھر پوچھا۔ اے ضرار! حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تجھے کیسا غم و صدمہ ہے۔ کہنے لگا۔ یُوں جیسا کسی عورت کا اکلوتا بیٹا اُس کی گود میں ذبح کر دیا جائے۔

(ریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۸۷، الفصل التاسع فی ذکر نبذ من فضائلہ)

نوٹ: حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو عداوت و بغض کے قصہ جات اہل تشیع پیش کرتے ہیں۔ یا کوئی اور شخص ان دونوں حضرات کے مابین مخالفت سمجھتا ہے۔ یہ روایت اس کے لیے مسکت جواب ہے۔ اہل سنت کی کتابوں کی طرح یہی واقعہ "مروج الذہب" میں بھی مذکور ہے۔

قیامت کے دن جھنڈا حضرت علی المرتضٰی کے ہاتھ میں ہوگا

کنز العمال

لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! قیامت کے دن آپ کا جھنڈا کون اٹھائے گا۔ فرمایا۔ کون ہے۔ اچھا شخص جو اس کو اٹھائے گا مگر وہی کہ جس نے دنیا میں اس کو اٹھایا تھا۔ یعنی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۶۶ مطبوعہ حلب)

حضرت علی المرتضٰی کے لیے جنت کے باغات

کنز العمال: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے

ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت علی المرتضٰی مدینہ منورہ کے ایک باغ میں گئے۔ ہم ایک باغ کے قریب سے گزرے۔ تو آپ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! یہ کیسا اچھا باغ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں تیرا باغ اس سے بھی زیادہ اچھا ہے۔ اسی طرح ہم یکے بعد دیگرے سات باغات کے پاس سے گزرے۔ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ہر باغ کو دیکھ کر اس کی تعریف فرماتے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے کہ جنت میں تیرا باغ اس سے کہیں بہتر ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۶۶ مطبوعہ حلب)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ۔

اسد الغابة

حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان ہے۔ اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ فَاِنْ اَرَادَ مِنْهَا شَیْئًا فَلْیَصْبِرْ عَلٰی مُخَالَطَۃِ الْکِلَابِ۔ یعنی دنیا مردار ہے۔ لہذا جس شخص نے اس کی کسی شئی کا ارادہ کیا۔ تو وہ اپنے آپ کو کتوں کے ساتھ رلا ہوا سمجھے۔

(اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۳)

نوٹ

دُنیا کی حیثیت اور اس سے بے رغبتی کی اعلیٰ مثال بیان فرمائی۔ مردار اور پھر اس سے محبت اور اُس کے حصول کی کوشش ٹھیک ہے کتے ہی کو ہوتی ہے۔ انسان تو مُردے کو کھانا اور اُس کے حصول کو پسند نہیں کرتا۔ اس سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دنیا سے بے رغبتی اور اس کی ناپائیداری بالکل واضح طور پر سامنے آجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی جنگوں میں شرکت

اور پھر وہاں سے مالِ غنیمت کے ملنے کے باوجود کبھی اُس کو سنبھال کر نہ رکھا۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ فقیر و مسکین کیوں ہیں۔ آپ نے اِن سے فرمایا۔

رَضِیْنَا قِسْمَۃَ الْجَبَّارِ فِیْنَا۔ لَنَا عِلْمٌ وَ لِلْجُھَّالِ مَالٌ۔

اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر ہر خوش ہیں۔ اُس نے ہمیں علم عطا فرمایا۔ اور جاہلوں کو مال و دولت عطا کیا۔

اسد الغابۃ

حضرت عمار بن یاسر کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ سے فرما رہے تھے اے علی! اللہ تعالیٰ نے تجھے ایسی اخلاقی زینت عطا فرمائی ہے۔ جو دوسرے عام آدمیوں میں نہیں ہے۔ وہ یہ کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوب بات یعنی زہد عطا فرمایا۔ اس زہد کی برکت سے تمہاری یہ حالت ہوگی۔ کہ دنیا کی کوئی چیز تم حاصل نہ کرو گے۔ اور نہ ہی دنیا کو تم سے کچھ ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تجھے مساکین سے پیار کرنا عطا فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے وہ لوگ تمہارے امام ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور تم اُن کی اتباع پر راضی ہوئے۔ اس لیے خوشخبری اس شخص کے لیے جو تم سے محبت رکھتا ہو۔ اور تمہارے متعلق سچ کہتا ہو۔ اور تباہی و بربادی اس کے لیے جو تم سے غصہ اور بغض رکھتا ہے۔ اور تم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ جو لوگ تم سے محبت رکھتے ہیں۔ وہی سچ کہتے ہیں۔ اور وہ تمہارے گھر کے پڑوسی ہوں گے اور تمہارے محل میں تمہارے رفیق ہوں گے۔ اور وہ کہ جنہوں نے

تم پر غصہ کیا۔ اور جھوٹ باندھا۔ انہیں اللہ تعالیٰ قیامت میں جھوٹوں کے گروہ میں کھڑا کرے گا۔

(اسد الغابۃ جلد ۳ ص ۲۳)

نوٹ:

حدیث بالا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دنیا سے کنارہ کش ہونے کی صراحت کرتی ہے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ انہیں غریب و مسکین سے محبت تھی۔

لاکھوں کا سامان غرباء میں تقسیم کر دیا

اسد الغابۃ:

محمد ابن کعب کرزی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا "میں نے اپنے آپ کو دیکھا۔ بھوک کی وجہ سے میں نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا۔ اور میرا صدقہ آج کے دن چار ہزار دینار کو پہنچا ہوا ہے لیکن حجاج اور اسود نے شریک سے روایت کی کہ چالیس ہزار دینار تھا۔ اور اس چالیس ہزار دینار سے مراد زکوٰۃ نہیں ہے

حجاج نے شریک سے یہ روایت ذکر کی ہے۔ کہ چالیس ہزار دینار مذکورہ سے مراد زکوٰۃ نہیں ہے۔ بلکہ وہ مال مُراد ہے۔ جو آپ نے وقف کر رکھا تھا۔ اور اس موقوفہ مال کی اگر آمدنی پر زکوٰۃ دی جاتی تو وہ چالیس ہزار دینار ہوتی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی مال جمع نہ کیا۔ اس کی دلیل وہ روایت بنتی ہے۔ جو ہم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے کلام سے ذکر کی ہے۔ امام حسن نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت

کہا تھا۔ کہ آپ نے چھ سو درہم کے علاوہ کوئی ترکہ نہیں چھوڑا۔
ان چھ سو درہموں کا امام حسن نے ایک غلام خرید لیا تھا۔
(اسد الغابہ جلد چہارم ص ۲۳)

حضرت علی المرتضیٰ نے دنیوی زیبائش کا کبھی بھی خیال نہیں فرمایا

اسد الغابة

کپڑے فروخت کرنے والا "ابوالنوار" نامی شخص بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ میرے ہاں تشریف لائے۔ اور آپ کے ہمراہ ایک غلام بھی تھا۔ آپ نے مجھ سے دو عدد قمیص خرید فرمائیں۔ غلام کو فرمایا۔ ان دونوں میں سے جو تمہیں پسند ہے وہ لے لو۔ اُس نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے ایک خود لی۔ اور دوسری حضرت علی المرتضیٰ نے پکڑ لی۔ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے حصہ میں آنے والی قمیص جب پہنی تو اُس کی آستین لمبی تھی۔ آپ نے زائد مقدار کاٹ دی۔ اور اس کو کاٹنے کے بعد آگے سے اُس کی سلائی نہ کی۔ آپ نے ویسے ہی اُسے استعمال فرمایا۔

(اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۴)

الریاض النضرة

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے شخص! جب لوگ آخرت کے بارے میں رغبت کم کر دیں گے۔ تو تیرا اُس وقت کیا حال ہوگا؟ دنیا کی طرف اُن کی رغبت بڑھ جائے گی، مال میراث گناہ کے ساتھ کھائیں گے، اور مال دنیا کو شدید محبت کے طور پر پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو سازش بنائیں گے اور حکومت کا میلان بڑھ جائے گا۔ یہ سن کر میں (علی المرتضیٰ) نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں اُس وقت اُن لوگوں کو اور ان کی پسند کو چھوڑ دوں گا۔ اس کی بجائے میں اللہ، اُس کے رسول اور دار آخرت کو پسند رکھوں گا۔ دُنیا کی مصیبتوں اور بلاؤں پر صبر کروں گا۔ یہ میرا طریقہ اس وقت تک جاری رہے گا۔ کہ میں آپ سے مل جاؤں انشاء اللہ تعالیٰ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی! تو نے سچ کہا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دُعا کی۔ کہ اے اللہ! اس کے ساتھ یہی کر دے جو اس نے چاہا ہے۔

(الریاض النضرۃ۔ جلد سوم ص ۱۱۱ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

الریاض النضرۃ

علی بن ابی ربیعہ کہتے ہیں۔ کہ تیاح نامی شخص حضرت علی المرتضیٰ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ امیر المؤمنین! بیت المال تو سونے اور چاندی سے بھر گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ آپ اس وقت تکیہ لگا کر

بیٹھے ہوئے تھے۔ سیدھے بیت المال تشریف لائے اور لوگوں میں منادی کروادی۔ اور بیت المال کا تمام خزانہ اُن میں تقسیم کر دیا۔ پھر فرمانے لگے۔ اے سونے چاندی! تم کسی اور کو دھوکہ دو۔ اس کے بعد افسوس کہتے رہے۔ حتیٰ کہ بیت المال میں ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ اور وہ جگہ جہاں سونے چاندی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ اُس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ اور اسی جگہ دوگانہ ادا فرمایا۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۲۱۱
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

الریاض النضرۃ

حضرت حسن ابن جرموز اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے کو کوفہ کی جامع مسجد میں دیکھا۔ آپ دو چادروں میں ملبوس تھے۔ ایک بطور تہبند اور دوسری اوڑھے ہوئے تھے۔ تہبند نصف پنڈلی تک تھا۔ بازاروں میں گھومتے۔ دُرہ ہاتھ میں ہوتا۔ اور یہ حکم دیتے۔ لوگو! اللہ کا خوف، سچی بات، اچھی بیع اور پورا ایکل و وزن برتو۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۲۱۱
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

نوٹ:

مذکورہ احادیث سے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی دنیوی مال و متاع

سے بے رغبتی کس قدر واضح ہوتی ہے۔ اس قدر مال و متاع کی محبت کی بجائے آپ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے تھے۔ گویا آپ فرشتہ سیرت انسان تھے۔ لاکھوں کی دولت پل بھر میں غرباء میں تقسیم کر دی۔ اور شکرانہ کے نفل ادا کیے۔ ایسے غنی اور حبِ جاہ و مال سے خالی شخص کے بارے میں۔ "باغ فدک" کے جھگڑے اور اس کے حصول کے لیے اِدھر اُدھر کی لایعنی باتیں کرنا اور کہنا زیب نہیں دیتیں۔ اور اسی طرح خاتونِ جنت جوان کی طرح دنیا سے بے رغبت تھیں۔ اُن کے متعلق اس مسئلہ پر تکرار اور جھگڑا وغیرہ نامناسب اور قطعاً روا نہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل ہفتم

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے مخالفین پر اللہ کی پھٹکار

صواعق محرقہ

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک حدیث بیان کی۔ حدیث سن کر ایک شخص نے کہا۔ کہ میں اس حدیث کی تکذیب کرتا ہوں۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں تجھ پر بد دعا کرتا ہوں۔ اگر تو جھوٹا ہے۔ تو اس نے کہا۔ ٹھیک ہے ضرور کیجئے۔ لہذا آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ اور وہ نابینا ہو گیا۔

(صواعق محرقہ ص ۱۲۹ فصل رابع مطبوعہ بیروت طبع جدید)

البدایۃ والنہایۃ :

عثمان ابن صہیب کا کہنا ہے۔ کہ میرے والد روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کہ پہلے لوگوں میں سے سب سے زیادہ شقی اور بدبخت کون تھا؟ میں نے عرض کیا۔ کہ وہ شخص کہ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹ دی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا۔ پھر پوچھا کہ پچھلے لوگوں میں سے سب سے زیادہ بدبخت اور شقی کون ہوگا؟ میں نے عرض کیا۔ حضور مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ وہ شخص جو تمہارے سر پر وار کرے گا۔ جس سے تمہارا سر اور داڑھی خون سے رنگین ہو جائے گی۔

(البدایۃ والنہایہ جلد ۷ ص ۳۲۴
ذکر فصل امیر المؤمنین حضرت علی
مطبوعہ بیروت جدید)

بخاری شریف

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں آیا۔ اور اُن سے حضرت عثمان غنی کے متعلق پوچھا۔ حضرت ابن عمر نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی خوبیاں اور نیکیاں بیان کیں۔ پھر اُس شخص سے کہا۔ شائد تمہیں یہ باتیں بُری لگتی ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ نے

اُسے کہا۔ "اللہ تجھے ذلیل کرے" پھر اُسی شخص نے حضرت ابن عمر سے حضرت علی المرتضٰے کے بارے میں پوچھا۔ حضرت ابن عمر نے ان کی خوبیاں اور اچھائیاں بیان کیں۔ اور کہا۔ کہ حضرت علی وُہ ہیں جن کا گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے درمیان ہے پھر پوچھا۔ شائد تجھے یہ باتیں بھی بُری لگی ہوں گی۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے رُسوا و ذلیل کرے۔ تو مجھے تکلیف دینے میں جو کر سکتا ہے کرے۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم
ص ۲۲۴ مناقب علی۔ نور محمد اصح
المطابع کراچی)

مصنف ابن ابی شیبہ

ابو ہارون بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں اور ابن عمر دونوں بیٹھے تھے۔ کہ اچانک نافع بن ارزق آیا۔ اور آتے ہی اُس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سر کی طرف کھڑے ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا۔ اللہ کی قسم! میں علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہوں۔ حضرت ابن عمر نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ بغض رکھے۔ تو ایسے شخص سے بغض رکھتا ہے جن کی ایک نیکی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ ص ۸۲)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانی قوت اور غلبۂ خداوندی

الریاض النضرۃ

محمد بن زید رضی اللہ عنہ وہ علی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا۔ اے علی! کیا تم جانتے نہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے بُلایا جائے گا میں عرش کے زیر سایہ اس کی دائیں طرف کھڑا ہو جاؤں گا۔ مجھے سبز جنتی پوشاک پہنائی جائے گی۔ اس کے بعد دوسرے انبیائے کرام کو ایک ایک کر کے بُلایا جائے گا۔ وہ عرش کی دائیں جانب آمنے سامنے دو قطاروں کو کھڑے ہو جائیں گے۔ انہیں بھی جنت کی سبز پوشاکیں پہنائی جائیں گی۔ اے علی! تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ سب سے پہلے میری امت کا حساب و کتاب ہوگا۔ اور تمہیں مبارک ہو۔ کہ حساب کتاب

کے لیے میری قرابت کی وجہ سے تمہیں سب سے پہلے آواز دی جائے گی۔ میرا جھنڈا تمہارے سپرد کر دیا جائے گا۔ جس کا نام "لواء الحمد" ہے تم اُسے اٹھائے ہوئے انبیائے کرام کی دونوں صفوں کے درمیان پھرو گے۔ تمام مخلوق بمعہ حضرت آدم علیہ السلام قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے آجائیں گے۔ اس جھنڈے کی لمبائی ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہو گی۔ اُس کا ڈنڈا سرخ یاقوت کا ہو گا۔ سفید چاندی کا بنا ہوا دستہ اور سبز موتی کی نوک ہو گی۔ اس کے ساتھ نُور کی تین لڑیاں بھی ہوں گی۔ ایک لڑی مشرق دوسری مغرب اور تیسری دنیا کے وسط میں ہو گی۔ جھنڈے پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوں گی۔ پہلی میں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ دوسری میں الحمد للہ رب العالمین اور تیسری میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر ہو گا۔ ہر سطر کی لمبائی اور چوڑائی ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہو گی۔ اے علی! تم یہ جھنڈا لے کر چلو گے۔ حسنین کریمین تمہارے دائیں بائیں ہوں گے۔ اور تم میرے اور ابراہیم علیہ السلام کے سامنے عرش کے سایہ میں کھڑے ہو جاؤ گے۔ پھر تمہیں جنتی لباس پہنایا جائے گا۔ پھر عرش کے نیچے سے ایک آواز آئے گی۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے افضل باپ آپ کا باپ ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ اور سب سے افضل بھائی بھی آپ کا بھائی ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ۔ اے علی! تمہیں مبارک ہو۔ میرے ساتھ تمہیں جنت کا لباس پہنایا جائے گا۔ میرے ساتھ تمہیں بلایا جائے گا۔ اور میرے ساتھ ہی تمہیں

سلام کہا جائے گا۔

(الریاض النضرة جلد ۲ ص ۱۷۱)

کنز العمال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خیبر کے دن اس کا دروازہ اکھاڑ پھینکا۔ جس کی وجہ سے مسلمان اس قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اور قلعہ فتح ہو گیا۔ (اس دروازے کو حضرت علی المرتضیٰ ایک لاٹھی کی طرح کفار پر استعمال کرتے تھے) جب بعد میں اس کا تجربہ کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ چالیس آدمیوں کے اٹھانے سے اٹھتا تھا۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۲۶ مطبوعہ حلب۔ طبع جدید)

نوٹ

چالیس آدمیوں کے مل کر اٹھانے سے جو دروازہ اٹھتا تھا۔ اُسے تنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اٹھا لینا اور پھر اسے لاٹھی کے طور پر کفار کے خلاف استعمال کرنا کوئی آپ کی جسمانی طاقت نہ تھی۔ بلکہ یہ قوت روحانیہ کا کرشمہ تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ آپ کی قوت روحانیہ بھی بے مثل تھی۔

الریاض النضرة

حضرت علی المرتضیٰ بیان کرتے ہیں۔ کہ مقام حدیبیہ میں ہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مشرکین کے کئی ایک نمائندے حاضرِ خدمت ہوئے۔ اور سوال کیا۔ کہ حضور! ہمارے بھائیوں، بیٹوں اور دوستوں میں سے کچھ افراد آپ کے پاس آ گئے ہیں۔ وہ ہمیں واپس کر دیجئے۔ اگر وہ کچھ سوجھ بوجھ کے مالک ہوئے۔ تو ہم بھی اُن سے دین سیکھیں گے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا۔ اے قریش! باز آجاؤ ورنہ میں تم پر ایک ایسا شخص مقرر کر دوں گا۔ جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں تلوار سے اڑا کر رکھ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان پر اس کے دل کا امتحان لے لیا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ! وہ کون ہے۔؟ یہی سوال حضرت ابوبکر اور عمر فاروق نے بھی کیا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ ہے جو یہ جوتی سینے والا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں۔ کہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی جوتی دُرست کرنے کے لیے عطا فرمائی تھی۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ نے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جس نے جھوٹی بات میری طرف منسوب کی۔ اُس نے اپنی جگہ جہنم میں بنالی۔ (گویا میں نے جو کچھ کہا وہ درست کہا۔) ترمذی نے اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

(الریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۵۶
مطبوعہ بیروت طبع جدید ذکر اختصاصہ
یوم الحدیبیہ)

فصل نہم

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کے بارے میں

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں۔ کہ جن کے اوصاف و فضائل ایک ایسا سمندر ہے۔ جس کا کنارہ نہیں یہی وجہ ہے۔ کہ ان بے پایاں اوصاف کی بنا پر کچھ ناواقف یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرات خلفائے ثلاثہ سے بھی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ اور پھر اسی کی بنا پر ان کے خلیفہ بلافصل ہونے کی دُم لگائی جاتی ہے۔ اِس کتاب میں ہم خلفائے راشدین میں سے صرف حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور وہ بھی کتب اہل سنت سے لکھیں گے۔ کیونکہ ہم اہل سنت پر یہ طعنہ بھی دیا جاتا ہے۔ کہ ان کو حضرت علی المرتضٰے اور ان کی آل سے کوئی عقیدت نہیں۔ لیکن بقیہ خلفائے ثلاثہ کا تذکرہ ہم یہاں ذکر نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان کے فضائل و کمالات اور پھر ان پر کیے گئے اعتراضات کا جواب ہم کتب اہل تشیع سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور بعض وہ عبارات کہ جن کے ذریعہ اہل سنت کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان کی وضاحت اور حقیقتِ حال بیان ہو چکی ہے۔ فضائلِ اصحاب ثلاثہ ہم نے اہل سنت کی کتابوں سے پیش اس لیے نہیں کیے۔ کہ رافضی لوگ جب انہیں اہل

ان کی تعریف میں لکھی گئی کتب اہل سنت کو ہی نہیں مانتے۔ تو پھر ان کتب سے ان حضرات کی فضیلت ذکر کرنا بے معنی تھا۔ ورنہ یہ موضوع اس قدر طویل ہے۔ کہ ایک ایک خلیفہ راشد پر کئی کئی مستقل کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور اب بھی تحریر ہو سکتی ہیں۔ سرِ دست چونکہ اہل سنت پر یہ اعتراض کیا جاتا تھا۔ کہ ان کی کتابوں میں علی اور اولادِ علی کے فضائل مذکور نہیں۔ اس لیے ہم نے اس اعتراض کو ختم کرنے کے لیے اپنی کتب سے اِن حضرات کے بارے میں مختصر طور پر فضائل ذکر کیے ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے ضمن میں خود حضرت علی المرتضیٰ کی زبان اقدس سے کئی ایک حقائق سامنے لانے کی کوشش کی جائے گی۔ تاکہ تحفہ جعفریہ جلد اول کے قارئین کے ذہن میں اصحاب ثلاثہ کے خلیفہ برحق ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تحقیق سے سامنے آجائے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل نہیں بلکہ چوتھے راشد خلیفہ ہیں۔ اور یہی حق ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ تمام انبیائے کرام کے بعد بقیہ تمام انسانوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ترین شخصیت ہیں اور ان کے بعد دوسرا درجہ حضرت فاروق اعظم، تیسرا درجہ حضرت عثمان اور چوتھا درجہ حضرت علی المرتضیٰ کا ہے۔ اگرچہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عثمان غنی کے مابین افضلیت کا کچھ اختلاف موجود ہے۔

لیکن جمہور اہل سنت کا یہی مسلک ہے۔ کہ افضلیت کی ترتیب وہی ہے جو خلافت کی ترتیب ہے۔ اسی مقصد کے ثبوت پر چند تائیدی اور توثیقی اقوال درج ہیں۔

٭

الریاض النضرۃ

وَقَدْ اَجْمَعَ اَهْلُ السُّنَّةِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ مِنْ اَهْلِ الْفِقْهِ وَالْاَثَرِ اَنَّ عَلِيًّا اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ عُثْمَانَ هٰذَا مِمَّا لَمْ يُخْتَلَفْ فِيْهِ وَ اِنَّمَا اخْتَلَفُوْا فِيْ عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ وَاخْتَلَفَ اَيْضًا بَعْضُ السَّلَفِ فِيْ عَلِيٍّ وَاَبِيْ بَكْرٍ قَالَ اَبُوْ قَاسِمٍ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ الْحَبَابِ السَّعْدِيْ فِيْ كِتَابِهِ الْمُسَمّٰى (بالحجة لسلف هذه الملة فى تسميتهم الصديق بخليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم) وَهَمَ فِيْ ذٰلِكَ اَبُوْ عَمْرٍو وَغَلَطًا ظَاهِرًا لِمَنْ تَاَمَّلَهُ يَعْنِيْ ذِكْرَ الْخِلَافِ فِيْ فَضْلِ عَلِيٍّ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَذٰلِكَ اَنَّهُ قَدْ ذَكَرَ فِيْ كِتَابِهِ تَعْرِيْضًا لَا تَصْرِيْحًا اَنَّهُ كَانَ مِنْ جُمْلَةِ مَنْ يَعْتَقِدُ ذٰلِكَ اَبُوْ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ مِمَّنْ رَوٰى عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ خَيْرُ الْاُمَّةِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ يَعْتَقِدُ فِيْ عَلِيٍّ اَنَّهُ خَيْرٌ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۸۰ مولفہ محب الطبری۔

ترجمہ:

اہل سنت کے سلف و خلف یعنی فقہا اور محدثین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کے بعد سب سے افضل ہیں۔ یہ وہ اجماعی مسئلہ ہے۔ جس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ہاں حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور بعض سلف کا حضرت علی اور ابوبکر صدیق کی افضلیت میں بھی اختلاف منقول ہے۔ ابو قاسم عبدالرحمن بن الجباب السعدی نے اپنی تصنیف "الحجة لسلف هذه الملة فی تسميتهم الصديق بخليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم" میں یہ بات کہی۔ اس میں ابو عمرو کو وہم پڑا۔ اور ظاہری غلطی بھی لگی۔ یعنی حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے میں۔ اور وہ (غلطی) یہ ہے۔ کہ اس نے اپنی کتاب میں اشارۃً یہ بات ذکر کی ہے۔ اس کی صراحت نہیں فرمائی۔ اور لکھا۔ کہ اسی عقیدہ کا ایک شخص ابوسعید بھی ہے۔ اور اسی ابوسعید نے حضرت علی المرتضیٰ سے یہ روایت بھی کی ہے۔ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امت کے بہترین شخص ہیں۔ اور آپ کی بہتری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب پر ہے۔ تو یہ شخص کیونکر یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

الرياض النضرة

وَعَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ النُّفَيْلِیْ وَقَدْ سُئِلَ عَنْ تَفْضِيْلِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِیٌّ قِيْلَ لَهُ فَاِنَّ اَحْمَدَ بْنَ

حَنْبَلَ وَ يَعْقُوْبَ بْنَ كَعْبٍ يَقِفَانِ عَلٰى عُثْمَانَ فَقَالَ اَخْطَئَا مَعًا اَدْرَكْتُ النَّاسَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلٰى هٰذَا اَخْرَجَهُ خَيْثَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۸۱)

ترجمہ:

ابوجعفر النفیلی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی باہم فضیلت کا سوال ہوا۔ تو فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں۔ پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی اور پھر حضرت علی المرتضٰی ہیں۔ ان سے کہا گیا۔ کہ امام احمد بن حنبل اور یعقوب بن کعب فضیلت صحابہ کے متعلق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان کو افضل کہنے میں رُک جایا کرتے تھے۔ تو نفیلی نے جواب دیا۔ وہ دونوں غلطی پر ہیں۔ میں نے اہل سنت وجماعت حضرات کو اسی عقیدہ پر پایا۔ (یعنی فضیلت باعتبار خلافت پر) اس روایت کو خیثمہ بن سلیمان نے روایت کیا۔

الریاض النضرۃ

وَعَنْ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلَ وَ قَدْ سُئِلَ عَنْ تَفْضِيْلِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيُّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فِي الْخِلَافَةِ وَ يَذْهَبُ اِلٰى حَدِيْثِ سَقِيْفَةَ

تَکُوْنُ خِلَافَۃُ رَحْمَۃٍ ثَلَاثِیْنَ سَنَۃً۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۸)

ترجمہ:

امام احمد بن حنبل سے صحابہ کرام کی فضیلتِ باہمی کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی اور پھر علی المرتضٰے ہیں۔ اور احمد بن حنبل حدیث سقیفہ کا حوالہ فرماتے کہ خلافتِ رحمت کا عرصہ تیس سال کا ہوگا۔

فصل دہم

شیخین کے بارے میں علی اور ان کی اولاد کا فیصلہ

الریاض النضرۃ

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ کَیْفَ سَبَقَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ اِلٰی بَیْعَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَاَنْتَ اَسْبَقُ مِنْهُ سَابِقَۃً وَاَوْرٰی مِنْهُ مَنْقَبَۃً؟ قَالَ فَقَالَ عَلِیٌّ وَیْلَکَ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ سَبَقَنِیْ اِلٰی اَرْبَعٍ لَمْ اُوْتِهِنَّ وَلَمْ اَعْتَفِنْ مِنْهُنَّ بِشَیْءٍ سَبَقَنِیْ اِلٰی اِفْشَاءِ الْاِسْلَامِ، وَقَدَّمَ الْهِجْرَۃَ وَمُصَاحَبَۃً فِی الْغَارِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ

بِالشِّعْبِ يُظْهِرُ الْإِسْلَامَ وَأُخْفِيهِ وَتَسْتَحْقِرُ نِيْ
قُرَيْشٌ وَلَسْتُ فِيْهِ وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ زَالَ
عَنْ مَرْتَبَتِهِ مَا بَلَغَ الدِّيْنُ الْعَبْدَيْنِ يَعْنِي الْجَانِبَيْنِ
وَلَكَانَ النَّاسُ كَرْعَةً كَكَرْعَةِ طَالُوْتَ وَيْلَكَ
اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ذَمَّ النَّاسَ وَمَدَحَ اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ
(اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ) الاية كُلَّهَا فَرَحْمَةُ
اللّٰهِ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَاَبْلَغَ اللّٰهُ رُوْحَهُ مِنِّي السَّلَامَ۔

(الریاض النضرة جلد۱ ص ۸۹)

ترجمہ:

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ اے امیرالمومنین! مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت میں جلدی کیوں کی حالانکہ آپ ابوبکر سے بہت آگے ہیں۔ اور آپ کی عظمت و منقبت بھی اُن سے زیادہ ہے؟ یہ سن کر حضرت علی المرتضٰی نے فرمایا۔ تجھ پر افسوس! ابوبکر صدیق چار باتوں میں مجھ سے بہت آگے ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا علی الاعلان اظہار کیا۔ دوسرا یہ کہ ہجرت کرنے میں وہ مجھ پر سبقت لے گئے۔ تیسرا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں ہم نشینی کا شرف پایا۔ اور چوتھی یہ کہ انہوں نے نماز پڑھی اور میں اس وقت شعب ابی طالب میں تھا۔ وہ اسلام کو ظاہر کرنے والے اور میں چھپانے والا ہوں۔ قریش نے اُن کی پذیرائی

کی۔ اور مجھے حقیر جانا۔ خدا کی قسم! اگر اس وقت ابوبکر صدیق تبلیغ اسلام سے باز رہ جاتے۔ تو آج اسلام دور دراز نہ پہنچ سکتا۔ اور لوگ لشکرِ طالوت کی طرح دین سے منہ موڑ لیتے۔ تجھ پر افسوس! بے شک اللہ عزوجل نے جہاں لوگوں کی مذمت کی وہاں ابوبکر کی تعریف فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ الا تنصروہ الخ۔ اگر اور لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کریں گے۔ تو بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرچکا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی ابوبکر صدیق پر رحمت نازل ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کی روح کو میری طرف سے سلام پہنچا دے۔

حضرت علی المرتضیٰ نے اُس شخص کو قتل کر دینے کی دھمکی سُنائی۔ جس نے آپ کو ابوبکر سے افضل کہا

الریاض النضرۃ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ فَتَخَلَّصَ النَّاسُ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا بَالُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ قَدَّمُوْا اَبَا بَكْرٍ؟ وَاَنْتَ اَوْرٰى مِنْهُ مَنْقَبَةً؟ وَاَقْدَمُ اِسْلَامًا؟ وَاَسْبَقُ سَابِقَةً؟

قَالَ اِنْ كُنْتَ قُرَشِيًّا فَاحْسِبُكَ مِنْ عَائِذَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ لَوْلَا اَنَّ الْمُؤْمِنَ عَائِذٌ لِلّٰهِ لَقَتَلْتُكَ وَيْحَكَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ سَبَقَنِيْ لِاَرْبَعٍ لَمْ اُوْتِهِنَّ وَلَمْ اَعْتِضْ مِنْهُنَّ سَبَقَنِيْ اِلَى الْاِمَامَةِ اَوْ تَقَدَّمَ الْاِمَامَةَ وَتَقَدَّمَ الْهِجْرَةَ وَاِلَى الْغَارِ وَاِفْشَاءِ الْاِسْلَامِ۔

(الریاض النضرۃ جلد اول ص ۹۰

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

عبدالرحمن بن ابی زناد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص آیا۔ اور جب مجمع اِدھر اُدھر ہو گیا۔ تو وہ حضرت علی المرتضیٰ کے پاس کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے امیر المومنین! ان مہاجرین وانصار کو کیا ہو گیا کہ سب ابوبکر کی بیعت کر بیٹھے حالانکہ آپ ابوبکر سے زیادہ صفات و خوبیوں کے مالک ہیں۔ اسلام میں آپ کی اولیت ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا۔ اگر تم قریشی ہو۔ تو تمہیں کسی پناہ کی ضرورت نہیں۔ مومن ایسے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مومن اللہ کی پناہ میں نہ ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ افسوس ہے تجھ پر ------ ابوبکر صدیق بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے۔ افسوس ہے تجھ پر! ابوبکر صدیق چار باتوں میں مجھ سے سبقت لے گیا۔ جن میں سے میرے اندر کوئی ایک بھی نہیں۔ امامت، ہجرت، غار اور اسلام کو اعلانیہ پھیلانے میں۔

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دینے والے کو مفتری کی حد لگانے کی وعید

صواعق محرقہ

فِی الْبُخَارِیْ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا ثُمَّ رَجُلٌ اٰخِرُ فَقَالَ ابْنُہٗ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِیَّۃِ ثُمَّ اَنْتَ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَصَحَّحَ الذَّھَبِیْ وَغَیْرُہٗ طُرُقًا اُخْرٰی عَنْ عَلِیٍّ بِذٰالِکَ وَفِیْ بَعْضِھَا اَلَاوَاِنَّہٗ بَلَغَنِیْ اَنَّ رِجَالًا یُفَضِّلُوْنِیْ عَلَیْہِمَا فَمَنْ وَجَدْتُہٗ فَضَّلَنِیْ عَلَیْہِمَا فَھُوَ مُفْتَرٍ عَلَیْہِ مَا عَلَی الْمُفْتَرِیْ۔

(صواعق محرقہ ص ۶۰ الباب الثالث

مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ:

بخاری شریف میں حضرت علی سے ہی روایت ہے۔ کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بقیہ تمام انسانوں سے ابوبکر افضل ہیں۔ پھر عمر فاروق پھر ایک اور مرد۔ یہ سُن کر حضرت علی کے بیٹے محمد بن الحنفیہ نے کہا۔ پھر آپ

کا درجہ ہے۔ جواباً حضرت علی نے فرمایا میں ایک عام مسلمانوں کا فرد ہوں۔ ذہبی وغیرہ نے اس روایت کی دیگر طریقوں سے تصحیح کی ہے ان میں یوں بھی مذکور ہے۔ کہ حضرت علی نے فرمایا۔ کچھ لوگ مجھے ابوبکر اور عمر فاروق پر فضیلت دیتے ہیں۔ لہذا جب تمہیں ایسا کوئی شخص ملے۔ تو سمجھو کہ وہ مفتری (جھوٹا) ہے۔ اور جھوٹے کی سزا اس پر ہونی چاہیئے

کسی کے سینہ میں میری محبت اور شیخین سے بغض جمع نہیں ہوسکتے (حضرت علی المرتضیٰ)

صواعق محرقہ

وَاَخْرَجَ اَبُوْبَكْرِ الْاٰجِرِیُّ عَنْ اَبِیْ حُجَیْفَةَ سَمِعْتُ عَلِیًّا عَلٰی مِنْبَرِ الْكُوْفَةِ یَقُوْلُ اِنَّ خَیْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِیِّهَا اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ خَیْرُهُمْ عُمَرُ وَ اَخْرَجَ الْحَافِظُ اَبُوْ ذَرٍّ الْهَرَوِیُّ مِنْ طُرُقٍ مُتَنَوِّعَةٍ وَالدَّارُ قُطْنِیُّ وَغَیْرُهُمَا عَنْهُ دَخَلْتُ عَلٰی عَلِیٍّ فِیْ بَیْتِهٖ فَقُلْتُ یَا خَیْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَهْلًا یَا اَبَا حُجَیْفَةَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِخَیْرِ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَیْحَكَ یَا اَبَا حُجَیْفَةَ لَا یَجْتَمِعُ حُبِّیْ وَبُغْضُ اَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فِیْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ وَاَخْبَارُ بِكَوْنِهِمَا

خَيْرُ الْأُمَمِ عَنْهُ فِي رِوَايَتِهِ ابْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ وَجَاءَ عَنْهُ مِنْ طُرُقٍ كَثِيرَةٍ بِحَيْثُ يَجْزِمُ مَنْ تَتَبَّعَهَا بِصُدُوْرِ هٰذَا الْقَوْلِ مِنْ عَلِيٍّ وَالرَّوَافِضَةُ وَنَحْوُهُمْ لَمَّا لَمْ يَكُنْ يُمْكِنُهُمْ إِنْكَارُ صُدُوْرِ هٰذَا الْقَوْلِ مِنْهُ لِظُهُوْرِهِ عَنْهُ بِحَيْثُ لَا يُنْكِرُهُ إِلَّا جَاهِلٌ بِالْآثَارِ اَوْ مُبَاهِتٌ قَالُوْا إِنَّمَا قَالَ عَلِيٌّ ذٰلِكَ تَقِيَّةً وَمَرَّ اَنَّ ذٰلِكَ كَذِبٌ وَافْتِرَاءٌ وَسَيَأْتِيْ اَيْضًا وَاَحْسَنُ مَا يُقَالُ فِيْ هٰذَا الْمَحَلِّ اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ۔

(صواعق محرقہ ص ۶۱/ الباب الثالث
فی الفصل اول ۔ مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

ترجمہ:

ابو جحیفہ سے ابو بکر اجری بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کو کوفہ کی جامع مسجد کے منبر پر یہ کہتے ہوئے سُنا۔ کہ اس امت میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخص ابو بکر ہیں۔ پھر اُن کے بعد عمر فاروق۔ حافظ ابو ذر ہروی نے بہت سے مختلف طریقوں سے اور دار قطنی وغیرہ نے بھی بیان کیا۔ کہ ابو جحیفہ کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت علی المرتضیٰ کے گھر میں گیا۔ اور پوچھا۔ اے وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہے۔ (یعنی ان الفاظ سے انہوں نے حضرت علی کو مخاطب کیا۔) یہ سُن کر حضرت علی نے فرمایا۔ اے ابو جحیفہ، رُک جاؤ۔ کیا میں تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد سب سے بہتر شخص کے بارے میں نہ بتلاؤں۔ وہ ابوبکر و عمر ہیں
اے ابوجحیفہ! میری محبت اور ابوبکر و عمر سے بغض کسی مومن کے دل
میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اسی قسم کی روایات حضرت علی کے بیٹے
محمد بن الحنفیہ سے بھی مروی ہیں کئی اور طریقوں سے یہ بھی آیا ہے۔ کہ
اس لیے جو شخص اس قول کی تحقیق کے درپے ہوگا وہ ضرور اسے حضرت
علی سے ثابت پائے گا۔ اور رافضی وغیرہ جب اس وضاحت
کے ہوتے ہوئے ان اقوال سے انکار نہ کر سکا۔ کیونکہ انکار کرنے
والا یا تو نرا جاہل کہلائے گا یا مخبوط الحواس۔ اس لیے انہوں نے یہ
کہنا شروع کر دیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے یہ باتیں بطور تقیہ کہیں۔ یہ
گزر چکا ہے۔ کہ حضرت علی کے متعلق تقیہ کا الزام لگانا، جھوٹ اور افترا
ہے۔ عنقریب مزید آرہا ہے۔ اس مقام پر سب سے اچھا یہی قول ہے۔
الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

نوٹ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مختلف طریقوں سے یہ بات ثابت ہے
کہ آپ امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق اور پھر عمر بن الخطاب کو سمجھتے بھی تھے
اور اسی کا اعلان بھی کرتے تھے۔ اور یہ بھی واضح فرما دیا۔ کہ جس شخص کے دل میں
حضرات شیخین سے بغض ہو۔ اس دل میں میری محبت ہرگز نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا شیخین
کے حضور تبرا بازی کرنے والا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فتوای کے مطابق
"مومن" نہیں ہے۔ حضرت علی ایسے بے ایمان سے پناہ مانگتے ہیں۔ اور اس سے
بیزاری کا اظہار فرماتے ہیں۔ اسی ضمن میں ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔

صواعق محرقہ

وَاَخْرَجَ اَبُوْذَرٍّ الْھَرَوِیُّ وَالدَّارُقُطْنِیُّ مِنْ طُرُقٍ
اَنَّ بَعْضَھُمْ مَرَّ بِنَفَرٍ یَسُبُّوْنَ الشَّیْخَیْنِ فَاَخْبَرَ
عَلِیًّا وَقَالَ لَوْلَا اَنَّھُمْ یَرَوْنَ اَنَّکَ تُضْمِرُ مَا عَلَنُوْا
مَا اجْتَرَؤُا عَلٰی ذٰلِکَ فَقَالَ عَلِیٌّ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ
رَحِمَھُمَا اللّٰہُ ثُمَّ نَھَضَ فَاَخَذَ بِیَدِ ذٰلِکَ الْمُخْبِرِ
وَاَدْخَلَہُ الْمَسْجِدَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ ثُمَّ قَبَضَ عَلٰی
لِحْیَتِہٖ وَھِیَ بَیْضَاءُ فَبَلَّتْ دُمُوْعُہٗ تَتَحَادَرُ
عَلٰی لِحْیَتِہٖ وَجَعَلَ یَنْظُرُ الْبِقَاعَ حَتّٰی اِجْتَمَعَ
النَّاسُ ثُمَّ خَطَبَ خُطْبَۃً بَلِیْغَۃً مِنْ جُمْلَتِھَا مَا
بَالُ اَقْوَامٍ یَذْکُرُوْنَ اَخَوَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَوَزِیْرَیْہِ وَصَاحِبَیْہِ وَسَیِّدَیْ
قُرَیْشٍ وَاَبَوَیِ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَنَا بَرِیْءٌ مِمَّا یَذْکُرُوْنَ
وَعَلَیْہِ مُعَاقِبٌ صَحِبَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ بِالْجِدِّ وَالْوَفَاءِ وَالْجِدِّ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ
یَاْمُرَانِ وَیَنْھَیَانِ وَیَقْضِیَانِ وَیُعَاقِبَانِ لَا یَرٰی
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَرَاْیِھِمَا رَاْیًا
وَلَا یُحِبُّ کَحُبِّھِمَا حُبًّا لِمَا یَرٰی مِنْ عَزْمِھِمَا
فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ فَقُبِضَ وَھُوَ رَاضٍ وَالْمُسْلِمُوْنَ
رَاضُوْنَ۔

(صواعق محرقہ ص ۶۴/ الباب الثالث
فی الفصل اوّل مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

ترجمہ:

ابو ذر ہروی اور دار قطنی نے متعدد طریقوں سے ذکر کیا ہے۔ کہ ایک آدمی کا ایک ایسی جماعت سے گزر ہوا۔ جو حضرات شیخین کو گالی بک رہی تھی۔ اس نے یہ بات آکر حضرت علی المرتضٰی کو بتلائی۔ اور کہنے لگا۔ کہ اگر آپ کے بارے میں وہ یہ خیال نہ کرتے۔ کہ آپ بھی شیخین کے بارے میں دل کے اندر ایسے ہی خیالات رکھتے ہیں۔ تو وہ کبھی بھی اعلانیہ ایسی باتیں نہ کرتے۔ حضرت علی المرتضٰی نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ یہ کہا اور اُٹھے۔ پھر اس خبر دینے والا کا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں لے آئے۔ منبر پر چڑھے پھر اپنی سفید داڑھی کو پکڑا۔ آپ کے گرتے ہوئے آنسوؤں سے وہ تر ہو چلی تھی۔ اور آپ لوگوں کو دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ بہت سے آدمی مسجد میں جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس کے الفاظ میں سے یہ بھی تھا۔ اس قوم کا کیا حال ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں بھائیوں، وزیروں ساتھیوں اور قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے روحانی باپوں کے بارے میں ادھر ادھر کی مارتے ہیں۔ جو کچھ وہ بکتے ہیں میں اس سے بیزار ہوں۔ اور اس پر انہیں سزا ہے۔ ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔ اور اس کو پورے خلوص اور وفا سے نبایا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کے معاملہ میں بھی وہ دونوں انتھک

محنتی تھے۔ نیکی کا حکم کرنے والے، برائی سے روکنے والے، حق کے مطابق فیصلہ کرنے والے اور غلط کاموں پر سزا دینے والے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان جیسی کسی کی رائے نہ تھی۔ اور نہ ہی ان جیسی کسی دوسرے سے آپ کو محبت تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں ان کا جزم ویقین قابلِ ذکر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اور وہ ان دونوں سے راضی تھے۔ اور مسلمان بھی ان سے خوش ہیں۔

شیخین کی فضیلت کو نہ سمجھنے والا جاہل ہے۔ (امام باقر کا قول)

صواعق محرقہ

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ اَلْبَاقِرِ قَالَ مَنْ لَمْ یَعْرِفْ فَضْلَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ فَقَدْ جَھِلَ قَالَ بَعْضُ الْاَئِمَّۃِ اَھْلُ الْبَیْتِ صَدَقَ وَاللّٰہِ اِنَّمَا نَشَأَ مِنَ الشِّیْعَۃِ وَالرَّافِضَۃِ وَغَیْرِھِمَا مَا نَشَأَ مِنَ الْبِدَعِ وَالْجَھَالَاتِ جَھْلُھُمْ بِالسُّنَّۃِ۔

(صواعق محرقہ ص ۵۶/الباب الثانی)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جو شخص حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا فضل نہیں پہچانتا۔ وہ جاہل ہے۔ بعض ائمہ اہل بیت

نے کہا۔ یہ سچ ہے۔ خدا کی قسم! شیعہ اور رافضیوں وغیرہما سے بدعت اور جہالت کی بہت سی باتیں دراصل ان کی سنت سے جاہل ہونے کی وجہ سے ہیں۔

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما خلفائے راشدین میں سے تھے

(امام جعفر صادق)

صواعق محرقہ

وَفِی الطَّیُّوْرِیَّاتِ بِسَنَدِہٖ اِلٰی جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَجُلٌ لِعَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ نَسْمَعُکَ تَقُوْلُ فِی الْخُطْبَۃِ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْنَا بِمَا اَصْلَحْتَ بِہِ الْخُلَفَآءَ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ فَمَنْ ھُمْ فَاغْرَوْرَقَتْ عَیْنَاہُ فَقَالَ ھُمْ حَبِیْبَایَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ اِمَامَا الْھُدٰی وَشَیْخَا الْاِسْلَامِ وَرَجُلَا قُرَیْشٍ الْمُقْتَدٰی بِھِمَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَدٰی بِھِمَا عُصِمَ وَمَنْ تَبِعَ اٰثَارَھُمَا ھُدِیَ اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ وَمَنْ تَمَسَّکَ بِھِمَا فَھُوَ مِنْ حِزْبِ اللّٰہِ۔

(صواعق محرقہ ص ۵۶-۵۷ الباب الثانی مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ:

امام جعفر بن محمد اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ ہم دوران خطبہ آپ کے یہ کلمات سنتے ہیں۔ "اے اللہ! ہماری اسی طرح بہتری فرما جس طرح تو نے خلفاء راشدین کی بہتری فرمائی تھی۔ آپ فرمایئے وہ کون لوگ ہیں؟ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ میرے حبیب ابوبکر و عمر ہیں۔ ہدایت کے امام، اسلام کے برگزیدہ، قریشی مرد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ جس نے بھی ان کی اقتدار کی وہ اللہ کے عذاب سے بچ گیا۔ اور جس نے بھی ان کے آثار کو اپنایا۔ اسے صراط مستقیم مل گیا۔ اور جس نے ان سے تمسک کیا۔ وہ اللہ کے گروہ سے ہوا۔

آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہمارے محب اور شیعہ

کہلانے کے باوجود شیخین کو بُرا جانیں گے۔

وُہ بدترین لوگ ہوں گے۔ (حضرت علی المرتضٰی)

کنزالعمال

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيْرٍ قَالَ قَالَ لِيْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ

اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ لَوْ شِئْتُ اَنْ اُسَمِّيَ لَكُمُ الثَّالِثَ لَسَمَّيْتُهٗ وَقَالَ لَا يُفَضِّلُنِيْ اَحَدٌ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُهٗ جَلْدًا وَجِيْعًا وَسَيَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَنْتَحِلُوْنَ مَحَبَّتَنَا وَالتَّشَيُّعَ فِيْنَا هُمْ شِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْتِمُوْنَ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالَ وَلَقَدْ جَآءَ سَائِلٌ فَسَئَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُ وَاَعْطَاهُ اَبُوْبَكْرٍ وَاَعْطَاهُ عُمَرُ وَاَعْطَاهُ عُثْمَانُ فَطَلَبَ الرَّجُلُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّدْعُوَ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَوْهُ بِالْبَرَكَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ لَا يُبَارَكُ لَكَ وَلَمْ يُعْطِكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيْقٌ اَوْ شَهِيْدٌ۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ اِذْ طَلَعَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ مِنْ مُؤَخَّرِ الْمَسْجِدِ فَنَظَرَ اِلَيْهِمَا نَظَرًا شَدِيْدًا وَصَوَّبَ فَالْتَفَتَ اِلَيَّ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهُمَا لَسَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاَنْعِمَا لَا تُعْلِمْهُمَا بِذٰلِكَ۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۰۰۹)

ترجمہ:

عبد اللہ بن کثیر کہتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اس امت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام سے افضل شخص ابو بکر و عمر ہیں۔ اور اگر تو تیسرے شخص کا نام پوچھنا چاہے۔ تو میں تبلا سکتا ہوں۔ اور پھر فرمایا دیکھو۔ کوئی شخص مجھے ابو بکر و عمر سے افضل کہنے کی جرارت نہ کرے۔ ورنہ میں اسے سخت ترین کوڑے لگاؤں گا۔ بہت جلد ایک وقت آنے والا ہے۔ کہ کچھ لوگ ہماری محبت اور ہمارے شیعہ ہونے کا راگ الاپیں گے۔ حالانکہ وہ شریر ترین انسان ہوں گے۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہوں گے۔ جو ابو بکر و عمر کو بُرا بھلا کہیں گے۔ حضرت علی مزید فرماتے ہیں۔ کہ ایک سوالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا۔ آپ نے عطا فرمایا۔ پھر اسی نے ابو بکر و عمر و عثمان سے مانگا۔ انہوں نے بھی دیا۔

۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔ دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں برکت کیونکر نہ ہو گی۔ کیونکہ یہ عطیہ دینے والے ایک نبی دوسرے صدیق اور شہید ہیں

حضرت علی المرتضٰے سے ہی روایت ہے۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح بیٹھا ہوا تھا۔ کہ آپ کی ران میری ران پر تھی۔ اچانک ابو بکر و عمر مسجد کے ایک کونہ سے نکلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی طرف نظر بھر کر دیکھا۔ پھر سر انور جھکا لیا۔ اور بعد میں میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا مجھے اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ دونوں جنتی عمر رسیدہ لوگوں کے

سردار ہیں۔ ماسوائے انبیاء اور مرسلین کے۔ تمام اگلے پچھلوں سے بہتر ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے انہیں انعامات عطا کیے۔ وہ انہیں نہ بتلانا۔

شیخین ہدایت کے امام ہیں۔ ان کی پیروی میں ہدایت ہے

(حضرت علی المرتضیٰ)

کنزالعمال

عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ قَالَ فَتًى مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ لِعَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنْ صِفِّيْنَ سَمِعْتُكَ تَخْطُبُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْجُمُعَةِ تَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَصْلِحْنَا بِمَا اَصْلَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ الرَّاشِدِيْنَ فَمَنْ هُمْ فَاغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ ثُمَّ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ اِمَامَا الْهُدٰى وَشَيْخَا الْاِسْلَامِ وَالْمُهْتَدٰى بِهِمَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّبَعَهُمَا هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَمَنِ اقْتَدٰى بِهِمَا يُرْشَدُ وَمَنْ تَمَسَّكَ بِهِمَا فَهُوَ حِزْبُ اللّٰهِ وَحِزْبُ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۱)

ترجمہ:

علی بن حسین کہتے ہیں۔ کہ بنی ہاشم کے ایک نوجوان نے حضرت علی المرتضیٰ سے جنگ صفین سے واپسی پر پوچھا۔ میں نے آپ کو خطبہ میں یہ کہتے سنا۔ اسے اللہ! ہماری اسی طرح اصلاح فرما جس طرح تو نے خلفاء راشدین کی اصلاح فرمائی۔ میں پوچھتا ہوں۔ وہ کون لوگ ہیں؟ یہ سن کر حضرت علی کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ پھر فرمایا۔ وہ ابوبکر و عمر ہیں۔ ہدایت کے امام، اسلام کے بزرگ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کے مقتدا اور پیشوا۔ جس نے ان کی اتباع کی اسے صراطِ مستقیم مل گیا۔ جس نے ان کی اقتدار کی وہ رشد و ہدایت پا گیا اور جس نے ان سے تمسک کیا۔ وہ اللہ کا گروہ ہوا۔ اور اللہ کی جماعت ہی کو کامیابی ہے۔

"شیخین" امت میں افضل ترین ہیں۔

(حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ اَبِيْ بَكْرٍ عُمَرُ

عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ خَطَبَ عَلِيٌّ فَقَالَ اَلَا اِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ رَجُلٌ وَاَنْتَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ نَحْنُ اَهْلُ الْبَيْتِ

لَا يُوَازِيْنَا اَحَدٌ۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۷، ۸)

ترجمہ:

حضرت علی فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں بہترین شخص ابوبکر ہیں۔ اور ان کے بعد عمر فاروق ہیں۔
ابوالبختری سے روایت ہے۔ کہ حضرت علی نے خطبہ دیا۔ اور فرمایا۔ آگاہ رہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکر و عمر ہیں۔ ایک شخص نے دریافت کیا۔ اور آپ اے امیر المؤمنین؟ فرمایا۔ ہم اہل بیت ہیں۔ ہمارے مرتبہ میں کوئی پھوٹ نہیں ڈال سکتا۔

شیخین سے محبت علامتِ ایمان اور ان سے دشمنی بدبختی کا نشان ہے (حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ اَنَّ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ دَخَلَ عَلٰى عَلِيٍّ فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنِّيْ مَرَرْتُ بِنَفَرٍ يَذْكُرُوْنَ اَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ بِغَيْرِ الَّذِيْ هُمَا لَهٗ اَهْلٌ فَنَهَضَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَاَ النَّسَمَةَ لَا يُحِبُّهُمَا اِلَّا مُؤْمِنٌ

فَاضِلٌ وَلَا يُبْغِضُهُمَا وَلَا يُخَالِفُهُمَا إِلَّا شَقِيٌّ مَارِقٌ فَحُبُّهُمَا قُرْبَةٌ وَبُغْضُهُمَا مُرُوقٌ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَذْكُرُونَ أَخَوَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَزِيرَيْهِ وَصَاحِبَيْهِ وَسَيِّدَيْ قُرَيْشٍ وَأَبَوَيِ الْمُسْلِمِينَ فَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ يَذْكُرُهُمَا بِسُوءٍ وَعَلَيْهِ مُعَاقِبٌ۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۸)

ترجمہ:

سوید بن غفلہ حضرت علی المرتضیٰ کے دور خلافت میں ان کے ہاں گیا اور کہا۔ اے امیر المومنین! میں کچھ لوگوں کو ابوبکر و عمر کے بارے میں ایسی باتیں کرتا پاتا ہوں۔ جو اُن میں نہیں تھیں۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ منبر پر تشریف لائے۔ اور کہا۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ پھاڑا اور روح کو پیدا کیا۔ ان دونوں (ابوبکر و عمر) سے محبت کرنے والا صرف مومن اور صاحب فضل ہی ہو سکتا ہے۔ اور ان دونوں سے بغض و مخالفت کرنے والا ماسوائے بدبخت اور گمراہ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس قوم کا کیا حال جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں، وزیروں، ساتھیوں، قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے باپوں کے بارے میں نازیبا کلمات کہتی ہے جو لوگ بھی ان دونوں کے بارے میں بُرے الفاظ کہتے ہیں (علی) ان سے بیزار ہوں۔ اور وہ سزا کے مستحق ہیں۔

شیخین کے بدخواہ کی توبہ قبول نہیں۔ وہ دونوں جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں۔ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

کنز العمال

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا اَرٰى رَجُلًا يَسُبُّ اَبَا بَكْرٍ وَّ عُمَرَ تَتَيَسَّرُ لَهٗ تَوْبَةٌ اَبَدًا۔

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ طَلَعَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ فَقَالَ يَا عَلِيُّ هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مَا خَلَا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ مِمَّنْ مَضٰى فِيْ سَالِفِ الدَّهْرِ وَ غَابِرِهٖ يَا عَلِيُّ لَا تُخْبِرْهُمَا بِمَقَالَتِيْ هٰذِهٖ مَا عَاشَا قَالَ عَلِيٌّ فَلَمَّا مَاتَا حَدَّثْتُ النَّاسَ بِذٰلِكَ۔

(کنز العمال جلد نمبر ۱۲ ص نمبر ۸)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں۔ کہ میں نہیں سمجھتا۔ کہ اس شخص کی توبہ کبھی قبول ہو۔ جو ابوبکر و عمر کو گالی دیتا ہو۔

حضرت علی ہی فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی بارگاہ میں تھا۔ اچانک ابو بکر و عمر آ گئے۔ حضور نے مجھے فرمایا۔ اے علی! یہ دونوں جنتی بوڑھوں کے ماسواء انبیاء و مرسلین سردار ہیں اُن تمام لوگوں میں سے جو اولین و آخرین ہوئے۔ اسے علی! میری یہ بات ان دونوں کو ان کی زندگی میں نہ بتلانا۔ حضرت علی فرماتے ہیں۔ جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا۔ تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات لوگوں کو سُنا دی۔

شیخین مجھ سے پہلے جنّت میں جائیں گے۔
(حضرت علی المرتضٰی)

کنز العمال

عَنْ عَبْدِ خَیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ مَنْ اَوَّلُ النَّاسِ دُخُوْلاً الْجَنَّةَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ قُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَدْخُلَانِهَا قَبْلَكَ قَالَ اَیْ وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ اِنَّهُمَا لَیَاْکُلَانِ مِنْ ثِمَارِهَا وَیُرْوِیَانِ مِنْ مَائِهَا وَیَتَّکِئَانِ فِرَاشَهَا وَاَنَا مَوْقُوْفٌ مَغْمُوْمٌ مَهْمُوْمٌ بِالْحِسَابِ۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۹)

ترجمہ: عبد خیر راوی ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضٰی سے پوچھا۔ سب سے

پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جنت میں کون داخل ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ ابوبکر و عمر۔ میں نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! آپ سے بھی پہلے! فرمانے لگے۔ اس خدا کی قسم! جس نے دانہ کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا۔ وہ دونوں جنت کے پھل کھا رہے ہوں گے، اس کے پانی سے سیراب ہو رہے ہوں گے۔ اور اس میں تکیہ لگا کر آرام کر رہے ہوں گے۔ اور میں حساب و کتاب کے بارے میں غم زدہ اور پریشان کھڑا ہوں گا۔

فاروق اعظم کے وصال پر حضرت علی نے فرمایا میں ان کا نامۂ اعمال لے کر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونا پسند کرتا ہوں

کنز العمال

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وُضِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلٰی سَرِيْرِهٖ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ قَبْلَ اَنْ يُّرْفَعَ فَاِذَا جَاءَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَتَرَحَّمَ عَلٰی عُمَرَ وَقَالَ مَا خَلَفْتُ اَحَدًا اُحِبُّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ مِنْكَ وَاَيْمَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ لَيَجْعَلَنَّكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَذٰلِكَ اِنِّيْ كُنْتُ اَكْثَرَ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَهَبْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَدَخَلْتُ اَنَا

وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ
فَاِنْ کُنْتُ لَاَظُنُّ لَیَجْعَلَنَّکَ اللّٰهُ مَعَهُمَا۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۷۰۶)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب کو جنازہ پر رکھا گیا۔ لوگوں نے آپ کو کفن پہنایا۔ اور اٹھانے سے قبل ان کے لیے دعا اور رحمت کی طلب کر رہے تھے۔

اچانک حضرت علی المرتضےٰ تشریف لائے۔ انہوں نے بھی حضرت عمر کے حق میں اللہ تعالیٰ سے رحم کی دعا مانگی۔ اور پھر فرمایا۔ کہ اس شخص کے عمل کے بغیر اب پیچھے اور کوئی نہیں رہا۔ کہ جس کے اعمال لے کر میں اللہ کے پاس جانا پسند کروں۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر) سے ضرور ملا دے گا۔ کیونکہ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا۔ آپ فرماتے تھے۔ میں، ابوبکر اور عمر گئے۔ میں ابوبکر اور عمر آئے، میں اور ابوبکر اور عمر نکلے۔ اس لیے میرا یہ یقین کامل ہے۔ کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں اور ابوبکر کو اپنے تقریباً تمام کاموں میں ساتھ رکھا۔ اب بھی تم ان کے ساتھ جا ملو گے۔

☆

ابو الدرداء صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین سے آگے چلنے سے منع فرما دیا

کنز العمال

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مِنْ فَلْقٍ فِیْهِ اِلٰی اُذُنِیْ وَاَنِیْ وَاَنَا اَمْشِیْ بَیْنَ یَدَیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ فَدَعَانِیْ قَالَ لِیْ یَا اَبَا الدَّرْدَاءِ اَتَمْشِیْ بَیْنَ یَدَیْ مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِّنْكَ؟ فَقُلْتُ وَمَنْ هُوَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ خَیْرٌ مِّنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲
مطبوعہ حلب)

ترجمہ:
ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے اپنے کانوں سے یہ الفاظ سنے۔ آپ مجھے دیکھ رہے تھے۔ اور میں ابو بکر و عمر کے آگے آگے چلتا جا رہا تھا۔ فرمایا۔ اے ابو الدرداء

کیا تو ان کے آگے آگے چل رہا ہے۔ جو تم سے بہتر ہیں؟ میں نے عرض کیا حضور! وہ کون ہیں۔ فرمایا۔ وہ ابوبکر و عمر ہیں۔ انبیاء اور مرسلین کے علاوہ آج تک کسی اور پر یہ سورج نہ طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا۔ جو ان دونوں سے بہتر ہو۔

نوٹ: فضیلت شیخین کے بارے میں ہم نے کتب اہل سنت سے تقریباً وہی حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ جن کی روایت یا حضرت علی المرتضٰے سے ہے۔ یا اہل بیت کے کسی فرد سے اگر اس پابندی کا خیال نہ رکھا جاتا۔ تو اس قدر حوالہ جات موجود ہیں۔ کہ کئی ایک جلدیں تیار ہو جائیں۔ لیکن ہم نے یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا۔ کہ کسی مخالف رافضی کو یہ دھوکہ دینے کی نہ سوجھے۔ کہ دیکھو۔ تمہارے سنی بھی حضرت علی المرتضٰے کو افضل مانتے ہیں۔ تو پھر ان کی خلافت بلافصل اور افضلیت مطلقہ کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ اس کے ساتھ ساتھ حضرات شیخین کے بارے میں کچھ دیگر صحابہ کرام کے اقوال بھی پیش کیے ہیں۔ ان تمام حوالہ جات کے ذکر کرنے کا مقصد وحید یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگ جو یہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ سنیوں کو حضرت علی اور ان کی اہل بیت سے محبت و عقیدت نہیں۔ اس کا رد ہو جائے اور ثابت ہو جائے کہ ہم حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے اور ان کی آل پاک سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ بے شمار فضائل و مناقب ہماری کتب میں مذکور ہیں۔ باقی خلفائے کے فضائل ہم نے اپنی کتب کی بجائے شیعہ کتب سے تحفہ جعفریہ جلد اول میں درج کیے ہیں تاکہ ان کا یہ بہانہ بھی ختم ہو جائے۔ کہ نہ ہم تمہاری کتابوں کو مانیں۔ اور نہ اصحاب ثلاثہ کے ان میں درج شدہ فضائل تسلیم کریں۔ امید ہے۔ کہ حقیقت کا متلاشی ہماری ان گزارشات سے اپنے مقصد تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے گا و باللہ التوفیق

فصل یازدہم

امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

① ان کی اولاد سے ایک ایسا آدمی آئے گا جو دنیا میں عدل ہی عدل قائم کر دے گا

کنز العمال

ابو اسحاق کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے چہرۂ حسن کو دیکھ کر فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام سردار رکھا ہے۔ اس کی پشت سے ایسا آدمی پیدا ہو گا۔ جو صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ اور آپ کا ہم نام ہو گا۔ اگرچہ بقیہ اوصاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ ہو گا۔ وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۴۷ فی فصل مفصلاً الحسن مطبوعہ حلب)

(۲) ان کا لعاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر گرتا رہا

کنز العمال

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ اور میں دیکھ رہا تھا۔ کہ ان کا لعاب دہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر گر رہا تھا۔
(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۰ مطبوعہ حلب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زبان کو چوستے تھے

کنز العمال

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امام حسن کی زبان چوستے دیکھا۔ گویا آپ کھجور چوس رہے ہوں۔
(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۰ مطبوعہ حلب)

ایک صحابی نے آپ کی ناف پر بوسہ دیا

کنز العمال:

عمیر ابن اسحاق کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ جناب

امام حسن کو ملے۔ اور کہا۔ کہ آپ اپنی قمیص اٹھائیے۔ تاکہ میں بھی اس جگہ کا بوسہ لوں۔ جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیا کرتے تھے۔ امام نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹایا۔ تو ابوہریرۃ نے ان کی ناف کا بوسہ لیا۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۰ مطبوعہ حلب)

⑤ امام حسن سے پیار رکھنے والے کو اللہ پیارا سمجھتا ہے

کنز العمال

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن کو پکڑ کر اپنے سینہ کے ساتھ لگا لیتے۔ اور پھر یہ الفاظ فرماتے ہوئے اے اللہ،، یہ میرا بیٹا ہے۔ میں اس سے پیار کرتا ہوں۔ لہذا تو بھی اس سے پیار کر جو حسن سے پیار کرتا ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۲ مطبوعہ حلب)

⑥ ان کی پیاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعابِ دہن سے بجھائی

کنز العمال :

ابو جعفر روایت کرتے ہیں۔ کہ امام حسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ انہیں پیاس محسوس ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے پانی تلاش کیا۔ لیکن نہ مل سکا۔ اس پر آپ نے اپنی زبان مبارک حسن کے منہ میں دی۔ وہ چوستے رہے۔ حتیٰ کہ اُن کی پیاس بجھ گئی اور وہ سیراب ہو گئے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۳ مطبوعہ حلب)

⑦ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا۔ یہ مجھ سے ہے۔

کنز العمال

جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدام سے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ امام حسن کا انتقال ہو چکا ہے۔ مقدام نے سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدام سے پوچھا کیا تم ان کے وصال کو مصیبت سمجھتے ہو؟ وہ بولے کیوں نہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ امام حسن اُن کی گود میں تھے اور آپ فرما رہے تھے۔ حسن مجھ سے ہے۔

(کنز العمال جلد نمبر ۱۳ ص ۶۵۲
مطبوعہ حلب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کی سواری انہیں میسر ہوئی ⑧

کنز العمال

حضرت ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اس وقت امام حسن آپ کی گردن پر سوار تھے۔ ایک آدمی نے دیکھا۔ تو کہنے لگا۔ کتنی اچھی سواری نصیب ہوئی ہے تجھے اسے بچے! یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر سواری بہترین ہے۔ تو سوار بھی کچھ کم نہیں ہے۔

(۱ صواعق محرقہ ص ۱۳۷ الفصل الثانی
مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)
(۲ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲
ص ۱۰۲ کتاب الفضائل مطبوعہ کراچی)
(۳۔ کنز العمال جلد نمبر ۱۳ ص ۶۵۰
مطبوعہ حلب)

(۹) ان کی شکل وصورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھی

بخاری شریف

عقبہ بن حارث بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امام حسن کو اٹھایا ہوا تھا۔ اور فرما رہے تھے۔ میرا باپ تم پر قربان! تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو۔ علی کے مشابہ نہیں یہ سن کر حضرت علی المرتضے مسکرا دیئے۔

(۱۔ بخاری شریف جلد اوّل ص ۵۳۰ مناقب حسن وحسین مطبوعہ کراچی)

(۲۔ کنز العمال جلد نمبر ۱۳ ص ۶۴۶ مطبوعہ حلب)

(۱۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذریعہ دو گروہوں کی صلح کی بشارت دی

بخاری شریف:

ابو بکر کہتے ہیں۔ کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بر سر منبر یہ کہتے سنا۔ اس وقت امام حسن آپ کے ایک پہلو میں تشریف

فرماتے۔ اور آپ کبھی حاضرین کی طرف اور کبھی امام حسنؓ طرف دیکھتے۔
پھر فرمایا یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ
مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔

(۱۔ بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۳۰
مناقب حسنین مطبوعہ کراچی)
(۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ ص ۹۷
کتاب الفضائل مطبوعہ کراچی)
(۳۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۳
مطبوعہ عربیہ حلب)

اور کچھ فرمائش کیوں نہیں کرتے؟

امام حسین مزید فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد ایک دن میں عمر بن الخطاب کے گھر گیا۔ عمر بن الخطاب اس وقت امیر معاویہ سے گفتگو میں مصروف تھے ان کے بیٹے عبد اللہ بن عمر دروازے پر کھڑے تھے۔ مجھے انہوں نے اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ لہٰذا میں واپس آ گیا۔ اس کے بعد پھر مجھے عمر بن الخطاب ملے۔ اور کہا۔ اے بیٹے! میں نے تمہیں اپنے ہاں آیا نہیں دیکھا؟ میں نے کہا۔ میں حاضر ہوا تھا۔ لیکن آپ کے بیٹے نے مجھے اندر جانے کی اجازت نہ دی تھی۔ کیونکہ آپ اس وقت امیر معاویہ سے گفتگو میں مصروف تھے۔ اس لیے میں واپس آ گیا۔ یہ سن کر عمر بن الخطاب کو بہت دکھ ہوا۔ اور فرمانے لگے۔ کہ عبد اللہ بن عمر سے زیادہ تمہارا حق ہے۔ کہ کسی کو اجازت دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے سروں پر بال اگائے ہیں۔ لیکن تمہارا مقام و مرتبہ بالوں سے بھی بلند ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۴)

ان کی شہادت کا منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم رو دیئے

مجمع الزوائد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی۔ کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین کے پاس وحی کے نزول کے وقت تشریف لائے۔ آپ

اس وقت مغموم تھے۔ حسین پشتِ پیغمبر پر بیٹھ گئے۔ جبرئیل نے پوچھا۔ یارسول اللہ! آپ کو اس سے پیار ہے؟ فرمایا۔ میں اس سے پیار کیوں نہ کروں۔ جبرئیل نے پھر عرض کیا۔ کہ امت اس کو شہید کر دے گی۔ یہ کہتے ہوئے جبرئیل نے ہاتھ لمبا کرتے ہوئے سفید مٹی پکڑائی۔ اور عرض کیا۔ یہ اس مقام کی مٹی ہے۔ جہاں اس کو شہید کیا جائے گا اور اس جگہ کا نام طف ہے۔ جبرئیل چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین کو پکڑ کر سینے سے لگا لیا۔ اور رونے لگے۔ پھر آپ نے حضرت عائشہ کو فرمایا۔ اے عائشہ! جبرئیل نے حسین کے شہید ہونے کی بشارت دی ہے اور اس مقام کی مٹی لا کر دی ہے۔ جہاں انہیں میری امت شہید کر دے گی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے باہر عمر فاروق، ابوبکر صدیق، حذیفہ ابن یمان، عمار یاسر، ابوذر غفاری اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ حضور ان کے سامنے رونے لگے۔ سب نے پوچھا حضور! آپ کو کس چیز نے رلایا ہے۔ فرمایا۔ جبرئیل آئے تھے۔ اور کہہ گئے ہیں۔ کہ حسین کو میری امت مقام طف میں شہید کر دے گی۔ اور اس مقام کی مٹی مجھے دے گئے ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد پنجم ص ۱۸۸ جزء ۹
مطبوعہ بیروت)

نوٹ:

حدیث مذکور سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امام حسین رضی اللہ عنہ

سے گہری محبت تھی۔ اسی وجہ سے ان کی شہادت کی خبر سن کر آپ رو دیئے۔ اس لیے جو لوگ امام حسین کو باغی قرار دے کر ان کے قتل کو درست قرار دیتے ہیں۔ وہ ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب ہیں۔ رشید ابن رشید کے مصنف محمد دین بٹ خارجی نے یہی استدلال ذکر کیا۔ کہ امام حسین کو نانا کے دین کی تلوار سے قتل کیا گیا۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے ارشاد باری ہے۔ ان الذین یوذون اللہ ورسولہ الخ یقیناً ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول کا دل دکھاتے ہیں۔ دردناک عذاب مقرر ہے۔

ان کا شکم پیغمبر پر بول کرنا اور حضور کا انہیں وہاں سے ہٹانے سے منع کر دینا

مجمع الزوائد

زینب بنت جحش کہتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں آرام فرما تھے۔ حسین آپ کے قریب ہی گھوم پھر رہے تھے۔ جب سیدہ زینب بنت جحش ان سے کچھ غافل ہوئیں۔ تو یہ جلدی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر جا چڑھے۔ اور بول کرنا شروع کر دیا۔ پھر جب حسین پیشاب کر چکے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا لوٹا منگوا کر بول کی جگہ بہا دیا۔ اور فرمایا بچے کے پیشاب کو ہلکا دھویا جائے۔ اور بچی کے پیشاب کو زیادہ دھویا جائے۔

حضرت زینب کہتی ہیں۔ کہ پھر حضور نماز کے لیے اٹھے۔ اور حسین کو بغل میں لے لیا۔ جب سجدہ میں جاتے۔ تو انہیں زمین پر چھوڑ

دیتے۔ اور جب اٹھتے تو ان کو دوبارہ اٹھا لیتے۔ فراغت پر آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کہ آپ کو آج وہ کام کرتے دیکھا جو آپ نے اس سے قبل کبھی نہیں کیا؟ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جبرئیل نے میرے پاس آکر مجھے یہ خبر دی ہے۔ کہ میرا یہ بیٹا شہید کر دیا جائے گا۔ اور میرے کہنے پر جبرئیل نے مقام شہادت کی سرخ مٹی مجھے لا کر دی۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۸۸ باب مناقب حسین)

۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرما رکھا تھا۔ کہ انہیں رونے مت دیا کرو۔

مجمع الزوائد

ابو امامہ باہلی روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو یہ فرمایا تھا۔ کہ حسین کو رونے نہ دیا کرو۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ فرما تھے۔ نزول وحی شروع ہوا۔ اور آپ نے ام سلمہ سے فرمایا۔ کسی کو اندر مت آنے دینا۔ اس پر مائی صاحبہ نے نگرانی شروع کر دی۔ اتنے میں امام حسین آئے۔ اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر بیٹھے دیکھ لیا۔ اب وہ اندر جانا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے انہیں پکڑ کر اپنی گود میں بٹھا لیا۔ وہ رونے لگے۔ میں نے انہیں بہلانے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن وہ چپ نہ ہوئے۔ جب ان کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ تو میں نے انہیں گود سے نکلنے دیا۔ حسین سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ جا کر آپ کی گود میں بیٹھ گئے

جبرئیل نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت آپ کے اس بیٹے کو شہید کردے گی۔ حضور نے پوچھا۔ ان کے قاتل مجھ پر ایمان رکھتے ہوں گے۔ جبرئیل نے کہا۔ ہاں۔ پھر جبرئیل نے امام حسین کی شہادت گاہ کی مٹی حضور کی خدمت میں پیش کی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسین کو بغل میں لیے پریشان ہوکر باہر تشریف لائے۔ ام سلمہ کہتی ہیں مجھے خیال آیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاید اس وجہ سے ناراض دکھائی دیتے ہیں۔ کہ میں نے امام حسین کو ان کی طرف کیوں آنے دیا۔ ام سلمہ عرض کرتی ہیں۔ حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ نے ہی تو فرمایا تھا۔ کہ میرے اس بیٹے کو رولایا نہ کرو۔ اور آپ ہی کا یہ بھی حکم تھا۔ کہ میرے پاس کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ اچانک امام حسین آگئے۔ میں نے انہیں اندر آنے سے منع نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ کو ان کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر حضور صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ میرے اس بیٹے کو میری امت قتل کردے گی۔ اس خبر کے وقت محفل میں ابوبکر اور عمر بھی موجود تھے۔ اور لوگوں کی بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہونے کی انہیں ہی ہمت تھی۔ اس لیے ان دونوں نے پوچھا۔ حضور! جو لوگ امام حسین کو شہید کریں گے وہ مومن ہوں گے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں وہ ایمان دار ہوں گے۔ پھر آپ نے اس مقام کی مٹی دکھلائی۔ جہاں ان کی شہادت ہونا تھی۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۹ ص ۱۸۹ باب فضائل حسین

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

نوٹ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امام حسین سے محبت، ان کی آسائش و آرام کا خیال اور اپنے پیٹ پر پیشاب کرنے سے منع نہ کرنا یہ وُہ باتیں ہیں۔ جو ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہیں۔ ازواج مطہرات کو ان کے رلانے سے منع فرما دیا۔ ایک طرف یزید اور ابن زیاد کا امام حسین کو شہید کر دینا، اہل بیت کو قیدی بنا لینا اور امام حسین کے دندان مبارک پر چھڑی مار کر از راہِ مذاق طعنہ کرنا ان لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کب خوش ہو سکتے ہیں۔ اور یہ لوگ متقی اور پرہیز گار بلکہ ”علیہ السلام“ کے کب لائق ہو سکتے ہیں حسنین کریمین کو معمولی تکلیف دینے والے کو حضور فرمائیں۔ میں اس سے بیزار ہوں۔ اور آپ کو شہید کر دینے والے کو لوگ ”علیہ السلام“ کہہ رہے ہیں؟ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

۵۔ گردن سے ٹخنوں تک ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت تھی

کنز العمال

حضرت علی المرتضٰے فرماتے ہیں۔ جس آدمی کو یہ خواہش ہو۔ کہ وہ ایسے شخص کو دیکھے۔ جو گردن سے لے کر ٹخنوں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے سب سے زیادہ مشابہ ہو۔ تو وہ حسین کو دیکھے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۹ باب فضلِ حسین مطبوعہ عربیہ حلب)

نوٹ

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا جسم شریف "حسین ترین" تھا کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سا حسین ترین جسم کسی دوسرے کو عطا نہ ہوا۔ اور جو آپ کے جسم اطہر کے بہت زیادہ مشابہ ہو۔ اس کا حسن و جمال بھی اسی قدر فزوں ہو گا۔

۶۔ حضورؐ کا ارشاد گرامی کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں

مصنف ابن ابی شیبہ

یعلی عامری کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک دعوت پر جا رہا تھا۔ راستہ میں "حسین" بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے نظر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پھیلائے انہیں پکڑنے کے لیے آگے بڑھے۔ امام حسین خوشی کے مارے اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بہانے ان کو ہنسانا چاہا۔ وہ ہنس پڑے اور اس بہانے آپ نے انہیں پکڑ لیا۔ آپ نے ایک ہاتھ اُن کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا گُدی پر رکھا۔ اور اُن کے سر کو اٹھایا اور اپنا منہ مبارک ان کے منہ پر رکھ کر بوسہ لیا۔ اور فرمانے لگے۔ میں حسین سے ہوں۔ اور حسین مجھ سے ہے۔ اور فرمایا۔ جو حسین سے

محبت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے۔

(۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ
جلد ۱۲ ص ۱۰۲ کتاب الفضائل
مطبوعہ کراچی)

(۲۔ کنز العمال جلد ۱۳
ص ۶۶۲ مطبوعہ عربیہ حلب
طبع جدید)

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

☆

فصل سیزدہم

امام حسن حسین رضی اللہ عنہما کے مشترکہ فضائل

۱۔ دوران نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت انور پر سوار ہونا

مجمع الزوائد

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب سجدہ میں تشریف لے گئے۔ تو حسن وحسین دونوں آپ کی پشتِ انور پر سوار ہو گئے۔ صحابہ کرام نے ان کو اتارنے کا ارادہ کیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ان کو منع کر دیا۔ نماز مکمل فرمانے کے بعد آپ نے دونوں کو اپنی گود میں لے لیا۔ اور فرمایا جس کو مجھ سے پیار ہے اُسے ان دونوں سے بھی پیار کرنا چاہیئے۔ بلکہ آپ نے یہ بھی فرمایا اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان دونوں سے محبت کر جس نے ان دونوں سے محبت کی اُس نے گویا مجھ سے پیار کیا۔

(مجمع الزوائد جلد نمبر ۵ جزء ۹ باب ما اشترک فیہ الحسن و الحسین۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

۲- ان دونوں کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے۔

مجمع الزوائد

حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو حسن و حسین سے محبت کرے گا میں اس سے محبت کروں گا۔ اور جس سے میں محبت کروں اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ اور جس سے اللہ پیار کرے اُسے وہ جنت نعیم میں داخل فرماتا ہے اور جو شخص حسن و حسین سے غصہ ہوتا ہے۔ اس پر میں غضبناک ہوتا ہوں۔ اور میرے غضب سے اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے اور جس پر اللہ کا غضب ہو۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہو جاتا ہے

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۸۱

مطبوعہ بیروت)

۳- حالتِ نماز میں اپنی پشتِ انور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گرنے نہ دیا۔

مجمع الزوائد

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء ادا کر رہے تھے۔ کہ حسنین آپ کی پشت انور پر

دوران سجدہ چڑھ گئے۔ جب آپ سجدہ سے اُٹھے۔ تو آرام سے ان دونوں کو پکڑ کر نیچے اتارا۔ جب آپ پھر سجدہ ریز ہوئے۔ تو یہ دونوں پھر پشت انور پر سوار ہو گئے۔ آپ نے پھر پیچھے سے بالکل آرام کے ساتھ پکڑ کر انہیں زمین پر بٹھا دیا۔ اسی طرح آپ نے عشاء کی چار رکعت ادا کیں۔ پھر آپ نے ان دونوں کو پکڑ کر اپنی رانوں پر بٹھا لیا۔ ابوہریرہ کہتے ہیں۔ میں اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب آ گیا۔ اور عرض کیا۔ حضور! اگر ارشاد ہو تو ان دونوں صاحبزادوں کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑ آؤں۔ بہر حال میں انہیں لے کر چل پڑا۔ تو ایسی روشنی ہوئی۔ کہ اس کی وجہ سے وہ دونوں چلتے ہوئے اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تشریف لے آئے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۹ ص ۱۸۱
مطبوعہ بیروت)

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو پشت انور پر سوار کر کے سواری کی طرح چلتے

مجمع الزوائد

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت دونوں گھٹنوں

اور دونوں بازوؤں سے اونٹ کی سی شکل میں چل رہے تھے آپ
کی پشت انور پر حضرات حسنین کریمین سوار تھے۔ جابر کہتے ہیں میں نے
صاحبزادوں سے کہا تمہارے اونٹ بہت ہی بہترین ہیں۔ اور
اس کی دونوں کجاوے کی اطراف بھی بہترین ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۲۸)

نوٹ

مذکورہ احادیث میں حضرات حسنین کریمین کی ناز برداری اور ان سے محبتِ
مصطفیٰ کی ایسی جھلک نظر آتی ہے۔ جو بالکل واضح ہے۔ ان کی خاطر سجدے لمبے
کیے گئے۔ ان کی خاطر دوران سجدہ اتارنے کی ممانعت کر دی گئی۔ ان کی محبت
کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت بنا کر جنتی ہونے کی اس پر سند دی گئی۔ اور
ان سے ناراضگی دراصل اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی ہونے کی وجہ سے
جہنمی ہونے کی علامت ہوئی۔ ان کی خاطر اللہ کے محبوب نے اونٹ کی سی شکل
میں ان کو خوش کیا۔ لہٰذا ایسی ہی محبت ہم مسلمانوں کو ان سے روا رکھنی چاہیئے۔
اور ان کی مخالفت اور ناراضگی سے ہر ممکن طور پر بچنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے
اہل سنت کو یہ دولت و نعمت عطا فرمائی۔

۵- ان کے جنتیوں کے سردار کی خبر پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے

مجمع الزوائد

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن ہم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاف توقع خوش و خرم پایا۔ ہم نے عرض کی۔۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ بہت خوش دکھائی دے رہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا آج میں خوش کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ ابھی جبریل علیہ السلام آئے تھے۔ اور مجھے یہ بشارت دے گئے ہیں۔ کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ اور ان کے والدان دونوں سے افضل ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۸۳
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

۶- ان کی تھوڑی سی گم شدگی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو گئے

مجمع الزوائد:

سلمان فارسی بیان فرماتے ہیں۔ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ام ایمن آئیں۔ اور حضور سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! حسنین گم ہو گئے ہیں۔ اس وقت سورج کافی اوپر آچکا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ اٹھو اور میرے بیٹوں کو تلاش کرو۔ یہ سنتے ہی تمام صحابہ کرام ادھر اُدھر ان کی تلاش میں نکل پڑے۔ سلمان فارسی کہتے ہیں۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی تلاش میں نکلا۔ ہم پھرتے پھراتے ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے تو دیکھا۔ کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کو کلائی میں لیے سو رہے ہیں۔ ان کے قریب ایک سانپ کھڑا تھا۔ جس کے منہ سے آگ کے سے شعلے نکل رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سانپ کی طرف جلدی سے بڑھے۔ لیکن وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسنین کریمین کے پاس تشریف لائے۔ اور ان دونوں کو الگ الگ کر دیا۔ دونوں کے چہرے سے مٹی صاف فرمائی۔ اور فرمایا۔ تم دونوں پر میرے ماں باپ قربان! تم اللہ تعالیٰ کے حضور کس قدر باعزت ہو۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک کو اپنے دائیں کندھے اور دوسرے کو بائیں کندھے پر اٹھایا اور چل پڑے۔ یہ دیکھ کر سلمان فارسی کہتے ہیں میں نے حسنین کریمین سے عرض کیا۔ صاحبزدو! تمہیں مبارک ہو تمہاری سواری بہترین سواری ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ سوار بھی بہترین ہیں۔ اور ان دونوں کا باپ ان سے بھی بہترین ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۸۲
مطبوعہ بیروت

قابلِ غور

حسنین کریمین کے پاس سانپ کھڑا تھا جس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ یہ کیوں؟ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے اسے بھیجا تھا۔ یا وہ نہ جانے کب سے ان کے دیدار کا مشتاق تھا۔ کہ اب موقعہ ہاتھ آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو حسنین کریمین کا اشتیاق نہیں۔ وہ سانپ سے بھی بدتر ہے۔

۷ ــــــ یہ دونوں جنت کے زیور ہیں۔

مجمع الزوائد

عقبہ بن عامر کہتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسنین رضی اللہ عنہما عرش معلےٰ کی زینت ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ متعلق نہیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنتی جب جنت میں چلے جائیں گے۔ تو جنت عرض کرے گی۔ اے اللہ! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ میں تجھے دو رکنوں کے ساتھ مزین کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا حسن و حسین کے ذریعہ میں نے تجھے مزین نہیں کر دیا۔

(مجمع الزوائد جلد پنجم جزء ۹ ص ۱۸۴)

۸۔ دونوں صاحبزادے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف اوصاف کے وارث تھے

مجمع الزوائد

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیمار پرسی کے لیے حاضر ہوئی۔ یہ بیماری وہی تھی جس میں آپ کا انتقال ہوا۔ میں نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں۔ انہیں اپنی کسی چیز کا وارث بنا دیجئے۔ فرمایا۔ میرے رعب اور سرداری کا وارث حسن ہے۔ اور میری جرات و سخاوت کا وارث حسین ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵
جزء نمبر ۹ صفحہ نمبر ۱۸۴ تا ۱۸۵
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

۱۰ ان کی نسبی بڑائی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی

مجمع الزوائد

ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا فرما رہے تھے۔ جب چوتھی رکعت پر پہنچے تو حسنین کریمین تشریف لائے۔ اور سجدے کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت انور پر چڑھ گئے۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے ان دونوں کو گود میں لیلیا پھر حسن کو دائیں اور حسین کو بائیں کندھے پر بٹھا لیا۔ اور فرمایا۔ لوگو! میں تمہیں ایسے آدمی کے متعلق نہ بتاؤں جو دادے، دادی، چچا، چچی، خالو، خالہ اور باپ کے اعتبار سے تمام لوگوں سے بہتر ہے وہ ہیں حسن و حسین۔ ان کے نانا رسولِ خدا ہیں۔ ان کی نانی خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ والدہ حضرت فاطمہ والد حضرت علی اور چچا جعفر بن ابی طالب ان کے خالو قاسم ابن رسولِ خدا، ان کی خالہ زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ ان کے دادا جنتی، والد جنتی اور ان کی والدہ جنتی ہیں۔ ان کے چچا، پھوپھی جنتی ہیں۔ ان کی خالائیں جنتی ہیں۔ وہ دونوں خود جنتی ہیں۔ اور جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے۔ وہ بھی جنتی ہے۔ (مجمع الزوائد جلد پنجم جزء ۹ ص ۱۸۴)

۹ حسنین کریمین کا فیض تا قیامت جاری ہے

درّ الثمین

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں حسنین کریمین کو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ میرے گھر تشریف فرما ہیں۔ امام حسن کے ہاتھ میں قلم ہے۔ کہ اس کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر مجھے وہ قلم عنائت فرمانا چاہا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ میرے نانا جان کا قلم ہے۔ اچانک آپ نے ہاتھ روک لیا۔ اور اپنے برادر حسین کو فرمایا۔ یہ قلم لو۔ اور اسے درست کر دو۔ درستگی پر مجھے عطا فرما دیا۔ پھر ایک چادر دکھی۔ اور فرمایا۔ کہ یہ چادر میرے نانا جان کی ہے۔ اس کے بعد وہ مجھے اوڑھا دی۔ بس اس خواب کے بعد میرا سینہ کھل گیا۔ اور علوم شریعت میں کامل ہو گیا

(درالثمین تصنیف شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۲۸ حدیث ۳)

نوٹ

واقعہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ حسنین کریمین کی برکت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی وجہ سے شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف میں جامعیت آئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بزرگانِ دین بعد از انتقال اپنے نام لیواؤں کے کام آتے ہیں۔ اور ان کی خواب میں عطا کردہ اشیاء بھی باعث نفع و برکت ہوتی ہیں۔

فصل چہارم

فضائل سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

۱- سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں

مُسلمْ شریف

ابو کامل جحدری ابو عوانہ فراس اور عامر و مسروق و سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھیں۔ پھر حضرت فاطمہ تشریف لائیں۔ ان کی چال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی۔ آپ نے دیکھتے ہی انہیں مرحبا کہا۔ اور بیٹی کہہ کر انہیں اپنی دائیں جانب یا بائیں طرف بٹھا لیا۔ ان کے کان میں چپکے سے کچھ فرمایا۔ وہ خوب روئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کا یہ حال دیکھا تو دوبارہ ان کے کان میں کچھ فرمایا۔ تو آپ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ کہ میں نے فاطمۃ الزہرا سے پوچھا۔

ایک مرتبہ تم رو پڑیں۔ آخر کیا بات تھی۔ کہنے لگیں۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راز کی باتیں ظاہر نہیں کروں گی۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا۔ تو میں نے سیدہ فاطمہ سے اس حق کی

قسم دے کر پوچھا۔ جو اُن پر میرا تھا۔ آج وہ باتیں بتلا دو۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں بتلائی تھیں۔ اب سیدہ نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جبرئیل امین ہر سال ایک یا دو مرتبہ قرآن کریم کا میرے ساتھ دور کیا کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ جس سے مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرا وقت قریب آن پہنچا ہے۔ لہذا فاطمہ! تم اللہ کا خوف رکھنا۔ اور صبر کرنا۔ میں تیرا اچھا پیش خیمہ ہوں گا۔ آپ کے یہ الفاظ سُن کر مجھے رونا آ گیا۔ جیسا کہ تم نے دیکھا بھی تھا۔ پھر آپ نے دوبارہ سرگوشی کرتے ہوئے مجھے فرمایا تھا۔ اسے فاطمہ! تو اس بات پر راضی نہیں۔ کہ مومنوں کی عورتوں یا اس امت کی عورتوں کی (جنت میں) سردار ہو۔ یہ سُن کر میں ہنس پڑی تھی۔ اور یہ بھی تم نے دیکھا تھا۔

(مسلم شریف جلد دوم ص ۲۹۰ فضائل فاطمہ مطبوعہ دہلی)

۲۔ خاتون جنّت کو اپنی موت کا پہلے سے علم تھا

ترمذی شریف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بڑھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات خصائل، حسن خلق، وقار، طور طریقہ اور روش زندگی میں کوئی دوسرا آپ کا مشابہ نہ پایا۔ مزید فرماتی ہیں۔ کہ سیدہ کی آمد پر حضور کھڑے ہو جاتے

اور بوسہ دے کر انہیں اپنے پاس بٹھا لیتے۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ جاتیں۔ اور اپنے والد گرامی کا پیار لے کر انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے۔ تو سیدہ تشریف لائیں۔ اور سر جھکا کر آپ کا بوسہ لیا۔ پھر سر اٹھایا اور رو پڑیں۔ پھر سر جھکا کر بوسہ لیا۔ اور سر اٹھا کر ہنس دیں۔ میں نے دل میں خیال کیا۔ کہ میں تو فاطمہ کو سب عورتوں سے زیادہ عقلمند اور سمجھدار جانتی تھی۔ لیکن آج معلوم ہوا۔ کہ وہ بھی عام عورتوں کی طرح ہی ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ تو میں نے سیدہ فاطمہ سے پوچھا۔ وہ اپنے ہنسنے اور رونے کا واقعہ بتلائیں۔ فرمانے لگیں۔ میں نے اس وقت اس راز کو فاش کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ورنہ اسی وقت بتا دیتی۔ بات یہ تھی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ مجھ سے فرمایا۔ کہ میرا وصال اسی بیماری میں ہو جائے گا۔ یہ سن کر میں رو پڑی۔ پھر دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے اہل خانہ سے تم سب سے پہلے مجھے ملو گی۔ میں یہ سن کر ہنس پڑی

(ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۷
باب ما جاء فی فضل فاطمہ
مطبوعہ اردو بازار دہلی)

۳- گھر کی تمام عورتوں سے حضور کو خاتون جنت زیادہ محبوب تھیں

ترمذی شریف

حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت فاطمۃ الزہرا تھیں۔ اور مردوں میں سے حضرت علی المرتضیٰ تھے۔ ابراہیم کہتے ہیں۔ کہ اس سے مراد حضور کے اہل بیت کے افراد ہیں۔ (یعنی آپ کو اپنے اہل بیت کے مردوں میں سے علی اور عورتوں میں سے سیدہ فاطمہ محبوب ترین تھیں) یہ حدیث حسن غریب ہے

(ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۷
مطبوعہ ایمن کمپنی اردو بازار دہلی۔)

۴- خاتون جنت کے میدان حشر سے گزرتے وقت اہل محشر نگاہیں جھکا لیں گے

صواعق محرقہ

ابو ایوب راوی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن ایک منادی کرنے والا عرش کے نیچے سے یہ منادی کرے گا۔

اے اہل محشر! اپنے سر جھکا لو۔ اور اپنی آنکھیں بند کر لو۔ یہاں تک کہ فاطمہ بنت رسول پلصراط سے گزر جائے۔ اس وقت سیدہ فاطمہ ستر ہزار جنتی حوروں کی معیت میں پلصراط سے بجلی کی طرح گزر جائے گی۔

(صواعق محرقہ ص ۱۹۰/الفصل الثالث
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

۵۔ عزّت حضرت علی المرتضٰی کی لیکن محبّت سیدہ سے حضور کو زیادہ تھی

مجمع الزوائد

ابن عباس روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ اور علی المرتضٰی کے گھر تشریف لائے۔ اس وقت یہ دونوں ہنس رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہی دونوں خاموش ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی۔ جلدی سے سیدہ فاطمہ بول پڑیں۔ حضور! بات یہ تھی۔ کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ حضور کو میں زیادہ محبوب ہوں۔ اور میں کہتی تھی۔ کہ نہیں بلکہ میں زیادہ محبوب ہوں۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا۔ اور فرمایا۔ اے بیٹی! محبوب تو تُو زیادہ ہے۔ لیکن عزّت زیادہ میرے نزدیک علی کی ہے

(مجمع الزوائد جلد پنجم جزء ۹ ص ۲۰۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

۶۔ سیدہ خاتونِ جنت بہت سے اوصاف میں حضور کی مثل تھیں

مسلم شریف

ابوبکر ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن نمیر، زکریا ابن نمیر بواسطہ اپنے والد زکریا۔ فراس، عامر، مسروق حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات تشریف فرما تھیں اسنتنے میں سیدہ فاطمہ تشریف لائیں۔ ان کی چال بالکل حضور کے مشابہ تھی۔ آپ نے خوش آمدید فرما کر اپنی دائیں جانب بٹھا لیا۔ پھر دو مرتبہ سرگوشی فرمائی۔ ایک مرتبہ سیدہ رو پڑیں۔ دوسری مرتبہ ہنس پڑیں۔ الخ (یہ روایت فضیلت ۲ بحوالہ ترمذی شریف سے ملتی جلتی ہے۔ اس لیے بقیہ مضمون وہی ہونے کی وجہ سے ترک کیا جا رہا ہے۔)

(مسلم شریف جلد دوم ص ۲۹۱
مطبوعہ رشیدیہ دہلی)

نوٹ:

ان دونوں ایک ہی مضمون کی احادیث کی روایت چونکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو خاتونِ جنت سے گہری عقیدت اور محبت تھی۔ ان کے درمیان حسد و بغض

کے قصہ جات محض خرافات واہیات ہیں۔

۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ کے حق میں مخصوص دعا

مجمع الزوائد

عمران بن حصین کہتے ہیں۔ کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ سیدہ خاتونِ جنت تشریف لائیں۔ اور آپ کے سامنے کھڑی ہو گئیں آپ نے آگے بڑھنے کا فرمایا۔ تو کچھ آگے بڑھیں۔ پھر فرمایا۔ اور آگے آجاؤ۔ تو وہ مزید آگے ہو گئیں۔ حتیٰ کہ بالکل آپ کے قریب آ گئیں۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ میں نے سیدہ کے چہرہ پر زردی دیکھی۔ اور خون بالکل چہرہ پر نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ کر یہ دعا فرمائی۔

اے اللہ! بھوکوں کو سیر کرنے والے، حاجتوں کے پورا کرنے والے، کمزوروں کو اٹھانے والے فاطمہ کی بھوک دور کر دے۔

میں نے دیکھا۔ کہ سیدہ کے چہرے کی زردی ختم ہو گئی۔ اور خون بالکل چہرہ نظر آنے لگا۔ میں نے بعد میں سیدہ سے پوچھا۔ تو فرمانے لگیں۔ اس واقعہ کے بعد آج تک مجھے بھوک نہیں لگی۔

(مجمع الزوائد جلد پنجم جز ۹ ص ۲۰۲)

نوٹ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عمران بن حصین کے سامنے آنا یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب آیات پردہ ابھی نہیں نازل ہوئی تھیں۔ لہٰذا اس روایت کو موجبِ طعن یا اعتراض نہیں بنایا جا سکتا۔

فصل پانزدہم

فضائل سید امام زین العابدین

رضی اللہ عنہ

۱ ـــــ تعارف امام موصوف

صواعق محرقہ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے باپ دادا کے زہد، تقویٰ اور علم میں خلیفہ ہیں۔ جب وضو فرماتے۔ تو زرد رنگ ہو جاتا۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا۔ تمہیں معلوم نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں۔

(صواعق محرقہ ص ۲۰۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

شواهد النبوة

حضرت علی بن حسین (زین العابدین) آپ چوتھے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد، ابو الحسن اور ابو بکر ہے۔ اور سجاد لقب ہے۔ اور زین العابدین مشہور لقب ہے۔ ہجرت کے ۳۲ ویں سال

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق آپ کا سنِ پیدائش ۳۶ یا ۳۸ ہجری مذکور ہے۔ والدہ کا نام شہر بانو ہے۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔ اور بہت سے خرقِ عادت کام سرزد ہوئے۔

(شواہد النبوۃ تصنیف علامہ عبدالرحمٰن جامی ص ۳۰۹ تذکرہ علی ابن حسین)

۲------ ان کی چند کرامات

اوّل: صواعق محرقہ

ابن حمدون نے زہری سے روایت کی ہے۔ عبدالملک بن مروان خلیفہ نے کسی شکایت کی بنا پر امام زین العابدین کو مدینہ منورہ سے گرفتار کروایا۔ اور سخت نگرانی میں رکھا۔ جب انہیں گرفتار کر کے لے جا رہے تھے۔ تو امام زہری آئے۔ اور ان کے قریب آ کر روتے ہوئے کہنے لگے۔ کاش! میں آپ کی جگہ ہوتا۔ آپ کو چھوڑ کر مجھے گرفتار کر لیا جاتا۔ امام نے فرمایا۔ تم کیا سوچتے ہو۔ کہ یہ قید و بند کی زنجیریں مجھے تکلیف دیتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں اگر چاہتا تو یہ زنجیریں مجھے نہ پہنائی جا سکتیں۔ میں نے یہ اس لیے قبول کی ہیں۔ کہ ان کے ذریعہ مجھے اللہ تعالیٰ کا عذاب یاد آ رہا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ اور پاؤں زنجیر سے نکال کر فرمایا۔ میں ان گرفتار کرنے والوں کے ساتھ دو دن سے

زیادہ عرصہ نہیں رہوں گا۔ خدا کی قسم! ان گرفتار کرنے والوں کو ابھی دو دن بھی نہ گزرے تھے۔ کہ بوقتِ صبح انہوں نے امام زین العابدین کو گم پایا۔ بہت تلاش کیا گیا۔ لیکن آپ نہ مل سکے۔ امام زہری کہتے ہیں۔ کہ میں خلیفہ عبدالملک کے پاس گیا۔ تو اس نے امام زین العابدین کے بارے میں مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا۔ کہ جس دن آپ کے کارندوں نے انہیں گم پایا۔ وہ سیدھے میرے پاس آئے۔ اور فرمانے لگے۔ تیرا اور میرا اب کیا ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ آپ میرے پاس قیام فرمائیں۔ فرمایا۔ مجھے یہ پسند نہیں۔ اور یہ کہہ کر چل دیئے۔ لیکن بخدا میرا دل ان کی وجہ سے خوف زدہ ہو گیا۔

عبدالملک خلیفہ نے جب امام موصوف کی یہ کرامت سُنی۔ تو اپنے گورنر حجاج بن یوسف کو حکم دیا۔ کہ بنی عبدالمطلب کے خون سے ہاتھ اٹھا لیا جائے۔ اور یہ بھی لکھا کہ امام زین العابدین کو کہنا۔ کہ اس واقعہ کی کسی کو اطلاع نہ دی جائے۔ امام موصوف نے نورِ بصیرت سے خلیفہ کے اس خط کو جان لیا۔ اسی وقت ایک خط عبدالملک کی طرف تحریر فرمایا۔ لکھا کہ تم نے جو بنی عبدالمطلب کے بارے میں فیصلہ کیا ہے۔ میں اس کا ممنون ہوں۔ جب یہ خط! عبدالملک کے پاس پہنچا۔ تو اس نے تاریخ تحریر کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ اس نے جو خط حجاج بن یوسف کو اسی مضمون کا خط لکھا تھا۔ امام موصوف کا خط بھی اسی تاریخ کا لکھا ہوا تھا اور امام موصوف کے قاصد اور عبدالملک کے قاصد کی روانگی بھی ایک تاریخ کی تھی۔

یہ دیکھ کر عبد الملک کو معلوم ہو گیا۔ کہ امام زین العابدین صاحبِ کشف و کرامات ہیں۔ لہٰذا اپنے غلام کے ہاتھ بہت سے درہم اور کپڑے امام موصوف کی خدمت میں اس نے ارسال کیے۔ اور کہا۔ کہ اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھا کیجئے۔

(۱۔صواعق محرقہ ص ۲۰۰ تذکرہ زین العابدین مطبوعہ قاہرہ جدید)
(۲۔شواہد النبوۃ ص ۳۰۹ تذکرہ علی بن حسین مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

دوم: شواھد النبوۃ

ایک دن آپ کی اونٹنی راستہ میں کچھ سست روی اور کاہلی پر اتر آئی۔ آپ نے اُسے بٹھا کر خطاب کرتے ہوئے فرمایا یہ دیکھو میرا عصا اور تازیانہ۔ اگر تم نے اپنی سست روی اور کاہلی کی روش ترک نہ کی۔ تو ان سے تمہاری مرمت کی جائے گی۔ یہ سن کر اونٹنی نے تیز رفتاری اپنالی۔ اور پہلی روش ترک کر دی۔

(شواہد النبوۃ ص ۳۱۲ تذکرہ علی بن حسین مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

سوم: شواھد النبوۃ

آپ ایک دن اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک صحرا میں

تشریف فرماتھے۔ کہ اتنے میں ایک ہرنی آگئی۔ اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر زمین پر کھر مار کر زور سے چیخنے لگی۔ حاضرین نے پوچھا۔ اے رسول اللہ کے فرزند! یہ کیا کہتی ہے؟ فرمایا۔ اس کی فریاد یہ ہے کہ فلاں قریشی اس کے بچے کو اٹھا کر لے آیا۔ چونکہ اٹھانے سے پہلے اُس نے اپنی ماں کا دودھ نہ پیا تھا۔

۔اس لیے بھوکا تھا۔ اور یہ اس کی ماں کہہ رہی ہے۔ کہ وہ بچہ واپس لایا جائے۔ تاکہ میں اس کو دودھ پلاؤں۔ جب دودھ پی لے تو یہ قریشی اُسے لے جا سکتا ہے۔ حاضرین کے دل میں اس بات کا کچھ شک گزرا۔ امام نے اس قریشی کو بلایا۔ اور واقعہ پوچھا۔ اُس نے من وعن بیان کر دیا۔ قریشی نے وہ بچہ حاضر کیا۔ ہرنی نے دودھ پلایا۔ امام نے اُس قریشی سے درخواست کی۔ کہ اس بچے کو آزاد کر دو۔ لہٰذا اس نے بچہ چھوڑ دیا۔ دونوں ماں بیٹا چوکڑیاں بھرتے ہوئے دُور نکل گئے۔ جاتے ہوئے ہرنی نے پھر شور مچایا۔ حاضرین کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا۔ وہ جزاك الله خیرا کہتی ہوئی چلی گئی۔

(شواہد النبوۃ ص ۳۱۲ مکتبہ نبویہ لاہور)

چہارم: شواهد النبوة

جس رات آپ کا انتقال ہونا تھا۔ اُس رات اپنے بیٹے جناب محمد باقر سے فرمایا۔ بیٹا! پانی لاؤ۔ میں وضو کرنا چاہتا ہوں۔ وہ پانی لائے۔ آپ نے فرمایا۔ دوسرا پانی لاؤ۔ کیونکہ اس پانی میں

کوئی مردہ چیز تھی۔ جناب امام باقر نے دیا جلا کر غور سے دیکھا۔ کیونکہ اندھیرا تھا۔ تو آپ کو اس پانی میں مرا ہوا ایک چوہا نظر آیا۔ آپ نے دوسرے پاک پانی سے وضو فرمایا۔ اور پھر بیٹے کو ارشاد فرمایا۔ بیٹا! اب میرا کوچ کا وقت ہے۔ اس کے بعد چند وصیتیں کیں۔

(شواہد النبوۃ ص ۲۱۴)

پنجم: شواھد النبوۃ

آپ کی ایک اونٹنی تھی۔ جب آپ اُس پر مکہ معظمہ تشریف لے جاتے۔ تو اپنا تازیانہ اس کے پالان کے آگے لٹکا دیتے۔ اس وجہ سے سارا راستہ اُسے مارنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ حتیٰ کہ واپسی پر اسی طرح ہوتا جب امام زین العابدین وصال فرما گئے۔ تو یہی اونٹنی آپ کی قبر پر آ کر اپنا سینہ قبر سے لگا کر آہ و زاری کرتی۔ امام باقر نے آ کر دیکھا۔ تو فرمایا۔ اے اونٹنی! اٹھ اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے لیکن وُہ نہ اٹھی۔ آپ نے فرمایا۔ اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ وہ جا رہی ہے اس کے تین دن بعد وہ بھی چل بسی۔

ششم: صواعق محرقہ

ابونعیم اور سلفی بیان کرتے ہیں کہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے باپ یا بھائی ولید کی زندگی میں حج کیا۔ دوران حج بھیڑ کی وجہ سے وُہ حجرِ اسوَد تک نہ پہنچ سکا۔ لہٰذا اس کے لیے آبِ زمزم کی ایک جانب منبر رکھ دیا گیا۔ وہ اس پر بیٹھ کر حجرِ اسود کو دیکھتا رہا۔ ان کے اِرد گرد

شامی جاسوسوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ اسی دوران امام زین العابدینؑ
کعبہ میں تشریف لائے۔ جب آپ حجر اسود کے پاس پہنچے۔ تو مجمع
اِدھر اُدھر منتشر ہو گیا۔ اور امام نے تسلّی سے اس کا استلام کیا۔ یہ
دیکھ کر شامیوں نے اپنے خلیفہ سے عرض کیا۔ یہ کون ہے؟ ہشام
نے اس وجہ سے کہ کہیں لوگ امام کے شیدائی نہ ہو جائیں۔ کہہ
دیا۔ میں نہیں جانتا کون ہے۔ اتفاقاً فرزدق شاعر وہاں موجود تھا
بولا میں اس کو جانتا ہوں۔ فرزدق نے امام زین العابدینؑ کا ان
اشعار کے ذریعہ تعارف کرایا۔

(۱) — هَـٰذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأَتَهُ
وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَامُ

(۲) — هٰذَا ابْنُ خَيْرِ عِبَادِ اللهِ كُلِّهِمْ
هٰذَا التَّقِيُّ النَّقِيُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

ترجمہ:
یہ وہ شخص ہے جسے سرزمین بطحیٰ جانتی ہے۔ اور اسے خانہ کعبہ
اور حل و حرم سب پہچانتے ہیں۔
یہ اس شخصیت کا فرزند ہے۔ جو تمام اللہ کے بندوں سے بہتر ہے
یہ نہایت متقی، پاکیزہ، طاہر اور عالم ہے۔

(۳)
إِذَا رَأَتْهُ قُرَيْشٌ قَالَ قَائِلُهَا
إِلَىٰ مَكَارِمِ هٰذَا يَنْتَهِي الْكَرَمُ

بَیْنَمِیْ اِلٰی ذُرْوَۃِ الْعِزِّ الَّتِیْ قَصُرَتْ

۴- عَنْ نَیْلِهَا عَرَبُ الْاِسْلَامِ وَالْعَجَمُ

(صواعق محرقہ ص ۲۰۰ فصل ۳)

ترجمہ:

جب اسے قریش نے دیکھا۔ تو ایک کہنے والا بول اٹھا۔ یہ وُہ شخص ہے۔ کہ جس پر اچھے اخلاق اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔ عزت کی اس بلندی تک اسے رسائی ہو گئی جس کے حصول سے عرب و عجم کے مسلمان قاصر رہے۔

ہفتم: نورالابصار

ان کے صاحبزادے جناب زید نے اِن سے خروج کا مشورہ لیا۔ تو آپ نے اُسے منع کر دیا۔ اور فرمایا۔ مجھے ڈر ہے کہ تم خروج میں کہیں قتل نہ کر دیئے جاؤ۔ سولی پر نہ چڑھا دیئے جاؤ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ماسوائے سفیانی کے جو بھی خروج کرے گا۔ وُہ قتل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

(نورالابصار ص ۹ تصنیف شیخ مومن بن حسن مومن سبلنجی)

۳۔ امام زین العابدین کے اخلاق حسنہ

نور الابصار

دار الاصدات میں مذکور ہے۔ کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر تشریف لائے۔ تو ایک شخص نے آپ کو نازیبا الفاظ کہے۔ اس پر آپ کے بھائی اور غلام نے جوابی کاروائی کا ارادہ کیا۔ آپ نے انہیں منع فرمایا اور خود اس بدزبان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا۔ دیکھو، ہمارے حالات تم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا دھڑک بتادو۔ ہم تمہاری مدد کرنے کو تیار ہیں۔ یہ سن کر وہ سخت شرمندہ ہوا۔ اور امام موصوف نے اُسے پانچ ہزار درہم اور ایک کمبل عنایت فرمایا۔ اُس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں۔ اسی طرح ایک اور شخص نے آپ سے گستاخانہ کلام کیا۔ آپنے اُسے فرمایا۔ دیکھو۔ تمہارے اور ہمارے درمیان جہنم کی گھاٹی ہے۔ اگر میں اس سے گزر گیا تو تمہارے ان گستاخانہ کلمات کی مجھے پرواہ نہیں۔ اور اگر نہ گزر سکا۔ تو میں ان کلمات سے بڑھ کر سخت کلمات کا مستحق ہوں۔

(نور الابصار ص۱۰)

فصل شش دہم

فضائل امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

۱۔۔۔۔۔تعارف

شواھد النبوۃ

ان کی کنیت ابوجعفر اور لقب باقر ہے۔ اس لقب کی وجہ یہ ہے۔ کہ آپ مختلف علوم میں ید طولیٰ اور مہارت کاملہ کے مالک تھے۔ ان کی تشریح و تفسیر پر مکمل دسترس تھی۔ آپ کی والدہ فاطمہ نامی ہیں جو حسن بن علی کی بیٹی تھیں۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں بروز جمعہ صفر کی تیرہ تاریخ ۵۷ھ ہجری میں ہوئی۔ یعنی امام عالی مقام امام حسین کی شہادت سے تین سال پہلے ۱۱۴ھ ہجری میں ستاون برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ جنت البقیع میں اپنے والد محترم کے پہلو میں مدفون ہیں۔ خود بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا۔ جب ان کی بصارت ختم ہو چکی تھی میں نے انہیں سلام عرض کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر پوچھا۔ تم کون ہو؟ میں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے میرے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور میرے پاؤں چومنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میں ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا بیٹا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ میں نے

کہا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت، برکت اور صلوٰۃ و سلام ہوں۔میں نے اُن سے پوچھا۔اے جابر! حضور کے سلام دینے کا واقعہ کس طرح ہوا تھا۔فرمانے لگے۔ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں تھا۔آپ نے فرمایا۔اے جابر! شائد تمہاری ملاقات میرے ایک فرزند سے ہو۔جسے محمد بن علی بن حسین کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اسے انوار و حکمت عطا فرمائے گا۔تم اسے میرا سلام کہہ دینا۔

(شواہد النبوۃ ص ۱۰۳، تذکرہ محمد بن علی بن حسین)

صواعق محرقہ

ابن مدینی جناب جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔کہ میں نے محمد باقر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا۔اس وقت وہ کم سن تھے۔اس سلام کا واقعہ مجھ سے پوچھا گیا۔تو میں نے کہا۔کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔اور حسین آپ کی گود میں تھے۔آپ ان سے خوش طبعی فرما رہے تھے۔آپ نے فرمایا۔اے جابر! حسین کے ہاں ایک بیٹا ہوگا۔جس کا نام علی ہوگا۔قیامت کے دن منادی کرنے والا آواز دے گا۔کہ "سید العابدین" کھڑا ہو جائے یہ سُن کر علی بن حسین کھڑے ہوں گے۔پھر حضور نے ارشاد فرمایا کہ علی بن حسین کے ہاں بھی ایک لڑکا پیدا ہوگا۔اے جابر! جب تمہاری اس سے ملاقات ہو۔تو میرا سلام کہہ دینا۔

(صواعق محرقہ ص ۲۰۱ تذکرہ ابوجعفر محمد باقر
مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

۲ ـــــــ ان کی کرامات

اول: شواھد النبوۃ

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ ہم امام محمد باقرؓ کے ہمراہ ہشام بن عبدالملک کے پاس سے گزرے۔ وہ اُس وقت اپنے ایک مکان کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ امام نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ خدا کی قسم! یہ مکان خراب و خستہ ہو جائے گا۔ لوگ اس کی مٹی تک نہیں چھوڑیں گے۔ اور اس کی بنیادوں میں رکھا گیا پتھر کھنڈرات میں تبدیل ہو جائے گا۔ راوی کہتا ہے۔ مجھے آپ کی ان باتوں پر بڑا تعجب ہوا۔ کہ وقت کے خلیفہ کا گھر کون تباہ کر سکتا ہے۔ بہر حال جب ہشام نے انتقال کیا تو اس کے بیٹے ولید بن ہشام کے حکم سے اس کو مسمار کر دیا گیا۔ اور اس کی مٹی اس قدر کھودی گئی۔ کہ مکان کی بنیاد کے پتھر نظر آنے لگے۔ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

(شواہد النبوۃ اول تا یازدہم حوالہ جات ص ۳۱۹ تا ۳۲۶)

دوم: شواھد النبوۃ

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ واقعہ کے راوی نے امام باقر سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ لوگوں نے مجھے کہا۔ جلدی نہ کرو۔ کیونکہ اس وقت امام کے پاس تمہارے ہی بھائی بیٹھے ہوئے ہیں۔ تھوڑی

دیر بعد بارہ آدمی باہر نکلے۔ ان میں سے ہر ایک نے تنگ قبائیں، ہاتھوں میں دستانے اور موزے چڑھائے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟ ان کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں؟ امام نے فرمایا۔ یہ تمہارے بھائی جنات ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! آپ انہیں دیکھ لیتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ جس طرح تم حلال وحرام کے بارے پوچھتے ہو۔ وہ بھی اس بارے میں سوال کرنے آتے ہیں۔

سوم: شواهد النبوة

امام موصوف کے فرزند جناب امام جعفر صادق بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میرے والد گرامی نے مجھے فرمایا۔ دیکھو۔ میری عمر کے صرف پانچ سال باقی ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ تو ہم نے مہینے اور سال شمار کیے۔ بالکل اتنے ہی نکلے۔ جتنے آپ نے مجھ سے فرمائے تھے۔

چہارم: شواهد النبوة

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میں امام محمد باقر کے ہمراہ مدینہ منورہ کی ایک درمیانی وادی میں سفر کر رہا تھا۔ آپ ایک خچر پر سوار تھے۔ اور میں گدھے پر سوار تھا۔ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ پہاڑی سے ایک شخص اتر کر ان کے نزدیک آیا۔ اور آپ کی خچر کی نگہبانی کرتا رہا۔ اور ایک بھیڑیا اپنے پنجوں کو خچر کے زین کے ساتھ لگا کر ان سے گفتگو کرتا رہا۔ آپ سنتے رہے۔ بالآخر کافی دیر بعد آپ نے بھیڑیے سے فرمایا۔ اب چلے جاؤ۔ تمہارا جو مقصد تھا۔ میں نے پورا کر

دیا ہے۔ وہ چلا گیا۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا۔ تم جانتے ہو کہ بھیڑیا کیا کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا، نہیں۔ بلکہ اللہ، اس کا رسول اور اس کے رسول کا بیٹا زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ کہ میری جفت (بیوی) اس وقت بچہ بچی جننے کی کیفیت میں مبتلا ہے دعا کیجیے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کی مشکل حل فرما دے۔ اور میری نسل میں سے کسی کو بھی آپ کے ارادت مندوں پر مسلط نہ کرے۔ چنانچہ میں نے یہ دعا کر دی۔

پنجم: شواھد النبوۃ

بزرگانِ سلف میں سے ایک فرماتے ہیں۔ کہ مکہ مکرمہ میں رہائش کے دوران مجھے شوق ہوا۔ کہ میں امام محمد باقر کی زیارت کروں۔ لہٰذا میں ان کی زیارت کے لیے بالخصوص مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ جس رات میں مدینہ شریف پہنچا۔ اس رات سخت بارش ہوئی۔ جس کے باعث سردی میں شدت آگئی تھی۔ آدھی رات کے بعد میں آپ کے درِ دولت پر پہنچا۔ میں اسی سوچ میں تھا۔ کہ اب آپ کا دروازہ کھٹکھٹاؤں۔ یا صبح تک صبر کروں۔ کہ آپ خود باہر تشریف لے آئیں۔ اچانک آپ کی آواز سنائی دی۔ آپ نے اپنی لونڈی سے فرمایا۔ اٹھو اور فلاں مہمان کے لیے دروازہ کھول دو۔ کیونکہ آج رات اُسے سخت سردی نے ستایا ہے۔ دروازہ کھلا۔ اور میں اندر چلا گیا۔

ششم: شواھد النبوۃ

ایک شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میں آپ کے درِ دولت پر حاضر ہوا لیکن آپ نے میرے سوا تمام لوگوں کو ملاقات کی اجازت عطا فرما دی میں غمگین اور پریشان ہو کر گھر آگیا۔ ساری رات مجھے نیند نہ آئی۔ میں نے سوچا کہ واپس مکہ شریف چلا جاؤں۔ لیکن معاملہ یہ تھا۔ کہ اگر میں مرجیہ، قدریہ یا یزیدیہ اور حروریہ میں سے کسی ایک جماعت کے ساتھ جاؤں تو وہ اپنی اپنی بولیاں بولیں گے۔ اور ان کی باتیں تخریب و فساد سے خالی نہیں۔ اسی ذہنی کشمکش کے دوران اذان فجر ہو گئی۔ اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا۔ کون ہو؟ جواب آیا۔ میں محمد بن علی بن حسین کا قاصد ہوں۔ جب میں باہر آیا۔ تو قاصد نے کہا تمہیں امام محمد باقر یاد فرما رہے ہیں۔ میں کپڑے پہن کر حاضر ہوا۔ آپ سے ملاقات ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ نہ مرجیہ، نہ قدریہ، نہ یزیدیہ، نہ حروریہ کسی کے ساتھ نہ رہو۔ بلکہ تم ہمارے ساتھ رہو۔

ہفتم: شواھد النبوۃ

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر سے پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ پر بندے کا کیا حق ہے؟ انہوں نے اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیا میں نے تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ تیسری مرتبہ فرمانے لگے۔ میرا خدا پر یہ حق ہے۔ کہ وہ کھجوروں کے اس جھنڈ کو کہے کہ اس کی طرف آؤ تو وہ چلا آئے۔ آپ نے جونہی اس جھنڈ کی طرف اشارہ کیا۔

تو میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہ حرکت کرنے لگا۔ اور آپ کی طرف آنے کا ارادہ کیا۔ لیکن امام نے اشارہ کر کے اُسے اپنی جگہ پر قائم رہنے کا حکم دیا۔ کیونکہ آپ نے اُسے اس طرح آنے کا نہیں کہا تھا۔

ہشتم: شواہد النبوۃ

ایک راوی کا بیان ہے۔ کہ میں امام محمد باقر کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ان دنوں کا قصہ ہے۔ جب امام زین العابدین انتقال کر چکے تھے۔ اچانک داؤد بن سلیمان اور منصور دوانقی آ گئے داؤد تو امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن دوانقی کہیں اور جا بیٹھا آپ نے دوانقی کے اپنے پاس نہ آنے کی وجہ پوچھی۔ دؤا د نے اس کی طرف سے معذرت کی۔ فرمایا۔ کچھ دنوں کے بعد دوانقی حاکم وقت بن جائے گا۔ اور مشرق و مغرب پر اس کی حکومت ہو گی۔ اس کی عمر بھی طویل ہو گی۔ اور اس قدر خزانے جمع کرے گا۔ کہ اس سے پہلے اس کی مثال نہ ملتی ہو گی۔ داؤد نے اٹھ کر دوانقی کو سب کچھ جا سُنایا۔ پھر دوانقی خود آیا۔ اور عرض کرنے لگا۔ میرے نہ آنے کی وجہ آپ کا جلال و اکرام تھا۔ پھر پوچھا۔ داؤد نے میرے ساتھ آپ کی طرف سے کچھ باتیں کی ہیں۔ فرمایا۔ وہ سچ کہتا ہے۔ پوچھا۔ آپ کی سلطنت کا زمانہ پہلے ہو گا یا ہماری سلطنت کا؟ فرمایا۔ تمہاری سلطنت کا زمانہ پہلے ہے۔ اس نے پھر پوچھا۔ کیا ہماری سلطنت کا زمانہ طویل ہو گا یا بنو امیہ کا؟ فرمایا۔ تمہارا۔ لیکن تمہاری سلطنت بچوں کے ہاتھ میں رہے گی۔ وہ اس سے گیند کی

طرح کھیلتے رہیں گے۔ میں نے ایسے ہی اپنے والد گرامی سے سنا تھا چنانچہ جب دوانقی برسر اقتدار آیا۔ تو اُسے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی باتوں پر بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ وہ حرف بحرف سچی ہوئیں۔

نہم: شواهد النبوة

ایک راوی کہتا ہے۔ کہ ہم پچاس آدمی امام باقر کی خدمت میں تھے اتنے میں ایک آدمی اور آگیا۔ جو کھجوروں کا کاروبار کرتا تھا۔ اس نے امام موصوف سے پوچھا۔ کہ ایک کوئی آپ کے بارے میں کہتا ہے کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ ہے۔ جو دشمن و دوست کا فرق آپ کو بتاتا ہے۔ امام نے اس سے پوچھا۔ تم کیا کام کرتے ہو؟ کہنے لگا۔ کبھی جَو بیچ لیتا ہوں۔ فرمایا غلط کہتے ہو۔ تم کھجوروں کا کام کرتے ہو۔ اس نے آپ سے پوچھا۔ آپ کو کیسے پتہ چلا ہے۔ فرمانے لگے۔ مجھے فرشتہ اطلاع کر دیتا ہے۔ اور یہ بتا دیتا ہے۔ کہ تمہارا کون دشمن ہے۔ اور کون دوست؟ دیکھو۔ تم فلاں بیماری میں انتقال کرو گے۔ راوی کہتا ہے۔ میں جب کوفہ واپس گیا۔ اور اس شخص کے بارے میں پوچھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اسی بیماری میں وہ فوت ہو گیا۔ جو امام موصوف نے بتائی تھی۔

دہم: شواهد النبوة

ایک شخص کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ امام باقر گھوڑے پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ تھوڑی دُور رہ گئے۔

تھے۔ کہ دو آدمی نظر آئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ دونوں چور ہیں انہیں پکڑ لو۔ اور مضبوطی سے باندھ دو۔ آپ کے غلاموں نے ایسے ہی کیا۔ پھر آپ نے اپنے ایک قابل اعتماد آدمی سے فرمایا۔ اس پہاڑ میں ایک غار ہے۔ وہاں جاؤ اور جو اس میں ملے لے آؤ۔ وہ گیا۔ وہاں اُسے سامان سے بھرے ہوئے دو صندوق ملے۔ واپسی پر اس نے تیسرا صندوق اپنی طرف سے سامان کا بھر لیا۔ جب وہ آدمی صندوق لے کر آیا تو آپ نے فرمایا۔ ان صندوقوں کے مالکوں میں سے ایک یہاں موجود ہے۔ اور دوسرا موجود نہیں ہے۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے۔ تو وہاں ایک شخص نے دوسرے پر استحقاق کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ اور مدینہ کا گورنر اُسے ڈانٹ ڈپٹ رہا تھا۔ امام نے فرمایا۔ انہیں سرزنش نہ کرو۔ آپ نے دونوں صندوق اُن کے مالکوں کے سپرد کر دیئے۔ اور فرمایا۔ کہ چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل پر اُن کے ہاتھ کاٹے گئے۔ اُن میں سے ایک نے کہا۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ میرا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کی موجودگی میں کاٹا گیا۔ اور ان کے دستِ حق پرست پر ہی میری توبہ قبول ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تو پھر پکی توبہ کا عہد کرو۔ ایک سال بعد تمہارا اس دنیا سے کوچ ہو جائے گا۔ اس نے توبہ کی۔ اور ایک سال زندہ رہا۔ اس کے انتقال کے تین دن بعد اس صندوق کا ایک اور مالک آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں ایک ہزار دینار تو تمہارا ہے۔ لیکن دوسرا ہزار کسی اور کا ہے۔ اور کپڑوں کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ اگر آپ کو یہ سب کچھ معلوم ہے۔ تو اس کا نام بھی بتلا دیجئے۔ فرمایا۔ اس کا نام محمد بن عبدالرحمٰن

ہے۔ جو بہت نیک اور صالح شخص ہے۔ اور صدقہ و خیرات کرنے والا ہے۔ اور پابندی سے نماز ادا کرنے والا ہے۔ اب دروازے پر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ جس شخص سے امام موصوف باتیں کر رہے تھے۔ وہ نصرانی تھا۔ یہ باتیں سننے کے بعد اس نے کہا۔ بے شک اللہ ہی واحدہ لاشریک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد رسول اللہ ہیں۔ اس کے بندے ہیں یعنی وہ اس تصدیق و اقرار کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

یازدہم

ایک دن مدینہ منورہ میں امام صاحب کا چند آدمیوں کے ساتھ قیام تھا۔ دوران نشست آپ نے کچھ دیر سر جھکانے کے بعد پھر اٹھایا اور فرمانے لگے۔ کہ لوگو! ایک وقت آنے والا ہے۔ کہ ایک شخص چار ہزار کا لشکر لے کر تمہارا قتل عام کرے گا۔ پھر تمہارے مقاتول کو بھی قتل کرے گا۔ تمہارے لیے مصیبتیں کھڑی کرے گا۔ جنہیں تم دور نہ کر سکو گے۔ سنو! یہ واقعہ اگلے سال ہو گا۔ لہٰذا اس سے بچاؤ کی کوشش کرو۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ اور چند کو چھوڑ سبھی کہنے لگے۔ کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بنو ہاشم کو یقین تھا۔ کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ درست ہو گا۔ چنانچہ اگلے سال امام محمد باقر بنو ہاشم کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے پھر نافع الازرق مدینہ میں آیا۔ اور اس نے وہی کچھ کیا۔ جو امام ایک سال پہلے بتلا چکے تھے۔ اس واقعہ کے بعد اہل مدینہ نے

یہ طے کرلیا۔ کہ اب امام محمد باقر جو کچھ فرمائیں گے۔ ہم اس سے ہرگز انکار کریں گے۔ کیونکہ آپ اہل بیت نبوت ہیں۔ اور جو فرماتے ہیں حق و سچ ہوتا ہے۔

(شواہد النبوۃ ص۳۱۸ تا ۳۲۶
مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

دوازدہم:

نورالابصار

ابوبصیر کا کہنا ہے۔ کہ میں نے ایک دن امام باقر سے عرض کیا۔ حضور! کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں؟ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے پھر عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیائے کرام کے وارث تھے۔ امام موصوف نے فرمایا۔ میں اُن تمام کے علوم کا وارث ہوں۔ میں نے پھر عرض کیا۔ کیا آپ مردوں کو زندہ، بہروں اور کوڑھوں کو شفا دینے، لوگوں کے گھروں میں ذخیرہ شدہ اشیاء کی خبر دینے اور ان کے ہاں کھانے پینے کی دیگر اشیاء تبلانے پر قادر ہیں؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ سب کچھ کرسکتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ اے ابوبصیر! ذرا قریب آؤ۔ ابوبصیر آنکھوں سے معذور تھا۔ اس نے کہا۔ کہ میں جب امام صاحب کے قریب ہوا۔ تو انہوں نے میرے چہرہ پر جونہی ہاتھ پھیرا۔ مجھے زمین و آسمان کی تمام

اشیاء نظر آنے لگیں۔ پھر مجھ سے پوچھا۔ کیا چاہتے ہو۔ کہ اسی طرح تم دیکھتے ہی رہو۔ لیکن تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا۔ اور اگر پہلی حالت چاہتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ تجھے جنت عطا کرے گا۔ میں نے کہا، مجھے تو جنت چاہیئے۔ آپ نے پھر اپنا ہاتھ میرے چہرہ پر پھیرا۔ اور میری وہی پہلی کیفیت لوٹ آئی۔

(نور الابصار جلد ۲ ص ۲۲ تذکرہ امام محمد باقر
تصنیف شیخ مومن بن حسن)

سیزدھم

جناب امام جعفر صادق روایت کرتے ہیں۔ کہ میرے والد نے ایک مجلس میں تشریف فرما ہوتے ہوئے اچانک اپنا سر مبارک جھکایا۔ اور کچھ دیر بعد اوپر اٹھایا۔ آگے پوری وہی کرامت مذکور ہے۔ جو یازدہم نمبر میں درج ہو چکی ہے۔ لیکن وہ شواہد النبوۃ سے تھی۔ اور یہ نور الابصار ص ۲۲ پر سے نقل ہے۔

۲ آپ کی وفات حسرت آیات

نور الابصار

آپ کا ۱۱۷ھ میں انتقال ہوا۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف تریسٹھ ۶۳ یا بقول بعض اٹھاون ۵۸ برس تھی۔ آپ نے وصیت

فرما رکھی تھی۔ کہ مجھے اس قمیص کا کفن پہنایا جائے۔ جو پہن کر میں نماز ادا کرتا تھا۔ "دار الاصداف" نامی کتاب میں مذکور ہے۔ کہ ان کو بھی اِن کے والد گرامی کی طرح زہر دیا گیا تھا۔ آپ جنت البقیع میں "قبۃ العباس" میں مدفون ہوئے۔ "الفصول المہمۃ" میں بروایت امام جعفر صادق یُوں ہی مذکور ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔ کہ میں (جعفر صادق) بوقت وصال ان کے قریب ہی تھا۔ آپ نے غسل، کفن و دفن کے بارے میں مجھے وصیت فرمائی۔ میں نے عرض کیا۔ ابا جان! جب سے آپ بیمار ہوئے۔ میں آج آپ کو پہلے کی بہ نسبت تندرست دیکھ رہا ہوں۔ اور موت کے کوئی آثار مجھے نظر نہیں آتے۔ فرمایا۔ اے لخت جگر! کیا تمہیں علی بن حسین کی آوازیں سنائی نہیں دے رہیں؟ وہ دیوار کے پیچھے سے مجھے بلا رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ کہ "محمد" جلدی کرو۔

فصل ہفدہم

فضائل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

۱۔ آپ کا تعارف

شواھد النبوۃ

حضرت امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم آپ چھٹے امام ہیں۔ کنیت ابو عبد اللہ اور بقول بعض ابو اسماعیل تھی۔ مشہور ترین لقب [illegible] ہے۔ والدہ ام فروہ بنت قاسم

بن محمد بن ابی بکر صدیق ہیں۔ آپ کی نانی حضرت اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق ہیں۔ اسی دوہرے نسبی تعلق کی بنا پر امام جعفر کا قول ہے۔ کہ مجھے ابو بکر صدیق نے دو بار جنم دیا۔ مدینہ منورہ میں ۸۳ھ ربیع الاول کے آخری عشرہ میں بروز سوموار پیدا ہوئے۔ اور سوموار کے دن ۱۴۸ھ ”نصف رجب المرجب کو انتقال فرمایا۔ قبر انور جنت البقیع میں ہے۔ اسی جنت البقیع میں آپ کے والد امام محمد باقر، ان کے والد امام زین العابدین اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبریں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی قبور سے ہر فتنہ و شر کو دور رکھے۔ اور ان کی تکریم و تعظیم میں اضافہ ہو۔ (علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ یہ دعاء اپنے دور میں موجود ان قبور کے متعلق کر رہے ہیں لیکن چند سالوں سے وہی فتنہ اور شر ان کی قبور پر آن چڑھا۔ اور آج ان عظیم حضرات کے مقابر کا نشان تک ظالموں نے نہ چھوڑا۔

اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ان حضرات اور دیگر مدفونین جنت البقیع کے مقابر کو ہموار کرنے پر نازاں اور فرحاں ہیں۔ کہ ہم نے ”صحیح اسلام“ زندہ کیا (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔)

آپ اہل بیت کے عظیم فرد تھے۔ آن میں سے ”اعلم تھے“ ان کے قلوب پر اترنے والے علوم و فیوض کا احاطہ و ادراک ناممکن ہے۔

(شواہد النبوۃ صفحہ نمبر ۲۲۶ مکتبہ نبویہ لاہور۔)

آپ کی چند کرامات

آپ کی کرامات چونکہ اس قدر بکثرت ہیں۔ کہ صرف انہی کو اگر ذکر کیا جائے تو اچھی خاصی ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہم نے ان تمام کے ذکر کرنے سے احتراز اس بنا پر کیا۔ کہ ہمارا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم اہل سنت پر جو یہ الزام دھرا جاتا ہے۔ کہ یہ لوگ اہل بیت کے محب نہیں ہیں۔ اس الزام کی تردید آپ کی کرامات کے ذکر کرنے سے کی جائے۔ جو ہماری کتب میں شرح وبسط کے ساتھ موجود ہیں۔

اول :

شواهد النبوة

"صفة الصفوة" میں ابن جوزی نے باسناد لیث بن سعد سے باسناد خود روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حج کے دنوں میں مکہ معظمہ میں نماز عصر ادا کر رہا تھا۔ فراغت کے بعد کوہ ابوقبیس کی چوٹی پر چڑھ گیا وہاں مجھے ایک شخص بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ قریب گیا۔ تو وہ یارب یارب کہہ کر دعا مانگ رہا ہے۔ دعا مانگتے اس کا سانس

ٹوٹ گیا۔ پھر یا حیی یا حیی پڑھنا شروع کیا۔ حتی کہ پھر سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا رحیم پھر یا ارحم الرحمن پڑھا۔ ہر مرتبہ اس کا سانس اکھڑ جاتا۔ سات مرتبہ اسی طرح کرنے کے بعد یہ الفاظ کہے۔

اللھم ان اشھتنی من ھذا العیب اللھم وان بودی قد اخلقا۔ ابھی یہ دعائیہ کلمات ختم نہ ہوئے تھے۔ کہ میں نے وہاں انگوروں کا ایک گچھا اور دو نئی چادریں پڑی دیکھیں اس موسم میں انگور کہیں بھی دستیاب نہ تھے۔ اس شخص نے انگور کھانے شروع کیے۔ تو میں نے بھی شرکت کی درخواست کی پوچھا تم کیوں شرکت کرنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا وجہ یہ ہے کہ آپ نے دعا فرمائی تھی۔ اور میں نے بھی آمین کہی تھی۔ فرمایا آؤ۔ اور کھاؤ۔ لیکن کوئی دانا باقی نہ بچے۔ میں نے ان کا جو ذائقہ پایا۔ وُہ بے مثل تھا۔ میں نے خوب سیر ہو کر وُہ کھائے۔ لیکن حیران کن بات یہ کہ ان میں سے ایک دانا بھی کم نہ ہوا۔ وہ شخص پھر مجھے کہنے لگا۔ اور کھاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ اب حاجت نہیں رہی۔ فرمایا۔ اچھا تو پھر ادھر اُدھر ہو جاؤ۔ کیونکہ میں ان چادروں کو چھپانا چاہتا ہوں۔ میں ایک طرف ہو گیا۔ تو اس نے چادروں میں سے ایک کا تہبند بنا لیا۔ اور دوسری کو اوپر اوڑھ لیا۔ اور پرانی چادروں کو ہاتھ میں پکڑ کر چل دیا۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب صفا مروہ پر پہنچے تو اسے ایک اور شخص ملا۔ اس نے

عرض کیا۔ اے رسول اللہ کے فرزند! میرا جسم ڈھانپیے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا تن ڈھانپے گا۔ اس نے وہ دونوں چادریں اس مانگنے والے کو دے دیں۔ میں پھر اس سائل کے پیچھے ہو لیا۔ اُس سے میں نے دریافت کیا۔ بھائی ذرا مجھے یہ تو بتلاؤ۔ کہ جس نے تمہیں یہ چادریں عطا کیں۔ وہ کون ہے؟ وہ بولا۔ وہ جعفر بن محمد ہیں۔ بعد ازاں میں نے اُن سے حدیث سننے کی بہت خواہش کی۔ لیکن وہ نہ مل سکے۔

(شواہد النبوۃ ص ۲۳۱ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور۔)

دوم: صواعق محرقہ

امام جعفر صادق کے چچازاد بھائی عبداللہ المحض جو بنی ہاشم کے سردار اور محمد نفس زکیہ اور ابراہیم کے والد ہیں۔ بنی ہاشم نے ان کی بیعت کا ارادہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ بنی امیہ کی حکومت کمزور ہو چکی تھی۔ بنی ہاشم نے ایک اجتماع کیا۔ اور اس میں یہ طے پایا کہ امام جعفر صادق کو بُلایا جائے۔ لہذا جب انہیں دعوت دی گئی۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ بنی ہاشم اس سے یہ سمجھے۔ کہ امام جعفر کو نفسِ زکیہ اور ابراہیم سے حسد ہے۔ جب اس کا علم امام جعفر کو ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ مجھے کسی سے کوئی حسد نہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں۔ کہ حکومت نہ اُن دونوں میں سے کسی کو اور نہ ہی مجھے مل سکتی ہے۔ بلکہ اس شخص کو ملے گی۔ جو پیلے رنگ

کی قباء پہننے والا ہے۔ (یعنی منصور عباسی) امام جعفر کی یہ بات منصور عباسی کے دل میں سما گئی۔ حتیٰ کہ وہ بادشاہ بن گیا۔ اسی امر کی خبر امام جعفر کے والد جناب امام باقر بھی پہلے ہی سے دے چکے تھے لہٰذا امام جعفر نے منصور سے کہا۔ کہ تم شرق و غرب پر حکومت کرو گے اور تمہاری حکومت دیر تک چلی گی۔ منصور دوانقی نے پوچھا۔ اے جعفر! آپ کی حکومت پہلے ہو گی۔ یا ہماری؟ فرمایا۔ پہلے تمہاری حکومت ہو گی۔ پھر اس نے پوچھا۔ کیا میری اولاد میں سے بھی کوئی بادشاہ بنے گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں بنے گا۔ پھر دوانقی نے پوچھا۔ بنی امیہ اور ہماری حکومت میں سے کس کا زمانہ طویل ہو گا؟ فرمایا۔ تمہاری حکومت زیادہ دیر تک چلے گی۔ لیکن تمہاری مملکت کے ساتھ بچے گیند کی طرح کھیلیں گے۔ امام جعفر نے یہ سب کچھ بتا کر فرمایا۔ یہ باتیں مجھے میرے والد نے بتلائی تھیں پھر جب منصور بادشاہ بن گیا۔ تو امام جعفر کی ان باتوں پر بہت تعجب کیا کرتا تھا۔

(صواعق محرقہ ص ۲۰۲) مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

سوم: شواهد النبوة

ایک اور راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میرے ایک دوست کو منصور نے جیل میں ڈال دیا۔ دوران حج میری ملاقات

امام جعفر سے ہوئی۔ میدانِ عرفات میں آپ نے مجھ سے پوچھا۔ تمہارے دوست کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا۔ وہ تو ابھی تک منصور کی قید میں پڑا ہوا ہے۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ پھر فرمایا خدا کی قسم! تمہارا دوست بری ہو گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ میں واپس گھر آیا۔ اور دوست سے ملاقات ہوئی۔ اس کی رہائی کے متعلق پوچھا۔ کہنے لگا۔ مجھے یوم عرفہ کو بعد از نماز عصر رہا کیا گیا تھا۔

(شواہد النبوۃ ص ۲۳۲ مطبوعہ لاہور)

چہارم: شواهد النبوة

ایک شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے مکہ مکرمہ سے ایک چادر خریدی۔ اور پختہ ارادہ کیا۔ کہ کسی کو یہ نہ دوں گا۔ بلکہ اسے اپنے کفن کے لیے رکھ چھوڑوں گا۔ میں جب عرفات سے واپس مزدلفہ آیا۔ تو چادر کہیں گم ہو گئی۔ مجھے بہت صدمہ ہوا۔ جب علی الصبح مزدلفہ سے منیٰ آیا۔ تو مسجد خیف میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک شخص جو امام جعفر کے ساتھ تھا۔ میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ امام موصوف تجھے بلا رہے ہیں۔ میں جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ کیا تم گم شدہ چادر حاصل کرنا چاہتے ہو جو تمہارے کفن کے کام آئے؟ میں نے عرض کیا۔ حضور! دیجیے۔ لیکن وُہ تو گم ہو گئی ہے۔ آپ نے اپنے ایک غلام کو آواز دی۔ اور وہ وہی چادر لیے حاضر ہوا۔ جو میں گم کر

بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ لے جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔
(شواہد النبوۃ ص ۲۲۳ مطبوعہ لاہور)

پنجم: شواھد النبوۃ

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر کی معیت میں مکہ شریف میں جا رہا تھا۔ ہمیں ایک عورت نظر آئی۔ اس کے پاس سے ہم گزرے۔ اور اس کے پاس ایک مردہ گائے پڑی تھی۔ وہ عورت اپنے بچوں سمیت رونے میں مشغول تھی۔ امام نے یہ دیکھ کر اس عورت سے فرمایا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری یہ مردہ گائے زندہ کر دے؟ وہ بولی۔ آپ مذاق کیوں کر رہے ہیں۔ میں تو پہلے ہی بہت دکھی ہوں۔ آپ نے فرمایا؟ میں مذاق نہیں کر رہا۔ اس کے بعد آپ نے دعا کی۔ اور گائے کے سر اور پاؤں کو چھوا۔ اور اُسے آواز دی۔ گائے فوراً زندہ ہو گئی۔ بعد میں آپ لوگوں میں اس طرح گھل مل گئے۔ کہ وہ عورت آپ کو نہ پا سکی۔

(شواہد النبوۃ ص ۲۲۳ مطبوعہ لاہور۔)

ششم:

نور الابصار:

روایت ہے۔ کہ داؤد بن علی نے امام جعفر کے آزاد کردہ غلام معلی بن حسین کو قتل کر دیا۔ اور اس کا تمام مال اپنے قبضہ میں لے لیا۔ جب امام جعفر کو اس کا پتہ چلا۔ تو آپ گھر تشریف لائے! اور وہ ساری رات صبح تک قیام فرمایا۔ سحری کے وقت آپ کی کسی نے خفیہ گفتگو سنی۔ جو یہ تھی۔ "اے مضبوط قوت والے! اے عزت و غلبہ کے مالک کہ جس کی مخلوق ذلیل ہے! اس مصیبت سے تو ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ ان ظالموں سے تو ہی انتقام لے،، آپ کا یہ الفاظ ادا کرنا تھا۔ کہ ادھر شور اٹھا۔ کہ داؤد بن علی اچانک انتقال کر گیا ہے۔

(نور الابصار ص ۳۱)

ہفتم:

نور الابصار:

امام جعفر صادق کو جب حکم بن عباس کلبی کا یہ پیغام پہنچا۔ وہ ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے پر پھانسی دے دی ہے۔ میں نے کسی مہدی کو کھجور کے درخت پر پھانسی ہوتے نہیں دیکھا" آپ نے یہ سن کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے۔ اور یہ کہا "اے اللہ! کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے،، پھر

ہوا یوں۔ کہ بنی امیہ نے اسے کوفہ بھیجا۔ اور دوران سفر ایک شیر نے اسے چیر پھاڑ دیا۔ جب آپ کو یہ خبر ملی۔ تو فوراً سجدہ میں گر گئے۔ اور کہنے لگے۔ سب تعریفیں اللہ ہی کو زیبا کہ جس نے ہمارا وعدہ پورا کر دیا۔

(نور الابصار ص ۳۱)

۲ـــــــ آپ کی وفات

نور الابصار

"ابن الصباغ" کے بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ۱۴۸ھ شوال کے مہینہ میں فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۷۸ سال تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ آپ کو منصور کے دورِ حکومت میں زہر سے شہید کیا گیا تھا۔ بعد از وفات جنت البقیع میں اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ مدفون ہوئے۔ آپ کا قبر انور بہت عظمت و کرامت والا ہے۔

(نور الابصار ص ۳۴)

فصل ہشت دہم

فضائل امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

۱۔ تعارف

شواھد النبوۃ

ساتویں امام ہیں۔ کنیت کاظم ہے۔ اسی لقب کی وجہ سے آپ بردبار تھے۔ اور اُن لوگوں کو معاف کرتے رہے۔ جو آپ پر زیادتیوں کا ارتکاب کرتے رہے۔ آپ کی والدہ ام ولد حمیدہ بربریہ تھیں۔ آپ کی ولادت مقام "ابواء" پر ہوئی۔ یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان پڑتی ہے۔ صفر کی نو راتیں گزرنے پر بروز اتوار مطابق ۱۲۸ھ آپ کا تولد ہوا۔ پہلی مرتبہ مہدی بن منصور کے حکم سے آپ کو بغداد لا کر قید کر دیا گیا۔ مہدی نے ایک رات حضرت علی المرتضیٰ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے اسے فرمایا

فهل عسيتم ان تفسدوا فى الارض وتقطعوا الخ

ربیع کا کہنا ہے۔ کہ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ کہ مہدی نے مجھے اپنے ہاں بُلا بھیجا۔ وہ اس وقت اسی آیت کو خوش الحانی سے پڑھ رہا تھا۔ مجھے کہا۔ کہ جاؤ اور ابھی جا کر موسیٰ بن جعفر کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ میں انہیں لے آیا۔ مہدی نے

ان سے معانقہ کیا۔ پھر اپنے پاس بٹھا کر خواب سُنایا۔ اور پھر کہا۔ کیا آپ یہ نہیں کر سکتے کہ میرے اور میرے بچوں کے خلاف بغاوت ترک کر دیں؟ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میرا تو ایسا کوئی ارادہ ہی نہیں۔ اور نہ ہی ایسی بات مجھے زیب دیتی ہے۔ مہدی نے کہا۔ آپ صحیح فرماتے ہیں۔ پھر مہدی نے ربیع سے کہا۔ انہیں دس ہزار درہم اور سامان سفر دے دو۔ تاکہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے جائیں۔ خلیفہ نے دوسری بار آپ کو مدینہ سے بلا کر پھر قید کر دیا آپ جمعۃ المبارک ۲۵ رجب المرجب مطابق ۱۸۶ھ ہارون الرشید کی قید میں فوت ہوئے۔ اور بغداد میں ہی آپ کی قبر ہے

(شواہد النبوۃ ص۳۲۶)

۲ — آپ کی علمی وسعت

صواعق محرقہ

آپ اہل عراق میں "عند اللہ قضائے حاجات کا دروازہ" مشہور تھے۔ اپنے دور کے لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار عالم اور سخی تھے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے ان سے پوچھا تم اپنے آپ کو آلِ رسول کہلاتے ہو۔ حالانکہ تم اولاد حضرت علی المرتضےٰ کی ہو۔ آپ نے جواباً یہ آیت پڑھی۔

ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وعیسی وایوب۔

(یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، عیسیٰ اور ایوب ہو گزرے ہیں۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو کوئی والد نہ تھا۔) دوسری آیت آپ نے یہ پڑھی۔ تعالوا ندع ابناءنا وابناء کم الخ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت مباہلہ حضرت علی، حسن اور حسین کے علاوہ کسی اور کو نہیں بلایا تھا۔ (اور انہیں ہی آپ نے اپنے بیٹے کہا۔)

(صواعق محرقہ ص ۲۰۳ تذکرہ موسیٰ کاظم)

۳ — آپ کی کرامات

اوّل:

شواھد النبوۃ

کتب معتبرہ میں جناب شقیق بلخی سے روایت موجود ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں دوران حج سفر کرتے کرتے سرزمین قادسیہ جا نکلا۔ وہاں مجھے ایک خوبصورت اور بلند قامت شخص نظر آیا۔ جس نے اونی کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ اور کندھے پر ایک شملہ ڈالا ہوا تھا۔ اور پاؤں میں نعلین تھے۔ بھیڑ سے نکل کر وہ اکیلا بیٹھ گیا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ یہ نوجوان کوئی صوفی معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کا خیال یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی پر بوجھ نہ بنے۔ لہذا میں نے ارادہ کیا کہ

اُسے کچھ تنبیہ کی جائے تاکہ وہ ایسا کرنے سے باز آجائے۔ جب میں اس کے نزدیک گیا۔ تو وہ بولا۔ اے شقیق! اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم الخ۔ آیت پڑھی اور چلتا بنا۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ کہ اس کو میرا نام اور میرا مقصد معلوم تھا۔ کوئی نیک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ لہذا مجھے اس سے معافی مانگنی چاہیئے۔ میں اس کے پیچھے تیزی سے چلا۔ لیکن اُسے نہ پا سکا۔ جب دوسری منزل پر ہم پہنچے۔ تو میں نے اسی نوجوان کو نماز میں مشغول دیکھا۔ جسم پر کپکپی اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں نے پھر معافی مانگنے کا ارادہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس کی طرف چل دیا۔ اس نے دیکھ کر کہا۔ اے شقیق! انی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اھتدیٰ۔ یہ آیت پڑھی۔ اور چل دیا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ یہ نوجوان کوئی ابدال ہے۔ جس نے دوبارہ میرے دل کی بات جان لی۔ اسی طرح جب ایک اور مقام پر پہنچے۔ تو میں نے اُسی نوجوان کو ایک کنوئیں میں کھڑا پایا۔ ہاتھ میں چرمی ڈول تھا اور اس سے پانی نکالنا چاہا۔ لیکن ڈول کنوئیں میں گر گیا۔ اُس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ اور یہ کلمات کہے۔ انت ربی اذظمأت الماء وقوتی اذا اردت الطعام اللھم سیدی الھی غیرک فلا تفقدہ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں نے خدا کی قسم دیکھا کہ پانی اوپر آگیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ڈول اٹھایا۔ اس سے وضو کیا۔ اور چار رکعت نماز ادا کی۔ پھر ریت کے ایک ٹیلہ پر گیا۔ اور تھوڑی سی مٹی ہاتھ میں لے کر اس ڈول میں ڈال دی۔ اُسے خوب ہلایا

اور پھر اُسے پی گیا۔ میں یہ دیکھ کر اُس کے قریب گیا۔ اور سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ مجھے کچھ کھانا کھلائیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ وہ نوجوان بولا۔ اے شقیق! ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی نعمتیں مجھے ملتی رہتی ہیں۔ لہذا تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا اور نیک گمان رکھ۔ پھر مجھے وہی ڈول دیا۔ میں نے اس سے پانی پیا۔ اس میں ستو اور شکر ملے ہوئے تھے۔ وہ اس قدر لذیز تھے۔ کہ میں نے زندگی بھر ایسی میٹھی کوئی چیز نہ کھائی اور نہ پی۔ میں اس سے ایسا سیراب ہوا۔ کہ چند دن تک مجھے کھانے پینے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد وہ نوجوان مجھے نظر نہ آیا۔

جب ہم مکہ معظمہ پہنچے۔ تو میں نے اُسے نمازِ تہجد پڑھتے دیکھا خشوع و خضوع سے اور آنکھوں سے آنسو بہا کر نماز ادا کر رہا تھا رات گئے تک یہی سلسلہ رہا۔ صبح ہوئی۔ نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد طوافِ کعبہ کیا۔ فراغت پر جب کعبہ سے باہر گیا۔ تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ اس کے پاس بہت سے غلام اور خادم ہیں۔ اور اس کے اِرد گرد لوگوں کا جمگھٹا ہے۔ تمام حاضرین کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ یہ نوجوان کون ہے۔ تو مجھے بتلایا گیا۔ کہ ان کا نام موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین ابن علی ابن ابی طالب ہے۔ یہ سُن کر میرے منہ سے برجستہ نکلا۔ کہ اس سیدزادے سے اس قسم

کے واقعات کوئی تعجب کی بات نہیں۔

(شواہد النبوۃ ص ۳۴۷ تذکرہ موسیٰ
بن جعفر۔ مکتبہ نبویہ لاہور)

دوم:

صواعق محرقہ

ہارون الرشید نے خواب میں حضرت علی المرتضٰے کو دیکھا۔ کہ ان کے ہاتھ میں برچھی تھی۔ اور فرمایا۔ اے ہارون! اگر تو نے موسےٰ کاظم کو رہا نہ کیا۔ تو میں اس برچھی سے تجھے ذبح کر دوں گا۔ وہ سہما ہوا خواب سے اٹھا۔ اسی وقت پولیس افسر کو پیغام دیا۔ کہ موسیٰ کاظم کو رہا کر دیا جائے۔ اور ساتھ ہی تین ہزار درہم ان کے لیے روانہ کیے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ موسیٰ کاظم کو یہاں رہنے یا کسی اور جگہ جہاں وُہ چاہیں جانے کا اختیار ہے۔ امام موصوف مدینہ تشریف لے آئے۔ اور پھر ہارون الرشید نے آپ کو خواب کا واقعہ سُنایا۔ آپ نے اس سے عجیب تر واقعہ سُنایا۔ کہ میں نے دورانِ خواب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ انہوں نے مجھے چند کلمات سکھلائے۔ کہنے لگے۔ میں نے ابھی وُہ کلمات پورے ادا نہیں کیے تھے۔ کہ میری رہائی ہو گئی۔

(صواعق محرقہ ص ۲۰۴ تذکرہ موسیٰ کاظم
مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

سوم :

نور الابصار

احمد بن محمد جناب ابو قتادہ اور یہ حضرت جناب ابو خالد زبالی سے ناقل کہ جناب امام موسیٰ کاظم مقام زبالہ میں ہمارے ہاں تشریف لائے آپ کے ہمراہ مہدی کے اصحاب کی ایک جماعت تھی۔ وہ انہیں عراق لے جانے کے لیے آئے تھے۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ تو آپ نے چند ضروری اشیاء خریدنے کا حکم دیا۔ میں تعمیل حکم کرتے ہوئے مطلوبہ اشیاء بازار سے لے آیا۔ آپ کے پاس رکھ دیں۔ جب آپ نے مجھے کچھ پریشان سا دیکھا۔ تو فرمانے لگے۔ کیا وجہ ہے؟ میں نے عرض کیا حضور! آپ باغیوں کی طرف جا رہے ہیں سبھے آپ کے بارے میں پریشانی ہے۔ فرمایا۔ اے ابو خالد! میری وجہ سے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور سنو! فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کو شام کے وقت میرا انتظار کرنا۔ میں انشاء اللہ تمہیں ملوں گا۔ ابو خالد کا کہنا ہے۔ کہ میں اس وقت کا شدید انتظار کرتا رہا آخر وہ مقررہ دن آیا۔ غروب آفتاب کا وقت ہوا۔ تو میں اس مقام کی طرف جا نکلا۔ لیکن وہاں مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا۔ رات کا کچھ حصہ گزرا۔ تو میں نے عراق کی جانب سے لوگوں کی ایک جماعت آتے دیکھی۔ میں ان کی طرف جب گیا۔ تو آپ سب سے آگے خچر پر سوار تشریف لا رہے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ اور آپ

کی تشریف آوری پر بہت خوش ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ابو خالد! کیا
تم شک میں پڑ گئے تھے۔؟ میں نے عرض کیا۔ خدا کی تعریف اور
اس کا شکر ہے۔ کہ جس نے آپ کو اُن مشرکوں سے نجات عطا
فرمائی۔ پھر فرمایا۔ اے ابو خالد! انہوں نے میری طرف لوٹنا تھا۔
جس سے میں نجات نہیں حاصل کر سکتا۔

(نور الابصار ص ۲۴۳ مصنفہ شیخ مومن بن
حسن بن مومن شبلنجی)

چہارم:

نور الابصار

عیسیٰ مدائنی راوی ہیں۔ کہ میں ایک سال مکہ مکرمہ گیا۔ وہاں کچھ
دن مقیم رہا۔ پھر مدینہ منورہ کی حاضری کا خیال آیا۔ اور ارادہ کیا۔ کہ
ایک سال وہاں قیام کروں گا۔ اس طرح ثواب کافی حاصل ہو جائے
گا۔ میں مدینہ منورہ پہنچا۔ اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے
مکان کے قریب طرف مصلّی میں اقامت اختیار کی۔ حضرت
موسیٰ کاظم کی خدمت میں آمد و رفت رکھی۔ ایک رات ان کے
پاس تھا۔ اور بارش ہو رہی تھی۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ عیسیٰ!
اٹھو اور اپنے گھر چلے جاؤ۔ کیونکہ تمہارا مکان تمہارے سامان پر
گر گیا ہے۔ میں گھر آیا۔ اور ویسا ہی پایا۔ کچھ مزدور بلائے۔
اور اُن سے سامان ملبے کے نیچے سے نکلوایا۔ لیکن سامان میں

سے وضو کی چھاگل نہ ملی۔ جب میں دوسرے دن موسےٰ کاظم کے ہاں حاضر ہوا۔ تو پوچھنے لگے۔ سامان میں سے کوئی چیز رہ تو نہیں گئی۔ جو نہ ملی ہو۔ اگر ہو تو ہم دعا کر دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ وضو کی چھاگل نہیں ملی۔ آپ نے یہ سُن کر کچھ لمحے کے لیے اپنا سر انور جھکایا۔ اور فرمایا۔ وہ تم مکان گرنے سے قبل ہی کسی کے پاس بھول گئے تھے۔ جاؤ۔ اور مالکِ مکان کی باندی سے پوچھو۔ کہیں چھاگل بیت الخلاء میں بھول گیا تھا۔ مجھے واپس کر دو۔ لونڈی یہ سُن کر چھاگل لے آئی۔ اور مجھے واپس کر دی۔

(نور الابصار ص ۴۴ تصنیف شیخ مومن بن حسن مومن)

۴۔۔۔۔ آپ کی شب و روز کی عبادت

تاریخ بغداد:

عمار ابن ابان سے روایت ہے۔ کہ جب موسیٰ کاظم سندھی کے ہاں گرفتار کیے گئے۔ تو سندھی کی ہمشیرہ نے اپنے بھائی کو کہا۔ موسیٰ کاظم کو میرے سپرد کر دے۔ وہ دیندار تھی۔ سندھی نے اس کی بات مانی۔ اور موسیٰ کاظم کو اُس کے سپرد کر دیا یہی بی بی بیان کرتی ہے۔ کہ جب موسےٰ کاظم نماز عشاء پڑھتے تو پھر اللہ تعالےٰ کی حمد و تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو جاتے جب رات ڈھل جاتی۔ تو آپ نوافل شروع فرماتے۔ صبح

تک نفل ادا کرتے رہتے۔ پھر تھوڑا سا ذکر کرتے۔ حتیٰ کہ جب سورج طلوع ہوتا۔ تو کچھ دیر وہیں بیٹھے رہتے۔ صلوٰت چاشت ادا کرتے پھر سونے کی تیاری فرماتے۔ مسواک کرتے کھانا کھاتے اور آرام کرنے کے لیے سو جاتے۔ زوال تک آرام فرماتے۔ پھر اٹھتے وضو فرماتے قبلہ رُخ ہو کر اللہ کا ذکر فرماتے۔ تسبیح و تہلیل اور نماز پڑھتے۔ پھر دوسری نماز تک یہی سلسلہ جاری رہتا۔ مغرب کے بعد نوافل ادا فرما کر پھر عشاء کا عمل اسی طرح جیسا کہ گزر چکا شروع فرماتے۔ آپ کا یہ روزانہ معمول تھا۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۱ تذکرہ موسیٰ بن جعفر)

۵ —— آپ کی سخاوت

تاریخ بغداد:

محمد بن عبد اللہ بکری کا کہنا ہے۔ کہ قرض کی خاطر میں مدینہ آیا۔ اس آنے جانے سے میں تھک گیا۔ میں نے دل میں سوچا۔ کہ اگر موسیٰ کاظم کے پاس قرض مانگنے چلا جاتا۔ تو اس تکلیف سے چھوٹ جاتا۔ میں اس سوچ پر عمل کرتے ہوئے اُن کے پاس اُحد پہاڑ کے قریب واقعہ موضع نقمہ پہنچا۔ آپ میری طرف آئے آپ کے ساتھ ایک غلام بھی تھا۔ اس کے پاس گوشت تھا۔ امام موسیٰ کاظم کے ہاں اس وقت کوئی مہمان نہ تھا۔ لہٰذا میں

نے ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر انہوں نے مجھ سے میری حاجت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے انہیں سارا واقعہ سُنا دیا۔ آپ اٹھے۔ مکان میں تشریف لے گئے۔ جلدی ہی واپس آ گئے۔ اور غلام سے فرمانے لگے۔ تم ذرا پیچھے جاؤ۔ غلام کے جانے کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ میری طرف لمبا کیا۔ اور ایک تھیلی پھینکی۔ جس میں تین سو دینار تھے۔ پھر اُٹھے۔ اور پُشت پھیر کر تشریف لے گئے۔ میں بھی اٹھا۔ اپنی سواری پر سوار ہوا۔ اور اپنے گھر واپس چل پڑا۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۲۸ تذکرہ موسیٰ بن جعفر)

فصل نوہم

فضائل علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ

۱ ـــــ تعارف

شواھد النبوۃ

آپ آٹھویں امام ہیں۔ اور ابوالحسن کنیت ہے۔ آپ کے والد گرامی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی کنیت "کاظم" انہیں دے دی ہے۔ رضا لقب ہے۔ ابوجعفر محمد بن علی رضا سے کہا گیا کہ ان کا نام ان کے والد نے "مامون الرضا" رکھا تھا۔ کیونکہ وہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا تھے۔ اور زمین پر اس کے رسول کی رضا تھے۔ آپ کو پہلے ائمہ پر اس بارے میں فوقیت ہے۔ کہ آپ اپنے موافقوں کی طرح مخالفوں سے بھی راضی رہے۔ ان کے والد گرامی کہا کرتے تھے۔ کہ میرے بیٹے کو "رضا" کہہ کر بلایا کرو۔ اور جب خود انہیں بلاتے۔ تو اسے ابوالحسن کہا کرتے تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں ۱۵۳ھ ربیع الاول کی گیارہ تاریخ اور بدھ کو پیدا ہوئے۔ یعنی آپ اپنے دادا جناب امام جعفر صادق کے وصال کے ۵ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کا انتقال سُنا باد کے مقام پر ہوا۔ جو طوس میں واقع ہے۔ آپ کا روضہ ہارون الرشید کے قبہ کی مغربی

طرف واقع ہے۔ اِسے "سرائے حمید بن قحبطہ الطائی" کہتے ہیں۔
جمعۃ المبارک ماہ رمضان میں ۲۰۲ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی والدہ
ام ولد ہیں۔ اِن کے اور بھی بہت سے نام ہیں۔ اُردی، نجمہ، شمانہ
اور ام النبیین وغیرہ۔

(شواہد النبوۃ ص ۲۴۲ تذکرہ علی بن
موسیٰ کاظم)

۲ ــــ آپ کی بعض کرامات

اول:

شواھد النبوۃ

خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ اس
کے بعد جب بھی آپ اُس سے ملنے تشریف لاتے۔ تو ملازم سرکار
آپ کی آمد پر مامون کے دروازہ پر لٹکے ہوئے پردے اٹھا دیتے
تاکہ آپ اندر تشریف سے جائیں۔ یہ معاملہ چلتا رہا۔ حتیٰ کہ کچھ حاسدوں
کو یہ بُرا لگا۔ اور انہوں نے باہم صلاح و مشورہ کیا۔ کہ اگر اب آئیں۔
تو ان کے استقبال کو نہ کوئی کھڑا ہو۔ اور نہ ہی پردہ اٹھایا جائے۔
لیکن جب آپ تشریف لائے۔ تو انہوں نے استقبال بھی کیا۔
اور پردہ بھی اٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے۔ تو ایک
دوسرے کو کوسنے لگے۔ پھر باہم طے کیا۔ کہ اگلی دفعہ اپنے فیصلہ پر
مضبوطی سے ڈٹے رہیں گے۔ آپ تشریف لائے۔ انہوں نے

کھڑے ہو کر آپ کو سلام تو کیا۔ لیکن پردہ اٹھانے میں لیت و لعل کرنے لگے۔ قبل اس کے وہ پردہ اٹھاتے اللہ تعالیٰ نے زوردار ہوا بھیجی۔ جس سے پردہ خود بخود اٹھ گیا۔ اور آپ، اندر تشریف لے گئے۔ ہوا بھی بند ہو گئی۔ جب آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو پھر بھی ویسے ہی ہوا چلی۔ پردہ اٹھا۔ اور آپ، باہر تشریف لے آئے۔ حاسد یہ دیکھ کر کہنے لگے۔ جسے اللہ تعالیٰ دوست رکھے اُسے کوئی بھی نیچا نہیں دکھا سکتا۔ پھر سے وُہ اپنی پہلی روش پر خدمت کرنے لگے۔

(شواہد النبوۃ ص ۴۴۳ تذکرہ علی بن موسیٰ بن جعفر)

دوم: شواھد النبوۃ :

ایک کوفی کا بیان ہے۔ کہ میں جب کوفہ سے خراسان جانے کے لیے روانہ ہوا۔ تو میری بچی نے مجھے ایک قیمتی کپڑا دیا۔ اور فرمائش کی۔ کہ اسے بیچ کر میرے لیے فیروزہ خرید لانا۔ جب چلتے چلتے میں مرو پہنچا۔ تو علی رضا کے غلام میرے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہمارا ایک ساتھی انتقال کر گیا ہے۔ اس کے کفن کے لیے یہ کپڑا ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔ میں نے انہیں ٹالتے ہوئے کہا میرے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے۔ وہ چلے گئے۔ کچھ دیر بعد پھر آ گئے۔ اور کہنے لگے۔ ہمارے آقا کہتے ہیں۔ کہ تمہارے پاس کپڑا ہے۔ انہوں نے تجھے سلام بھی دیا ہے۔ اور کہا ہے

کہ تمہاری لڑکی نے جو کپڑا فیروزہ خریدنے کے لیے تجھے دیا تھا۔ اس کی قیمت سے لو۔ میں نے قیمت دے کر وہ کپڑا ان کے ہاں فروخت کر دیا۔ بعد ازاں میں نے دل میں سوچا۔ کہ ان کے آقا سے چند مسائل دریافت کروں۔ دیکھوں وہ کیا جواب دیتا ہے۔ چنانچہ میں نے چند مسئلے ایک کاغذ پر لکھ لیے۔ اور علی الصبح اُن کے ہاں چلا گیا۔ وہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ کسی کو ان سے باآسانی ملنا ناممکن تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران و ششدر کھڑا تھا۔ کہ ایک غلام باہر آیا۔ اور میرا نام لے کر ایک لکھا ہوا کاغذ مجھے اُس نے دیا۔ اور کہا۔ تیرے سوالات کے اس میں جواب درج ہیں۔ میں نے جب کھولا۔ تو واقعی میرے تمام سوالات کے جوابات موجود تھے۔

(شواہد النبوۃ ص ۳۴۷ تذکرہ علی بن موسیٰ)

سوم: صواعق محرقہ

امام علی رضا کے خدام میں سے جناب معروف کرخی بھی ہیں۔ یہ جناب سری سقطی کے استاد محترم ہیں۔ کیونکہ سری سقطی انہی کے دستِ اقدس پر اسلام میں شامل ہوئے تھے۔ امام علی رضا نے ایک آدمی سے فرمایا۔ "اے عبداللہ! اللہ کو راضی رکھ جیسا وُہ چاہتا ہے۔ اور تیاری کر اس چیز کی جس کا آنا یقینی ہے۔" امام علی رضا نے یہ الفاظ جس شخص سے کہے تھے۔ وہ تین دن کے بعد انتقال کر گیا تھا۔

(صواعق محرقہ ص ۲۰۴ تذکرہ علی بن موسیٰ)

چہارم :

صواعق محرقہ

ابو حبیب بیان کرتا ہے۔ کہ ہمارے شہر میں جس مقام پر حجاج بن یوسف آکر ٹھہرا کرتا تھا۔ اسی مقام پر مجھے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ کے پاس دیکھا۔ کہ کھجوروں کا ایک ٹوکرا پڑا ہوا ہے۔ آپ نے اُن میں سے اٹھارہ کھجوریں مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی۔ کہ میری زندگی صرف اٹھارہ دن رہ گئی ہے۔ اٹھارہ کی بجائے بیس دن گزر گئے۔ تعبیر سچی نہ ہوئی۔ بیس دن بعد مدینہ منورہ میں جناب علی رضا تشریف لائے۔ اور اُسی مسجد میں اُترے۔ لوگ سلام عرض کرنے کے لیے دوڑ دوڑ کر آرہے تھے۔ میں بھی نیاز حاصل کرنے کے لیے آیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ وہ ایسی جگہ پر تشریف فرما ہیں۔ جہاں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا۔ اور ان کے سامنے بھی کھجوروں کا ایک طباق بھرا پڑا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کے جواب کے بعد مجھے اور قریب آنے کو کہا۔ جب میں آپ کے بالکل قریب ہوا۔ تو آپ نے طباق میں سے ایک مٹھی بھر کھجوریں مجھے عطا فرمائیں۔ میں نے انہیں گنا۔ تو وہ پوری اٹھارہ تھیں۔ یعنی جتنی خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے عنایت فرمائی تھیں۔ میں نے علی رضا سے عرض کیا۔ حضور!
کچھ مزید عنایت فرمائیں۔ فرمانے لگے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
تجھے اس سے زیادہ عطا فرمائیں۔ تو میں بھی زیادہ دینے کو
تیار ہوں۔

(صواعق محرقہ ص ۲۰۴ تذکرہ علی
بن موسیٰ)

پنجم:

صواعق محرقہ

بعض حفاظ سے منقول ہے۔ کہ ایک عورت نے خلیفہ متوکل کے
حضور اپنی نسبت سادات سے ظاہر کی۔ متوکل نے ارد گرد
بیٹھے لوگوں سے پوچھا۔ کوئی اس کے سید ہونے کی تحقیق کر
سکتا ہے۔ تو حضرت امام علی رضا کی طرف لوگوں نے اشارہ کیا
متوکل نے انہیں بلوایا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو خلیفہ
نے بہت احترام کیا۔ تخت پر بٹھایا۔ تو پھر اس عورت کے
بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے امام حسین
کی اولاد کو درندوں پر حرام کر دیا ہے۔ لہذا کسی سید کو درندہ
نہیں کھا سکتا۔ اس عورت کو بھی کسی درندے کے سامنے پیش
کیا جائے۔ جب خلیفہ نے اس عورت کو درندے کے
سامنے کرنے کا ارادہ کیا۔ تو وہ بول اٹھی۔ کہ میں جھوٹی ہوں

کسی نے متوکل سے کہا۔ کہ یہ تجربہ خود علی رضا پر بھی کرنا چاہیئے۔
جنہوں نے یہ تجویز بتائی۔ متوکل نے اس کی بات مانتے ہوئے
تین درندے بلوائے۔ جب یہ تینوں محل کے صحن میں لائے
گئے۔ اور وہاں کھلے چھوڑ دیئے گئے۔ اُدھر متوکل نے امام
علی رضا کو بلایا۔ جب آپ صحن میں داخل ہوئے تو دروازہ بند
کر دیا گیا۔ اب امام علی رضا اور درندے ایک ہی جگہ تھے۔
لوگوں نے خاموشی سے شیر کی آواز سنی۔ وہ گرج رہا تھا۔ آپ
صحن میں چلتے رہے۔ اور جب سیڑھیوں پر چڑھ کر متوکل کے
پاس جانے کا ارادہ کیا۔ تو وہ درندے بھی آپ کے ساتھ
چل دیئے۔ اردگرد گھومنے لگے۔ آپ اپنی آستین سے اُن
کو بہلا پھسلا رہے تھے۔ درندے دروازے کے قریب آکر
رُک گئے۔ اور امام علی رضا متوکل کے پاس تشریف لے گئے۔
کچھ دیر اُس سے گفتگو فرما کر واپس تشریف لائے۔ اور سیڑھیوں
سے اُترنے پر وہی درندے پہلے کی طرح آپ کے کپڑوں
کے ساتھ چاپلوسی کرنے لگے۔ اِدھر اُدھر گھومنے لگے۔ حتیٰ کہ
آپ دروازے سے باہر تشریف لائے۔ بعد میں خلیفہ
نے آپ کی کرامت سے متاثر ہو کر بہت بڑا نذرانہ پیشِ
خدمت کیا۔ بعد میں متوکل سے کہا گیا۔ کہ جس طرح تمہارے
چچازاد بھائی علی رضا نے کر کے دکھایا ہے۔ تم بھی ایسا کر کے
دکھلاؤ۔ اُسے یہ جرأت نہ ہوئی۔ اور کہا۔ کہ تم لوگ میرے قتل
کا ارادہ کیے ہوئے ہو۔ پھر لوگوں سے کہا۔ کہ اس واقعہ کو

زیادہ اچھالنے کی ضرورت نہیں۔ (کیونکہ شاید کچھ کم عقل یہ نہ سمجھیں۔ کہ متوکل نے یہ سب کچھ امام علی رضا کو شہید کروانے کے لیے کیا تھا)
(صواعق محرقہ ص ۲۰۵ تذکرہ امام علی رضا)

ششم:

نورالابصار

مسافر سے روایت ہے۔ کہ میں امام علی رضا کے پاس تھا۔ وہاں سے یحییٰ برمکی گزرا۔ اور اس نے غبار کی وجہ سے اپنا منہ ڈھانپا ہوا تھا۔ امام علی رضا نے دیکھ فرمایا۔ یہ بیچارے کیا جانے کہ ان پر اس سال کیا کچھ گزرنے والا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی گزرا جیسا امام نے کہا تھا۔ آپ نے یہ کہا تھا۔ کہ اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے۔ کہ میں اور ہارون ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔ آپ نے بڑی انگلی اور شہادت کی انگلی ملا کر فرمایا۔

۔ کہ میں نے

ہارون کے متعلق امام علی رضا کے اس ارشاد کا مطلب اس وقت سمجھا۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ کیونکہ انتقال کے بعد ان کو ہارون کے متصل دفنایا گیا۔

(نورالابصار ص ۷۵)

ہفتم:

نور الابصار:

حسین بن یسار جناب علی رضا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ امام موصوف نے ایک دن فرمایا۔ کہ عبداللہ "محمد" کو قتل کرے گا۔ میں نے پوچھا۔ کیا عبداللہ بن ہارون اپنے بھائی محمد بن ہارون کو قتل کرے گا؟ فرمایا۔ عبداللہ مامون "محمد امین" کو قتل کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(نور الابصار ص ۶۶)

ہشتم:

نور الابصار:

حسین بن موسےٰ راوی ہیں۔ کہ ہم بنی ہاشم کے نوجوان امام علی رضا کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ کہ ہمارے قریب سے جعفر بن عمر علوی کا گزر ہوا۔ وہ شکستہ حالت میں تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اتنے میں علی رضا بولے کہ اس کی حالت اچھی ہو جائے گی۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا۔ کہ وہ مدینہ کا حاکم مقرر ہو گیا۔ اس کی حالت اچھی ہو گئی۔ وہ اکثر ہمارے قریب سے گزرا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ نوکر چاکر آگے پیچھے ہوا کرتے تھے۔ ہم اس کے احترام کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے اس کی تعظیم کرتے اور اس کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے۔

(نور الابصار ص ۷۷)

نہم :

نورالابصار

جعفر بن صالح کا بیان ہے۔ کہ میں علی رضا کے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ میری بیوی محمد بن سنان کی ہمشیرہ ہے۔ یہ علی رضا کے خاص آدمی تھے۔ عرض کیا۔ میری بیوی امید سے ہے۔ دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ لڑکا عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ دو بچے اکٹھے پیدا ہوں گے۔ میں واپس آ گیا۔ اور راستہ میں سوچا۔ کہ ایک کا نام علی اور دوسرے کا نام محمد رکھوں گا۔ آپ نے مجھے بلوایا۔ اور فرمایا۔ ایک کا نام علی اور دوسری کا نام ام عمرو ہے۔ میں واپس کوفہ آیا۔ میرے ہاں دو بچے ایک لڑکا ایک لڑکی پیدا ہوئے میں نے لڑکے کا نام علی اور لڑکی کا نام ام عمرو رکھا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے پوچھا۔ ام عمرو کا کیا معنی ہے۔ فرمانے لگیں۔ یہ تمہاری دادی کا نام تھا۔

(نورالابصار ص ۷۶ تا ۷۷)

۲۔ آپ کے مرتبہ و مقام کی ایک جھلک

آپ ایک مرتبہ نیشا پور میں گئے۔ اور اس کی گلیوں میں پھر رہے تھے۔ لوگوں نے ایک موٹے کپڑے سے آپ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے لوگ آپ کی زیارت نہ کر سکتے تھے۔ اتنے

میں دو حافظ ایک ابوزرعہ رازی اور دوسرے محمد بن اسلم طوسی مع اپنے بہت سے شاگردوں کے آئے۔ اور آپ کی زیارت کے لیے بڑی منت سماجت کی۔ اور ان کی دلی تمنا تھی۔ کہ آپ سے کوئی ایسی ایک حدیث سماعت کریں۔ جو ان کے اباؤ اجداد سے ان تک پہنچی ہو۔ بہر حال آپ نے اپنے خچر کو روکا۔ اور سایہ کرنے والا کپڑا ہٹا دیا۔ لوگوں نے جی بھر کر زیارت کی۔ آپ کی زلفیں شانوں پر لٹک رہی تھیں۔ کچھ لوگ چیخ رہے تھے۔ کچھ رو رہے تھے۔ کچھ مٹی میں لوٹ پوٹ اور کچھ آپ کے خچر کے پاؤں چوم رہے تھے۔ علماء نے زوردار آواز سے کہا۔ لوگو! خاموش ہو جاؤ۔ تاکہ دونوں حافظ آپ سے کوئی حدیث لکھوا سکیں۔ خاموشی پر امام علی رضا نے فرمایا۔ مجھے میرے والد موسیٰ کاظم انہیں ان کے والد جعفر صادق انہیں ان کے والد محمد باقر انہیں ان کے والد زین العابدین انہیں ان کے والد امام حسین انہیں ان کے والد علی المرتضیٰ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کو جبرئیل امین نے اور جبرئیل کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو بھی ان کلمات کو پڑھے گا۔ وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا۔ اور جو میرے قلعہ میں آگیا۔ وہ عذاب سے امن میں ہو گیا۔ اس حدیث قدسی کی روایت کرنے کے بعد آپ نے پھر سے پردہ ڈال لیا۔ اور چل پڑے۔ آپ سے اس حدیث پاک کو لکھنے والوں کی تعداد کی گئی۔ تو بیس ہزار کے لگ بھگ تھے۔ ایک اور

حدیث کی روایت یوں بھی آپ سے آتی ہے۔ "ایمان" قلب کے لیے معرفت "اقرار" زبان کے لیے اور "عمل" ارکان کے لیے معرفت ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ دونوں احادیث الگ الگ واقعہ کے پیش نظر ہوں۔ امام احمد کہتے ہیں۔ کہ اگر میں اس حدیث کی اسناد کو پڑھوں۔ تو اسے سن کر "صاحبِ جنون" تندرست ہو جائے۔

(صواعق محرقہ ص ۲۰۵ تذکرہ امام علی رضا)

فصل بستم

فضائل امام محمدؑ بن علی بن موسےٰ بن جعفر المعروف امام تقی

۱ ــــ تعارف

شواھد النبوۃ

آپ نویں امام ہیں۔ آپ کا نام اور کنیت امام محمد باقرؑ سے ملتی ہے۔ اسی لیے آپ کو ابو جعفر ثانی بھی کہتے ہیں۔ لقب تقی اور جواد ہے۔ والدہ کا نام ام ولد تھا۔ انہیں خیزران بھی لکھا گیا ہے بعض ریحانہ کہتے ہیں۔ کہا گیا کہ ان کا تعلق حضرت ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھا۔ امام محمد بن علی کی ولادت رجب شریف مطابق ۱۹۵ھ بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔ اور وفات بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ معتصم کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے۔ کہ ان کی رحلت زہر دیئے جانے کی وجہ سے ہوئی۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ ان کی قبر انہی کے دادا جناب موسیٰ کاظم کی قبر کی پچھلی طرف بغداد میں ہے۔ مامون الرشید آپ کے

فضل وعلم کا معترف تھا۔ جو آپ کو بچپن سے حاصل تھا۔ اسی لیے مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل ان کے نکاح میں دے دی۔ دونوں مدینہ منورہ آگئے۔ اور ہر سال ہزار ہزار درہم بھیجتا رہا۔
(شواہد النبوۃ ص ۲۵۴ تذکرہ امام تقی)

۲ — ان کے بچپن کا ایک عظیم واقعہ

شواهد النبوة

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ امام تقی کے والد جناب امام رضا کا جب انتقال ہو گیا۔ اس وقت ان کی عمر بارہ سال تھی۔ ایک مرتبہ بغداد کے کوچوں میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ اتفاق سے مامون الرشید کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ شکار کھیلنے جا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ماسوائے امام تقی کے سب لڑکے بھاگ نکلے۔ مامون قریب آیا۔ اور پوچھا۔ اے لڑکے! تو بھی دوسرے لڑکوں کی طرح ادھر اُدھر کیوں نہ ہوا؟ جواب دیا۔ اے امیر! راستہ تنگ نہیں کہ میں ادھر اُدھر ہو کر تمہارے لیے کشادہ کرتا۔ اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا۔ کہ بھاگ جاتا۔ مجھے آپ کے بارے میں حسنِ ظن بھی ہے۔ کہ آپ کسی کو بلاوجہ تنگ نہیں کرتے۔ مامون کو یہ گفتگو بہت بھائی۔ اس نے نام پوچھا فرمایا۔ مجھے محمد کہتے ہیں۔ پوچھا۔ کس کے بیٹے ہو؟ فرمایا۔

علی رضا میرے والد کا نام ہے۔ یہ سن کر مامون بہت خوش ہوا۔ اور راستہ لیا۔ مامون کے پاس شکاری باز تھے۔ جب وہ شہر سے باہر نکلا۔ تو اس نے ایک باز ایک چکور پر چھوڑا۔ باز نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا۔ تو اس کی چونچ میں نیم مردہ مچھلی سی تھی۔ یہ دیکھ کر مامون متعجب ہوا۔ اُسے ہاتھ میں لیے واپس آیا۔ جب اسی جگہ پہنچا۔ جہاں لڑکے کھڑے تھے۔ تو اس دفعہ بھی امام تقی کے سوا دوسرے تمام لڑکے ایک طرف ہٹ گئے۔ مامون نزدیک آیا۔ اور کہا۔ اے محمد! آپ نے لبیک کہی۔ پوچھا۔ بتلاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کردہ سمندر کی چھوٹی سی مچھلی کو خلفاء اور بادشاہوں کے ہاتھ تک جانے سے روک لیتا ہے۔ اور اہلِ نبوت اس سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مامون الرشید یہ بات سُن کر حیران رہ گیا۔ بہت دیر تک آپ کی طرف دیکھتا رہا۔ اور پھر کہا۔ آپ حقیقتاً ابنِ رضا ہیں۔ اس کے بعد مامون نے آپ کا مقررہ انعام دوگنا کر دیا۔

(شواہد النبوۃ ص ۲۵۵، صواعق محرقہ ص ۲۰۶)

۲ ـــــ آپ کی کچھ کرامات

ابو خالد کہتا ہے۔ کہ میں لشکر میں تھا۔ اور مجھے یہ خبر ملی۔ کہ یہاں ایک ایسا قیدی ہے۔ جسے شام سے زنجیریں پہنا کر لایا گیا ہے

لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ نبی بنا ہوا تھا۔ میں اس کو ملنے قید خانہ گیا۔ داروغہ کو کچھ دینے کے بعد میں اس سے ملا۔ وہ مجھے بہت عقلمند اور سنجیدہ شخص معلوم ہوا۔ میں نے اُسے اصل واقعہ بتلانے کو کہا۔ اُس نے یُوں بیان کیا۔

میں ملک شلم میں ایک ایسی جگہ عبادت کرتا تھا۔ جس کے متعلق مشہور تھا۔ کہ یہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نصب کیا گیا تھا۔ ایک رات کا واقعہ ہے۔ کہ میں اپنے عبادت خانہ میں اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ کہ اچانک میرے سامنے ایک شخص آیا۔ اور اس نے مجھے کھڑے ہونے کہا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ تھوڑا سا ہم چلے۔ کہ ہمارے سامنے کوفہ کی مسجد آ گئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ اس مسجد کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں یہ کوفہ کی مسجد ہے۔ اس نے کہا نماز پڑھو۔ ہم نے نماز پڑھی پھر وہ چلا گیا۔ اور میں بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ کچھ دیر چلنے کے بعد ہم مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے اندر موجود تھے۔ ہم دونوں نے طواف کعبہ کیا۔ وُہ پھر چل پڑا۔ میں بھی ساتھ تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں واپس اُسی جگہ پر آ گیا۔ جہاں کھڑے ہو کر میں اللہ کے ذکر میں مشغول تھا۔ پھر وُہ شخص غائب ہو گیا۔ یہ منظر سال بھر میرے سامنے گھومتا اور مجھے خوش کرتا رہا۔ جب دوسرا سال آیا۔ تو پھر وہی شخص نمودار ہوا۔ میں خوش ہوا۔ اور پھر وہی واقعہ جو گزشتہ سال ہوا۔ پیش آیا۔ اب جبکہ وہ مجھ سے علیحدہ ہونے لگا۔ تو میں نے اُسے خدا کی قسم دے کر کہ جس نے تمہیں یہ قدرت عطا کی۔ پوچھا۔ مجھے اپنے بارے میں بتلاؤ؟ اس

نے کہا۔ میں محمد بن علی رضا ابن موسیٰ بن جعفر ہوں۔ میں نے یہ واقعہ اپنے پاس آنے والے ایک شخص کو بتایا۔ اُس نے یہی واقعہ محمد بن عبدالملک زیات کو جا سُنایا۔ اس زیات نے ایک شخص میری گرفتاری کے لیے بھیجا۔ وُہ آیا۔ اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کے مجھے عراق سے لے آیا۔ اور قید کر دیا۔ جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ مجھ پر ایک بہتان باندھا گیا۔ جس کی پاداش میں مجھے یہ سب کچھ دیکھنا پڑا۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے امام تقی سے کہا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں صحیح صورت حال محمد بن عبدالملک کے گوش گزار کروں۔ چنانچہ میں نے سارا واقعہ قلمبند کیا۔ اور محمد بن عبدالملک کے پاس لے گیا۔ دیکھا تو اس رقعہ کی پشت پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

قل للذی اجرك من الشام الی هذه المواضع التی ذکرتها یخرجك من السجن۔ یعنی اس شخص سے کہو۔ کہ جس نے تجھے شام سے اِن مقامات کی طرف نکالا۔ وُہ تمہاری قید ختم کر دے۔ ابو خالد کہتا ہے۔ کہ میں بہت غمگین ہوا۔ وہ رقعہ میرے ہاتھ سے گر گیا۔ خیال آیا۔ کہ کل پھر اس قیدی کے پاس جا کر صبر کی تلقین کروں گا۔ مختصر یہ کہ جب میں دوسرے دن علی الصبح جیل خانہ پر پہنچا۔ تو وہاں کے سپاہی اور محافظ حیران کھڑے تھے۔

میں نے وجہ پوچھی۔ کہنے لگے۔ وہ شامی شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ گزشتہ رات سے غائب ہے۔ اور اس کی زنجیریں اور ہتھکڑی یہیں جیل میں ہی پڑی ہوئی ہیں۔ بہت

تلاش کیا۔ لیکن کوئی پتہ نہ چلا معلوم نہیں کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا۔ یا زمین اُسے کھا گئی۔ میں سُن کر حیران رہ گیا۔ میں نے کہا۔ کہ محمد بن عبدالملک زیات کا اس واقعہ کی تحقیق نہ کرنا، اور اس کا مذاق اڑانا یہ وجہ تھی کہ وہ شخص رہا ہو گیا۔ ابن صباغ نے ایسے ہی نقل کیا ہے۔

(نور الابصار ص ۸۵ تصنیف شیخ
مومن جی بن حسن مومن)

☆

فصل بستم

امام علی بن محمد بن علی بن موسیٰ المعروف امام نقی کے فضائل

۱۔ تعارف

شواھد النبوۃ

آپ دسویں امام ہیں۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ ھادی اور عسکری کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ ام ولد ہیں۔ جن کا نام ثمانہ تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ ام فضل بنت مامون کی لونڈی تھیں۔ آپ کی ولادت ۱۳/رجب ۲۱۴ھ کو مدینہ میں ہوئی مستنصر کے دور میں بمقام سرمن رائے بروز دوشنبہ جمادی الاخری ایام میں مطابق ۲۵۴ھ فوت ہوئے۔ آپ کی قبر سرمن رائے کی اس سرائے میں ہے۔ جو آپ کی ذاتی ملکیت تھی۔ (شواھد النبوۃ ص ۳۵۸)

۲۔ ——— آپ کی بعض کرامات

اوّل:

شواهد النبوة

متوکل نے ایک مرتبہ آپ کو مدینہ سے عراق طلب کیا۔ آپ سر من سرائے میں خان الصعالیک میں قیام پذیر ہوئے۔ یہ کوئی اچھی قیام گاہ نہ تھی۔ صالح بن سعید جو آپ کا معتقد تھا حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا۔ اے فرزند رسول! یہ گروہ آپ کی قدر و منزلت کو پوشیدہ رکھنے اور آپ کی آب و تاب کو مٹانے کے درپے ہے۔ اسی لیے ایسے مکان میں آپ کو ٹھہرایا گیا۔ امام نقی نے فرمایا۔ تو بھی اسی جگہ مقیم ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ حسین و جمیل باغات ان میں نہریں اور ندیاں رواں اور عجیب و غریب محلات ہیں۔ ان محلات میں صاحبان حسن و جمال غلام اور عورتیں موجود ہیں۔ یہ دیکھ کر صالح بن سعید کہتا ہے۔ کہ میں حیرت میں ڈوب گیا۔ مجھے دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں۔ یہ چیزیں ہمارے ساتھ رہتی ہیں۔ یاد رکھو۔ ہم خان الصعالیک میں نہیں ہیں۔

(شواہد النبوۃ ص ۳۶۱)

دوم:

شواھد النبوۃ

متوکل کے پاس ہندوستان سے ایک شعبدہ باز آیا ہوا تھا۔ ایک دن متوکل نے اُسے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ تم اپنے فن سے امام ہادی کو لوگوں کے سامنے شرمندہ کرو۔ اگر ایسا کرسکو۔ تو ایک ہزار دینار انعام ملے گا۔ اس نے کہا منظور ہے چھوٹی چھوٹی چند روٹیاں لائیں جائیں۔ وہ دستر خوان پر رکھی جائیں اور امام تقی کو اس دستر خوان پر جہاں بٹھایا جائے۔ مجھے ان کے پہلو میں جگہ دی جائے۔ پھر دیکھنا کیا تماشا بنتا ہے۔ متوکل نے یہ سب کچھ مہیا کر دیا۔ دستر خوان پر بیٹھنے کے بعد کھانا کھانے کی اجازت دی گئی۔ جب امام روٹیوں کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو روٹی ان سے دُور ہو جاتی۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ اور حاضرین خوب ہنسے۔ اتفاق سے اسی جگہ ایک قالین بچھا ہوا تھا۔ اس پر شیر کی تصویر بنائی گئی تھی۔ امام ہادی نے اس تصویر کو حکم دیا۔ کہ اس شعبدہ باز کو پکڑ لو۔ وہ تصویر صحیح شیر بن کر شعبدہ باز پر لپکی۔ اور پکڑ کر اُسے زمین میں گاڑ دیا۔ پھر وہ اسی قالین پر واپس کندہ ہو گئی۔ متوکل نے ہر چند درخواست کی۔ کہ حضور! اس کو زمین سے نکال دیں۔ مگر آپ نے نہ مانی۔ بلکہ فرمایا۔ بخدا! تم اس شعبدہ باز کو کبھی بھی نہ دیکھو گے۔ وہ مجلس

سے باہر آیا۔ اور آئندہ وہ شعبدہ باز کبھی نظر نہ آیا۔

(شواہد النبوۃ ص ۲۶۲ تذکرہ امام علی نقی۔)

سوم:

نور الابصار

اسباطی کہتا ہے۔ کہ میں عراق سے مدینہ منورہ جناب ابوالحسن علی بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمانے لگے۔ واثق کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا۔ خیر و عافیت تھی۔ کیونکہ میں سب سے آخر میں آیا تھا۔ اور میرے آتے وقت واثق بالکل خوش و خرم تھا فرمانے لگے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ مر گیا ہے۔ میں سمجھ گیا۔ کہ لوگوں سے مراد خود ان کی اپنی ذات ہے۔ بہر حال میں خاموش ہو گیا۔ پھر پوچھا۔ ابن زیات کا کیا حال ہے۔؟ میں نے کہا۔ عوام اس کے ساتھ ہیں۔ اس کا حکم جاری و ساری ہے۔ فرمانے لگے۔ اس پر نحوست آ گئی ہے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی تقادیر اور احکام نافذ ہو کر رہتے ہیں۔ دیکھو۔ واثق مر گیا ہے۔ اور جعفر متوکل نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ اور ابن زیات قتل ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا۔ یہ سب کچھ کب ہوا ہے۔ فرمانے لگے۔ تمہارے وہاں سے آنے کے چھ روز بعد۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد متوکل کا ایک قاصد مدینہ منورہ آیا۔ اس نے وہی خبر دی۔ جو آپ نے پہلے ہی سے دے رکھی تھی۔ نور الابصار ص ۹۵

۴۔ آپ کا ایثار

شواہد النبوۃ

ایک مرتبہ سر من رائے کے کسی گاؤں میں آپ قیام پذیر تھے۔ ایک اعرابی وہیں چلا گیا۔ آپ سے ملاقات ہوئی۔ آنے کی وجہ پوچھی کہنے لگا۔ میں آپ کے جد امجد حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے قلبی لگاؤ رکھتا ہوں۔ میں بہت بڑے قرضے کے نیچے دب کر رہ گیا ہوں۔ آپ کے سوا میری یہ مشکل کوئی دوسرا حل نہیں کر سکتا۔ لہذا کچھ کیجئے۔ فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ صبح ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں تمہیں کچھ باتیں کہتا ہوں۔ ان کو غور سے سنو۔ اور ان کی مخالفت نہ کرنا۔ اعرابی کہنے لگا۔ میں آپ کے ارشادات کی کیسے مخالفت کر سکتا ہوں۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے ایک تحریر لکھی۔ مضمون یہ تھا۔ کہ اس اعرابی کو اتنے پیسے دے دو۔ جو اس کے قرض سے زیادہ ہوں۔ کیونکہ یہ مقروض ہے۔ یہ رقعہ دے کر فرمایا۔ اسے لے جاؤ۔ اور میں جب سر من رائے میں واپس آؤں۔ تو میرے پاس آنا۔ اور مجھ سے قرض کا مطالبہ کرنا۔ بلکہ کچھ گرم سرد باتیں بھی کہہ دینا۔ دیکھو۔ میری نصیحت کی مخالفت نہ ہونے پائے۔ اعرابی نے وعدہ کیا۔ اور خط ہاتھ میں لیے واپس آ گیا۔ جب امام واپس سر من رائے تشریف لائے۔ آپ کے ارد گرد آپ کے جانثاروں اور دوستوں کا مجمع تھا۔ یہ اعرابی بھی

آگیا۔ اور اپنا مطالبہ پیش کر دیا۔ ساتھ ہی وہ رقعہ بھی ان کے حوالہ کر دیا۔ آپ اس کے مطالبہ کے جواب میں نرم نرم گفتگو فرماتے۔ اور اظہار معذوری بھی کرتے۔ اور ادائیگی کا وعدہ بھی فرماتے۔ جب اس واقعہ کی خبر خلیفہ متوکل کو ملی۔ تو اس نے تیس ہزار درہم بھیجے۔ آپ نے یہ تمام درہم اس اعرابی کو دیئے۔ اور فرمایا ان میں سے جو قرض ہے۔ وہ ادا کر دو۔ اور باقی سنبھال کر رکھو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔ اور مجھے معذور ہی خیال کرنا۔ اعرابی کہنے لگا۔ اے فرزند رسول! خدا کی قسم! آپ نے جو رحمت فرمایا۔ مجھے تو اس سے تین حصے کم کی امید تھی۔ سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ فلاں چیز کہاں جانی ہے۔

(شواہد النبوہ ص ۳۵۹ تذکرہ امام علی نقی)

فصل دوم بست

امام حسن بن علی المعروف هادی اور حسن عسکری کے فضائل

۱ تعارف

شواہد النبوۃ

آپ گیارہویں امام ہیں۔ لقب زکی اور کنیت ابو محمد ہے۔ خالص اور سراج بھی آپ کے لقب ہیں۔ اپنے والد محترم کی طرح "عسکری" لقب بھی مشہور ہے۔ ان کی والدہ ام ولد تھی۔ ان کا نام سوسن تھا۔ اس کے علاوہ دیگر ناموں سے بھی انہیں پکارا جاتا تھا۔ حضرت ہادی نے اپنی زوجہ کا نام "حدیث" رکھا تھا۔ مدینہ منورہ میں ۲۳۱ھ یا ۲۳۲ھ میں پیدائش ہوئی اور سر من رائے میں ۲۶۰ھ کو انتقال ہو گیا۔ اپنے والد کے

پہلو میں مدفون ہیں۔ آپ سے بہت سی کرامات اور خوارق عادات کا صدور ہوا۔

(شواہد النبوۃ ص ۲۶۳ تذکرہ حسن عسکری)

۲ ـــــ آپ کی کرامات کا تذکرہ

اوّل : شواھد النبوۃ

محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بیان کرتے ہیں۔ کہ میں بہت تنگ دست تھا۔ میرے والد نے مجھے اِن کی خدمت میں بھیجا۔ کیونکہ آپ سخاوت میں مشہور زمانہ تھے۔ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا۔ کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟ فرمانے لگے۔ نہ جانتا ہوں۔ اور نہ ہی آج تک انہیں دیکھنے کی سعادت میسر آئی۔ چنانچہ ہم سفر پر نکلے۔ میرے والد نے راستہ میں مجھ سے کہا۔ اگر امام نے ہمیں پانچ صد درہم عطا کیے۔ تو میں دو صد درہم کے کپڑے دو صد کا کھانے پینے کا سامان اور ایک سو کی دوسری اشیائے خوردنی لوں گا۔

میں نے کہا۔ اگر انہوں نے مجھے تین سو درہم دیئے۔ تو ایک سو کا کپڑا، ایک سو کا آٹا دانا اور ایک سو کا گدھا خرید کر کوہستان کی طرف نکل جاؤں گا بہرحال ہم آپ کے درِ دولت پر حاضر ہوئے۔ ابھی اپنی ضرورت کے متعلق کوئی بات بھی نہ کی تھی۔ کہ آپ کا ایک

غلام آیا۔ اور کہنے لگا۔ علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا اندر آ جائیں۔ ہم اندر آ گئے۔ امام عسکری کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا۔ اے علی! اب تک تم میرے پاس آنے سے کیوں رُکے رہے۔ میرے والد نے کہا۔ حضور! مجھے شرم آتی تھی۔ کہ میں اس غربت و تنگدستی کی حالت میں آپ کے پاس آؤں۔ ہم باہر آ گئے۔ تو آپ کا ایک غلام ہمارے پیچھے پیچھے آیا۔ اور اُس نے ایک تھیلی جس میں پانچ سو درہم تھے۔ میرے والد کو دی۔ اور کہا۔ کہ امام نے فرمایا ہے۔ اس میں سے دو صد کے کپڑے دو سو کا آٹا دانا اور ایک سو کی دوسری خوردنی اشیاء خرید لیں۔ پھر اس غلام نے ایک اور تھیلی مجھے دی۔ اس میں تین سو درہم تھے۔ اور کہا۔ کہ ایک سو کا آٹا ایک سو کے کپڑے اور تیسرے سو کا گدھا خرید لینا۔ لیکن کوہستان کا سفر نہ کرنا۔ کہیں اور چلے جانا اس جگہ کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔ میں وہاں گیا۔ شادی کر لی۔ اور اسی دن مجھے دو ہزار درہم ہاتھ آئے۔

(شواہد النبوۃ ص ۲۶۲ تذکرہ امام حسن عسکری)

دوم: شواھد النبوۃ

یہ کرامت "جامع الکرامات" میں ہے۔ ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری بیان کرتا ہے۔ کہ میں، حسن بن محمد، محمد بن ابراہیم اور پانچ چھ افراد قیدی تھے۔ ہمارے درمیان "جوسق" بھی

تھا۔ اچانک ابو محمد حسن بن علی عسکری اور ان کے بھائی جعفر تشریف لائے۔ ہم نے امام حسن عسکری کو گھیرے میں لے لیا۔ قید خانہ کا کا داروغہ صالح بن یوسف حاجب تھا۔ ہمارے ساتھ ایک اجنبی بھی قیدی تھا۔ امام حسن عسکری ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ اگر یہ شخص تمہارے درمیان نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں تبلا دیتا۔ کہ تم کب رہائی پاؤ گے۔ اس شخص نے تمہارے بارے میں شکایت کی ہے۔ اور تمہاری گفتگو اس نے اوپر پہنچائی ہے۔ وہ تحریر ابھی اس کے کپڑے میں لپٹی ہوئی ہے۔ تمہیں علم نہیں۔ لہذا محتاط رہنا۔ ابو ہاشم نے کہا۔ کہ ہم نے اس شخص پر حملہ کیا۔ اور اس کی جامہ تلاشی لی۔ وہ تحریر بھی مل گئی۔ وہ اس سے چھین لی۔ اور آئندہ احتیاط برتنی شروع کر دی۔ سیدنا حضرت حسن قید خانہ میں روزہ رکھتے تھے۔ افطار کے وقت ہم ان کے ساتھ کھانا کھاتے۔ اور پانی پیتے۔ اور ابو ہاشم کہتا ہے۔ کہ میں بھی ان کے ساتھ روزہ رکھتا تھا۔ میں روزہ رکھنے کی وجہ کمزور ہو گیا ایک دن غلام میرے لیے میٹھی روٹی لایا۔ میں قید خانہ میں علیحدہ چلا گیا۔ وہاں کھایا پیا۔ پھر واپس لوگوں میں آ گیا۔ اس بات کا کسی کو بھی علم نہ ہوا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا۔ تو مسکرائے اور فرمایا۔ روزہ افطار کر کے شرمندہ ہو رہے ہو۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔ دیکھو جب کمزور ہو رہے ہو۔ تو قوت کے حصول کے لیے گوشت کھایا کرو۔ میٹھی روٹی میں اتنی طاقت نہیں ہوتی۔ ابو ہاشم کا کہنا ہے۔ کہ میں نے آپ کو قسم دی۔

کہ تین دن روزہ نہ رکھیں۔ کیونکہ جسم کی کمزوری تین دن سے کم عرصہ میں ختم نہیں ہوتی۔ ابو ہاشم کہتا ہے۔ کہ چونکہ سر من رائے میں قحط پڑ گیا تھا۔ اس لیے ابو محمد حسن کی قید مختصر رہی۔ کیونکہ خلیفہ معتمد بن متوکل نے نماز استسقاء کے لیے لوگوں کو باہر جانے کا حکم دیا۔ تین دن تک نماز پڑھی گئی۔ لیکن بارش نہ ہوئی۔ چوتھے دن یہودی پوپ جنگل کی طرف گیا۔ اس کے ساتھ نصاریٰ اور دیگر راہب بھی تھے۔ ان میں ایک راہب ایسا تھا۔ جب وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا۔ تو موسلا دھار بارش پڑنے لگتی۔ دوسرے دن بھی جب وہ باہر نکلے۔ تو موسلا دار بارش ہوئی۔ لوگوں نے جب یہ ماجرا دیکھا۔ تو حیرت زدہ ہو کر شکوک وشبہات میں پڑ گئے۔ اور کچھ لوگوں نے تو عیسائیت قبول بھی کر لی تھی۔ یہ بات خلیفہ کے لیے مشکل بن گئی۔ اور گھبراہٹ کے عالم میں قید خانہ کے داروغہ صالح بن یوسف کو پیغام بھیجا۔ کہ امام حسن عسکری کو رہا کر کے میرے پاس لاؤ۔ جب امام حسن عسکری آئے۔ تو خلیفہ نے کہا۔ خدارا امت کو بچائیے۔ اس پر عظیم مصیبت آن پڑی ہے۔ کیونکہ لوگ عیسائیت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ امام نے فرمایا۔ ان کو اب تیسرے روز بھی باہر نکلنے کا حکم دو۔ خلیفہ نے کہا۔ اب بارش کی ضرورت نہیں رہی۔ لہذا لوگوں کے باہر نکلنے کا کیا فائدہ؟ امام نے فرمایا۔ یہ اس لیے تاکہ میں لوگوں کے شکوک وشبہات دور کر دوں۔ اس پر خلیفہ نے راہبوں اور عالموں کو حکم دیا۔ کہ اب تیسرے روز بھی آئیں۔ اور دوسرے لوگ بھی نکلیں۔ عیسائی جنگل کی طرف نکلے۔ ان کے ساتھ امام حسن عسکری بھی تشریف

ے گئے۔ آپ کے ساتھ بھی کافی لوگ تھے۔ عیسائی حسب سابق بارش طلب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کا راہب بھی تھا۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ راہبوں نے بھی اسی طرح کیا۔ آسمان پر بادل چھا گئے۔ اور بارش ہو گئی۔ سیدی ابو محمد حسن عسکری نے اس راہب کا ہاتھ پکڑ لینے کا حکم دیا۔ اور اس کے ہاتھ میں جو کچھ تھا۔ وہ بھی لے لینے کا حکم دیا۔ اس کی انگلیوں میں کسی آدمی کی ہڈی تھی۔ امام نے اُسے کپڑے میں لپیٹ دیا۔ پھر فرمایا اب بارش کی دعا کرو۔ مگر کچھ نہ ہوا۔ اور بادل بکھر گئے۔ سورج نکل آیا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔ خلیفہ نے حیرانی سے امام حسن عسکری سے پوچھا یہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ایک پیغمبر کی ہڈی ہے۔ جسے یہ لوگ قبر سے نکال کر لائے ہیں۔ آسمان کے نیچے جس نبی کی ہڈی ننگی کر دی جائے فوراً بارش نازل ہوتی ہے۔ لوگ خوش ہوئے اور اس ہڈی کا امتحان لیا۔ تو واقعی ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد امام ابوالحسن سر من رائے میں اپنے گھر تشریف لے آئے۔ خلیفہ اور اس کے ساتھی بہت خوش ہوئے امام نے ان سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کا پوچھا۔ خلیفہ نے امام کے طفیل ان کی تمام رہائی کا حکم دے دیا۔ خلیفہ کی طرف سے امام کو تحفہ جات اور ہدایا گھر بیٹھے ملتے رہے۔ یہ واقعہ بہت سے تاریخ دانوں نے نقل کیا ہے۔

نوٹ: یہ آخری روایت درایتاً صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یہ متفق علیہ ہے کہ انبیاء کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔ اور اس میں نبی کی ہڈی کا ذکر اس کے خلاف ہے۔

☆

سوم :

نور الابصار

اسماعیل بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ سیدی حسن کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب آپ باہر تشریف لائے۔ تو میں کھڑا ہو گیا۔ اور قسم کھا کر کہا۔ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں۔ آپ میری ضرورت پوری فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ قسم کھاتے ہو۔ اور وہ دو سو دینار جو تم نے زمین میں دفن کر رکھے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میں یہ اس لیے نہیں کہہ رہا۔ کہ تجھے نہ دینے کا بہانہ بنا رہا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے غلام سے فرمایا۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے دے دو۔ اس نے مجھے ایک سو دینار دیئے۔ میں شکریہ کرتے ہوئے واپس پلٹ آیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ مجھے خطرہ ہے۔ کہ تمہارے وہ دو سو دفن کردہ دینار گم نہ ہو جائیں۔ حالانکہ تو ان کا بہت محتاج ہے۔ وہاں گیا۔ دینار تلاش کیے۔ وہ مل گئے۔ میں نے جس جگہ وہ پہلے تھے۔ وہاں سے نکال کر دوسری جگہ انہیں دفن کر دیا۔ جس کی کسی کو خبر تک نہ تھی عرصہ گزر گیا۔ میں نے ان کا خیال تک نہ کیا۔ اچانک جب مجھے ضرورت پیش آئی۔ تو میں نے ان کی تلاش کی۔ لیکن وہ اس جگہ مجھے نہ ملے۔ اور میں اس پر بہت غمگین ہوا۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ میرے لڑکے کو اس جگہ کا پتہ چل گیا تھا۔ اور اس نے وہ دینار خرچ کر ڈالے تھے۔ اس طرح امام حسن عسکری کی وہ بات سچی ہوئی۔ جو آپ نے کافی عرصہ پہلے ارشاد

فرمائی تھی۔

(نور الابصار ص ۱۰۲ تذکرہ امام حسن عسکری)

چہارم:

نور الابصار

محمد بن حمزہ دُوری سے مروی ہے۔ کہ میں نے ابو ہاشم داؤد بن قاسم کے ہاتھ ایک خط امام حسن عسکری کو بھیجا۔ ابو ہاشم آپ کا گہرا دوست تھا۔ میں نے لکھا تھا۔ کہ میرے حق میں دعا کرائی جائے۔ کہ میں امیر ہو جاؤں کیونکہ میری حالت بڑی تنگ تھی۔ اور رسوائی کا خطرہ تھا۔ آپ نے ابو ہاشم کے ہاتھ ہی جواب دیا۔ اور لکھا۔ کہ خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے غنا لکھ دی ہے۔ تمہارا چچا زاد بھائی یحییٰ بن حمزہ فوت ہو گیا ہے اس نے ایک لاکھ درہم بطور ترکہ چھوڑا ہے۔ اور تمہارے بغیر اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ یہ مال عنقریب تمہیں مل جائے گا۔ اس لیے اللہ کا شکر بجا لاؤ۔ ضرورت کے مطابق خرچ کرنا۔ اور اسراف سے بچنا۔ اور اللہ تعالیٰ کا حق بھی اس سے ادا کرنا۔ جب وہ رقم مجھے ملی۔ تو میں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ اور باقی رقم محفوظ رکھ لی اور فضول خرچی چھوڑ دی۔

(نور الابصار ص ۱۰۲)

فصل سوم بست

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۔ تعارف:

یہ بارہویں امام ہیں۔ ان کے متعلق ہم عقائد جعفریہ جلد دوم ص ۱۹۵ پر تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ اس لیے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ آپ قیامت کے قریب پیدا ہوں گے۔ اور تیس چالیس سال کی عمر شریف میں حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان سے ظہور فرمائیں گے۔ جیسا کہ علامہ السیوطی نے فتاوٰی حاوی میں کچھ اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

۱۔ امام حاکم نے جناب عبداللہ بن حارث سے حدیث بیان کی ہے فرمایا۔ کہ جب امام مہدی تشریف لائیں گے۔ تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی ہوگی۔ یوں نظر آئیں گے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کا کوئی نوجوان ہے۔

۲۔ جب امام مہدی تشریف لائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ تیس ہزار

فرشتوں کو ان کی مدد کے لیے بھیجے گا۔ یہ فرشتے اِن کے مخالفوں کی پُشت اور اُن کے منہ پر چوٹیں ماریں گے۔ امام مہدی کی عمر بوقت بعثت چالیس سال کے لگ بھگ ہو گی۔

(فتاوٰی حادی جلد دوم ص ۷۲)

نوٹ:

اہل سنت و جماعت کا امام مہدی کے بارے میں یہ عقیدہ ہے۔ کہ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ جب تشریف لائیں گے۔ ان کی پیدائش اسی وقت ہو گی۔ وہ اپنے مہدی ہونے کا اعلان تیس چالیس سال کی عمر میں کریں گے۔ اور چالیس برس تک حکومت کریں گے۔ گویا مجموعی طور پر ان کی عمر ستر اسی برس ہو گی۔ لیکن اہل تشیع کے نزدیک وہ پیدا ہو کر ایک غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور مناسب وقت پر وہاں سے نکلیں گے۔ ان کے ہاں غیبت صغریٰ اور کبریٰ کے نام سے افسانے بنے ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کا تفصیلی ذکر عقائد جعفریہ جلد دوم از ص ۱۹۵ تا ۲۵۶ پر کیا ہے۔

۲۔ ان کے مختصر فضائل و مناقب:

شواهد النبوة

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جامع الاصول میں روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علاماتِ قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر دنیا کی عمر صرف ایک دِن باقی رہ جائے۔ اور میری اہل بیت میں سے میرا ہم نام پیدا نہ ہوا ہو۔ تو اللہ تعالےٰ اس

ایک دن کو اتنا طویل کر دے گا۔ کہ میرے اہل بیت سے میرا ہمنام شخص پیدا ہو گا۔ اور وہ تمام زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا اور اس کی آمد سے پہلے زمین پر ہر طرف ظلم وجور کا دور دورہ ہو گا۔ ایک اور روایت میں ہے۔ کہ دین اس وقت تک ختم نہ ہو گا۔ جب تک کہ میرے اہل بیت کا ایک میرا ہمنام شخص پوری مملکت عرب کا مالک وقابض نہ ہو جائے۔ یہ روایت ابو داؤد نے ذکر کی ہے۔ جامع الاصول میں ابو اسحاق سے مروی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے امام حسن کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ میرا یہ بیٹا سردار ہو گا۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے۔ اور اس کی اولاد سے ایک ایسا آدمی پیدا ہو گا۔ جو تمہارے نبی کا ہم نام ہو گا۔ وہ خلقۃً میرے مشابہ نہ ہو گا۔ لیکن اخلاق اس کے میرے مشابہ ہوں گے۔ پھر اس کے بعد درج ذیل الفاظ ہیں کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ فتوحات مکیہ نے امام مہدی کے بارے میں لکھا۔ کہ وہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) کا ملین میں سے ہو گا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس نائب کو اس وقت پیدا فرمائے گا۔ جب ساری زمین ظلم وجور کا نمونہ بن چکی ہو گی۔ یہ اللہ کا نائب اسی زمین میں عدل وانصاف کا بول بالا کرے گا۔ بالفرض اگر دنیا کا ایک دن باقی رہ گیا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اس قدر طویل کر دے گا۔ اور آنے والا یہ خلیفۃ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ کی اولاد سے ہو گا۔ اس کا نام حضور کے نام پر ہو گا۔ اس کی کنیت حسن بن علی کے ساتھ ملتی ہو گی۔

وہ مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان لوگوں سے بیعت لے گا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خلقت میں مشابہت رکھتا ہو گا۔ لیکن اخلاق میں مشابہت رکھتا ہو گا لیکن اخلاق میں آپ سے کم تر ہو گا۔ یہ اس لیے کہ کوئی شخص اخلاق میں پیغمبر اسلام کا ثانی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انك لعلی خلق عظیم۔

(شواھد النبوۃ ص ۳۷۲)

۲۔ آپ کی شان میں چند احادیث

اول: نور الابصار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض دنیا کا ایک دن ہی باقی رہ جائے۔ تو بھی اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک شخص ایسا بھیجے گا۔ جو دنیا کو عدل سے بھر دے گا۔ جبکہ اس کی آمد سے پہلے دنیا ظلم کا نمونہ بنی ہو گی۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے ذکر کیا ہے۔ ابو داؤد اور ترمذی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ امام مہدی مجھ سے ہے۔ اس کا چہرہ خوبصورت ناک اونچی ہو گی۔ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جبکہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہو گی۔ ابوداؤد نے مزید کہا۔ کہ وہ سات سال تک دنیا کا مالک رہے گا۔

(نور الابصار ص ۱۱۰)

دوم: نور الابصار

ترمذی نے کہا کہ ثابت کی حدیث صحیح ہے۔ طبرانی نے اسے اپنی معجم میں ذکر کیا ہے۔ ابن شیرویہ نے کتاب الفردوس میں الف و لام کے باب میں ابن عباس سے ذکر کیا ہے۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مہدی اہل جنت کا طاؤس ہے۔

(نور الابصار ص ۱۱۱)

سوم: نور الابصار

حذیفہ بن یمان سے روایت ہے۔ کہ سرکار دو عالم نے فرمایا۔ مہدی میرا بچہ ہے۔ اس کا چہرہ روشن ستارے کی طرح ہو گا۔ اس کا رنگ عربی اور جسم لمبا ہو گا۔ وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا جیسے پہلے وُہ ظلم سے بھری ہو گی۔ وہ اپنی خلافت کی وجہ سے آسمان و زمین و فضا والوں کے نزدیک پسندیدہ ہو گا۔ دس سال تک زمین کا مالک رہے گا۔

(نور الابصار ص ۱۱۱)

چہارم: نور الابصار

ابونعیم نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا جب خراسان سے آئے ہوئے سیاہ جھنڈے دیکھو۔ تو ان کی طرف جاؤ۔ اگرچہ تمہیں برف پر گھٹنوں کے بل چلنا پڑے۔ کیونکہ ان

میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہو گا۔

(نورالابصار ص ۱۱۱)

پنجم: نورالابصار

ابونعیم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مہدی ایک گاؤں سے باہر تشریف لائیں گے۔ جس کا نام "کریم" ہو گا۔ ابن ماجہ نے حضرت عیسیٰ کے نزول کے بارے میں ایک طویل حدیث ابوامامہ باہلی سے ذکر فرمائی۔ جس میں مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں دجال کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ مدینہ منورہ اپنے آپ کو خبیث لوگوں سے پاک کرے گا۔ جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔ اُس دن کو "یوم الخلاص" کہا جائے گا۔ ام شریک نے عرض کیا۔ عرب اس دن کہاں ہوں گے۔ حضور نے فرمایا۔ وہ اس وقت تھوڑے ہوں گے۔ ان سے بڑے لوگ بیت المقدس میں ہوں گے۔ حضور نے فرمایا۔ پہلے گزر چکا ہے۔ کہ وہ تمہیں صبح کی نماز پڑھا رہے ہوں گے۔ کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ تمہارا امام پیچھے ہونے کا ارادہ کرے گا۔ تاکہ عیسیٰ بن مریم نماز پڑھائیں۔ تو عیسیٰ بن مریم ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے۔ آپ ہی نماز پڑھائیں۔

(نورالابصار ص ۱۱۱)

ششم: نور الابصار

حضرت ابو ہریرۃ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم کس قدر خوش نصیب ہو گے۔ جبکہ تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ اور نماز میں تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا۔ یہ روایت صحیحین نے روایت کی۔

(نور الابصار ص ۱۱۲)

ہفتم: نور الابصار

جابر بن عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ میری امت سے ایک جماعت حق پر لڑائی کرے گی۔ وہ قیامت تک غالب رہے گی۔ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے۔ اُن کا امیر کہے گا۔ آپ نماز پڑھائیں۔ وہ اس امت کا احترام کرتے ہوئے فرمائیں گے۔ تم ہی ایک دوسرے کے امام ہو۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ابو ہارون عبدی سے مروی ہے نیز انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آخر زمانہ میں خلیفہ ہوگا۔ جو مال تقسیم تو کرے گا۔ لیکن اُسے شمار نہیں کرے گا۔

(نور الابصار ص ۱۱۲)

☆

ہشتم: نورالابصار

امام احمد نے اپنی مسند میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں۔ کہ ایک ایسا شخص آئے گا۔ جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جبکہ وہ اس سے پہلے ظلم وجور کا نمونہ بنی ہوگی۔ زمین وآسمان اس سے راضی ہوں گے۔ لوگوں میں برابر مال صحیح طور پر وہ تقسیم کرے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے دل غنا سے بھر دے گا۔ حتیٰ کہ منادی سے ندا کروائے گا۔ کہ جس کو مال کی ضرورت ہو۔ وہ آکرلے جائے۔ لوگوں میں سے صرف ایک شخص کھڑا ہو کر کہے گا۔ کہ میں محتاج ہوں آپ اسے کہیں گے۔ جاؤ میرے خازن سے کہو۔ کہ مہدی تجھے حکم دیتا ہے۔ کہ مجھے مال دو۔ وہ اس سائل کے کپڑے مال سے بھر دے گا۔ حتیٰ کہ وہ نادم ہو کر کہے گا۔ میرا نفس تمام امت محمدیہ سے زیادہ حریص ہے۔ اوران کی طاقت ووسعت سے عاجز رہے یہ کہہ کر وہ مال واپس کر دے گا۔ خازن واپس قبول نہ کرے گا۔ اور کہے گا۔ جو ہم دے دیتے ہیں۔ وہ واپس نہیں لیا کرتے۔ مہدی سات، آٹھ یا نو برس اسی طرح رہیں گے۔ پھر اس کے بعد زندگی اچھی نہ رہے گی۔ یا فرمایا۔ اس کے بعد موت اچھی ہو جائے گی۔

(نورالابصار ص ۱۱۲)

نہم:

نور الابصار

ابو سعید خدری کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زمانہ ختم ہونے اور فتنوں کے ظاہر ہونے کے وقت ایک شخص مہدی نامی ظاہر ہوگا۔ اس کی بخشش بہت ہوگی۔

(نور الابصار ص ۱۱۳)

دہم:

نور الابصار

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مہدی آئے گا۔ تو اس کے سر پر بادل ہوگا۔ اور اس میں سے فرشتہ آواز دے گا۔ یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔ اس کی اطاعت کرو۔ یہ روایت ابو نعیم اور طبرانی وغیرہ نے ذکر کی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص پوری زمین کا مالک نہ ہوگا۔ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ وہ قسطنطنیہ اور رومیہ کو فتح کرے گا۔ اگر بالفرض قیامت میں ایک دن ہی باقی رہ جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اس قدر

طویل کر دے گا۔ کہ وہ قسطنطنیہ وغیرہ کو فتح کرے گا۔ یہ عبارت حافظ ابونعیم کی ہے۔ انہوں نے کہا کسی شک و شبہ کے بغیر یہی مہدی ہے۔ تاکہ روایات متفق ہوں۔ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ خلفاء کے بعد امراء ہوں گے۔ امراء کے بعد جابر بادشاہ ہوں گے۔ پھر میرے خاندان سے مہدی ہو گا۔ جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جبکہ وہ پہلے ظلم سے معمور ہو گی۔

(نورالابصار ص ۱۱۲)

یازدہم:

نورالابصار

ابونعیم نے فوائد میں اور طبرانی نے معجم میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم سے روایت کرتے ہیں۔ مہدی کے زمانہ میں میری امت مال و دولت سے خوب سیر ہو گی۔ ایسی نعمتیں ملیں گی۔ جو انہوں نے کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔ آسمان ان پر خوب بارش برسائے گا۔ زمین اپنی ساری برکتیں باہر نکالے گی۔

(نورالابصار ص ۱۱۴)

دوازدہم:

ابوداؤد نے زر بن عبدالعزیز سے روایت کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہو گی۔ جب تک میرے

اہل بیت سے ایک شخص تمام زمین کا مالک نہ ہو جائے۔ اس کا نام میرے نام جیسا ہو گا۔

(نورالابصار ص ۱۱۴)

نوٹ:

فضائل اہل بیت کا باب ہم نے اس لیے تحریر کیا۔ کہ اہل تشیع کی طرف سے اس بات کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ کہ اہل بیت کے ساتھ اہل سنت کو کوئی محبت نہیں۔ حقیقی اور اصلی محب اہل بیت ہم ہی ہیں۔ ہم نے اہل سنت کی معتبر کتب سے صرف چند باتیں اہل بیت کے فضائل میں ذکر کیں۔ یُوں سمجھئے۔ کہ روپے میں سے ایک پیسہ ذکر کیا گیا۔ ہم امید رکھتے ہیں۔ کہ جو شخص ان چند حوالہ جات کو ملاحظہ کرے گا۔ وہ کبھی بھی اس فریب میں نہ آئے گا۔ کہ سنیوں کو اہل بیت و آل رسول سے کوئی محبت نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ شیعوں کی کتب میں جو اہل بیت کے فضائل ملتے ہیں۔ وہ دراصل ہماری ہی کتب سے لیے گئے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں۔ جو ان کے گھڑے ہوئے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل چہارم بست

فضائل اہل بیت علی الاطلاق

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کشتی نوح کی مانند ہے

۱۔ صواعق محرقہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اہل بیت حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے۔ جو اس میں سوار ہو گیا۔ وہ نجات پا گیا۔ اہل بیت رسول "باب حطہ" کی مثل ہے۔ جو اس میں داخل ہو گیا اس کے گناہ معاف ہو گئے۔

(صواعق محرقہ ص ۱۵۰)

ب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے ضمن میں ابن سعد نے ذکر کیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔ میری اہل بیت سے بہتر سلوک کرو۔ میں ان کے بارے میں کل قیامت کو جھگڑا کروں گا۔ اور جس سے

میرا جھگڑا ہو گیا۔ وہ دوزخی ہو گا۔ اور جس نے میری اہلبیت کی اتباع کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ سے مغفرت و جنت کا ٹھیکہ لے لیا۔

(صواعق محرقہ ص ۱۰۵)

ج۔ حضور کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ جنت میں میں اور میری اہل بیت ایک ایسے درخت کی مانند ہیں۔ جس کی شاخیں دنیا میں موجود ہیں۔ اب جس کی مرضی ہے۔ انہیں تھام لے۔ اور اپنے رب کی طرف جانے کا ذریعہ بنا لے۔

(صواعق محرقہ ص ۱۰۵)

د۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو سات نجیب اور رفیق عطا فرمائے ہیں۔ اور مجھے بالخصوص چودہ عطا فرمائے۔ عرض کیا گیا۔ وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ علی، حسن، حسین، جعفر، حمزہ، ابو بکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، مقداد، حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہم) یہ حدیث حسن ہے۔ اور ایک طریقہ سے غریب ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ سے یہ موقوفاً بھی مروی ہے۔

(ترمذی شریف مترجم جلد دوم
ص ۳۸۸ مناقب اہل بیت نبی۔
مطبوعہ ربانی بک ڈپو دہلی۔)

ہ۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اللہ سے محبت کرو۔ اور میری محبت کی وجہ سے میری اہل بیت سے محبت رکھو۔

(ترمذی شریف جلد ۲ ص ۳۸۸)

۲۔ اہل بیت سے محبت رکھنے والے کو بروز حشر شفاعتِ مصطفےٰ حاصل ہو گی۔

ا۔ مجمع الزوائد

حسن بن علی کہتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اہل بیت سے محبت کو اپنے لیے لازم کر لو۔ کیونکہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی۔ (یعنی وہ انتقال کر گیا) اور یہ ملاقات اس حالت میں ہوئی۔ کہ اُسے ہم سے پیار تھا۔ تو ہماری شفاعت کے ساتھ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ مجھے اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کسی شخص کو اس کا کوئی (نیک) عمل اس وقت تک نفع نہ دے گا۔ جب تک وہ ہمارے حق کو نہ پہنچانے۔

(مجمع الزوائد جلد پنجم جزء ۹ ص ۱۷۲)

ب: کنز العمال

زید بن ارقم کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ، علی اور حسن و حسین کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ جو ان سے جنگ کرے گا۔ میں اُس سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان کو کچھ نہیں کہے گا میں بھی اُسے کچھ نہیں کہوں گا۔ (کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۴۰ مطبوعہ حلب طبع جدید)

ج: کنزالعمال:

حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں ملاقات کی خاطر تشریف لائے۔ رات آپ نے ہمارے ہاں ہی بسر فرمائی۔ حسن وحسین دونوں سو رہے تھے۔ رات کو امام حسن نے پانی مانگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشکیزے کے پاس گئے۔ اور پیالہ میں پانی ڈالا۔ دوسری روایت کے مطابق آپ بکری کے پاس تشریف لے گئے۔ اور پیالہ میں اس کا دودھ نکالا۔ جب آپ پیالہ دے کر آئے۔ تو حسین نے بھی اس کو پکڑ لیا۔ آپ نے حسین کو پینے سے روک دیا۔ (ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ نے اپنا ہاتھ حسین کی طرف جھکایا) اس طرح آپ نے امام حسن سے ابتداء فرمائی۔ یہ دیکھ کر سیدہ فاطمہ بولیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حسن زیادہ پیارے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بات یہ نہیں۔ بلکہ معاملہ یہ ہے۔ کہ پانی مانگنے والا حسن تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بیٹی! تم میں، یہ دونوں بیٹے اور یہ سونے والا (حضرت علی المرتضیٰ) قیامت میں ایک ہی محل میں ہوں گے۔

(۱۔ کنزالاعمال جلد ۱۳ ص ۶۴۸ فصل فی فضلہم مجملاً۔ مطبوعہ حلب)

(۲۔ مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۹ ص ۱۷۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

د: کنزالعمال

حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین کے ہاتھ پکڑے۔ اور فرمایا۔ جو شخص مجھ سے، ان دونوں اور ان کے والدین سے محبت رکھتا ہے۔ وہ قیامت کو ہمارے محل میں ہمارے ساتھ ہوگا۔

(کنزالعمال جلد ۱۳ ص ۶۳۹ مطبوعہ حلب)

ر: کنزالعمال

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک مقام ہے۔ جسے وسیلہ کہتے ہیں۔ اور جب تم دعا کرو۔ تو میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ حضرات صحابہ کرام نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! اس مقام وسیلہ میں آپ کے ساتھ اور کون کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔ علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم

(کنزالعمال جلد ۱۳ ص ۶۳۹ مطبوعہ حلب طبع جدید)

ز: کنزالعمال

حذیفہ بن یمان کہتے ہیں۔ کہ میری والدہ نے مجھے پوچھا۔ کہ تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ کتنا عرصہ ہو چکا ہے میں نے جواب دیا کہ اتنا اتنا اور پھر والدہ سے عرض کی۔ آپ مجھے اس بات

کی اجازت دے دیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کروں۔ اور پھر آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں جب تک آپ میرے اور تمہارے لیے بخشش طلب نہ کریں۔

(والدہ نے اجازت دے دی) لہذا میں نے نماز مغرب آپ کی اقتداء میں ادا کی۔ پھر آپ نے نماز عشاء پڑھائی۔ بعد میں نوافل میں مشغول ہو گئے۔ حتیٰ کہ مسجد نمازیوں سے خالی ہو گئی۔ صرف میں اور حضور موجود تھے۔ اتنے میں ایک آدمی آیا۔ اور آپ سے مناجات کرنے لگا۔ پھر وہ چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز پہچان کر پوچھا حذیفہ ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی حضور! فرمایا۔ کیسے آنا ہوا اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہاری والدہ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اس وقت ہمارے پاس ایک ایسا فرشتہ موجود ہے۔ جو آج سے پہلے کبھی بھی زمین پر نہیں آیا۔ آج اس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ اسے مجھ پر سلام پڑھنے کا موقعہ عطا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت عطا فرما دی۔ اور مجھے اس امر کی بشارت بھی دی۔ کہ فاطمہ جنت میں عورتوں کی سردار اور حسنین کریمین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۴۰ مطبوعہ حلب طبع جدید)

س: کنز العمال

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف فرما تھے۔ ایک خادمہ حاضر ہوئی۔ اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! علی اور فاطمہ دروازہ پر آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہٹ جا۔ میرے اہل بیت آئے ہیں۔ میں (ام سلمہ) ہٹ کر

ایک کونہ میں بیٹھ گئی۔ جب یہ حضرات اندر تشریف لائے۔ تو دونوں نے حسنین کریمین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بٹھا دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ سے حضرت علی اور دوسرے سے حضرت فاطمہ کو پکڑ کر اپنے ساتھ لگا لیا۔ ان کا بوسہ لیا۔ پھر سیاہ کملی کے ساتھ آپ نے سب کو ڈھانپ لیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ دعا فرمائی۔ "اے اللہ! میں اور میری اہل بیت تیری طرف لوٹنے والے ہیں نہ کہ جہنم کی طرف۔" یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آواز دی۔ یا رسول اللہ! میں بھی تو آپ کے اہل بیت میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں تو بھی میرے اہل بیت میں شمار ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۴۴ مطبوعہ حلب طبع جدید)

ش: مجمع الزوائد

عمر ابن شعیب کہتے ہیں۔ کہ میں زینب بنت ام سلمہ کے پاس حاضر ہوا۔ تو سیدہ زینب نے انہیں یہ حدیث سنائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ ام سلمہ کے پاس تھے۔ ان کے پاس حضرت علی فاطمہ اور حسنین کریمین تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کو ایک بغل اور حسین کو دوسری بغل میں لیا۔ اور سیدہ فاطمہ کو گود میں بٹھا لیا۔ اس کے بعد فرمایا۔ اے اہل بیت! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ بے شک وہ صفت و ثنا کا مالک ہے۔ میں اور ام سلمہ دونوں وہاں بیٹھی تھیں۔ یہ سن کر ام سلمہ رونے لگیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا۔ تو پوچھا۔ ام سلمہ! تم کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا۔ یا رسول! آپ نے ان حضرات کو اہل بیت کے لیے مخصوص فرما لیا ہے۔ مجھے اور میری بیٹی کو چھوڑ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔ تو اور تیری بیٹی بھی اہل بیت میں سے ہے۔

(۱۔ کنز العمال جلد ۱۳ص نمبر ۶۴۴ مطبوعہ حلب (۲۔ مجمع الزوائد۔ جلد ۵ جز ۹ ص ۱۶۷ مطبوعہ بیروت)

نوٹ: مقام غور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہل تشیع "اہل بیت نبی" میں شمار نہیں کرتے۔ اور اسی قسم کی احادیث بطور سند لاتے ہیں۔ جن میں حضرت علی، فاطمہ اور حسنین کریمین کا ذکر ہے۔ حالانکہ احادیث کے مضمون اس بات کا اشارہ کر رہے ہیں۔ کہ ان حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اہل بیت میں داخل فرمایا۔ جبکہ یہ اہل بیت نہیں تھے۔ کیونکہ "اہل بیت" کا معنی گھر والے ہوتا ہے۔ اور اپنی بیوی سے بڑھ کر دوسرا گھر والا کون ہو سکتا ہے۔؟ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو اہل بیت میں شامل کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ تو اس لفظ کا مصداق حقیقی ہیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں بھی آپ نے اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس گفتگو کی تفصیل تحفہ جعفریہ حصہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ ہم نے کتب شیعہ سے ثابت کیا ہے۔ اور دلائل پیش کیے ہیں۔ کہ ازواج مطہرات "اہل بیت" میں شامل ہیں۔

ص: مجمع الزوائد:

زید ابن ثابت کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہارے درمیان دو خلیفے چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جو زمین و آسمان کے درمیان بندھی ہوئی ہے اور دوسرا میرے اہل بیت۔ یہ دونوں ہرگز آپس میں جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھے آملیں گے۔

(مجمع الزوائد جلد پنجم ص ۱۶۲، ۱۶۳ مطبوعہ بیروت)

ض: مجمع الزوائد

ابو سعید خدری راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ پہلی چیز کتاب اللہ جو اللہ تعالیٰ کی رسی ہے اور زمین و آسمان کے درمیان بندھی ہوئی ہے۔ اور دوسری چیز میری اہل بیت ہے۔ یہ دونوں باہم جدا نہیں ہوں گی حتیٰ کہ حوض کوثر پر مجھے آملیں گی۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ جز ۹ ص ۱۶۳ مطبوعہ بیروت)

ط: مجمع الزوائد:

زید بن ارقم روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام جحفہ میں تشریف فرما تھے۔ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔ پھر فرمایا۔ میں نے ہر نبی کی عمر اپنے سے پہلے نبی کی بہ نسبت نصف پائی۔ اور بہت جلد مجھے بلاوا آئے گا۔ اور میں اس بلاوے کو قبول کر لوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، جنت و دوزخ حق ہیں؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں ہم گواہی دیتے ہیں۔ پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر سینہ پر رکھ کر فرمایا۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ پوچھا۔ تم نے سن لیا۔ سب نے کہاں۔ جی فرمایا۔ میں حوض کوثر پر تمہاری خوشی کی خاطر پہلے سے موجود ہوں گا پھر تم حوض کوثر پر آؤ گے۔ وہ چوڑائی میں صنعاء اور بصریٰ جیسا ہے۔ اس کے پیالے میں چاندی کے اور آسمانی ستاروں کے برابر ہوں گے۔ لہذا غور کرو۔ کہ تم ثقلین کو میرا کیسے خلیفہ بناؤ گے۔ ایک نے آواز سے پوچھا۔ یا رسول اللہ

ثقلین کیا ہے؟ فرمایا۔ ایک کتاب اللہ کہ جس کی ایک طرف اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں اور دوسری طرف تمہارے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ تاکہ گمراہی سے بچ جاؤ۔ اور دوسرا ثقل میری اہل بیت ہے۔ اور اللہ لطیف و خبیر نے مجھے تبلایا ہے کہ یہ دونوں ثقل باہم جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر مجھے آن ملیں گے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اس لیے تمہیں چاہیئے۔ کہ نہ تو ان دونوں سے آگے بڑھو اور نہ ان میں کمی کرو۔ ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور انہیں سکھلانے پڑھانے کی کوشش نہ کرنا۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ من کنت اولی به من نفسه فعلی ولیه۔ یعنی میں جس شخص کی ذات سے زیادہ عزیز ہوں۔ اس کا علی ولی ہے۔ اور دوست ہے اے اللہ! تو بھی اس سے محبت کر۔ جو علی سے محبت کرتا ہے اور اس سے تو بھی عداوت رکھ۔ جو علی کا دشمن ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۹ جزء ۹ ص ۱۶۳، ۱۶۴ مطبوعہ بیروت)

نوٹ: یہ حدیث "حدیث ثقلین" کے نام سے مشہور ہے۔ اہل سنت وجماعت کا اس بارے میں یہی عقیدہ ہے۔ جو حضرات صحیح سید اور آل رسول ہیں۔ وہ کبھی بھی قرآن اور اس کی تعلیمات سے منہ نہیں پھیریں گے۔ بلکہ قرآنی تعلیمات پر سب سے زیادہ عامل ہوں گے۔ گویا چلتی پھرتی شریعت ہوں گے۔ اور ان کا یہی طریقہ قیامت تک رہے گا۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملیں گے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

ردِ شیعہ میں ہماری مطبوعات کا مختصر تعارف

پہلی کتاب

تحفہ جعفریہ — ۵ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہ

اس کتاب کے تمام تر مضامین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذوات کے گرد گھومتے ہیں

مضامین جلد اول مقدمہ۔ اس بارہ میں کہ معتبر شیعہ مورخین کا اعتراف ہے کہ شیعہ مذہب کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ باب اول (مسئلہ خلافت) اس باب میں اولاً شیعوں کے وہ دلائل پیش کیے ہیں جو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل پر قائم کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ شیعہ کتب کی روشنی میں ان کا نہایت ٹھوس اور محققانہ رد کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خلفاء راشدین کی خلافتِ حقہ پر قرآن مجید اور شیعہ کتب وزنی دلائل درج کیے گئے ہیں۔ ہر دلیل اپنی جگہ ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ باب دوم۔ اس میں دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں شیعوں کے اس دعوے کی تردید کی گئی ہے کہ حضرت علی سے دست صدیق اکبر پر جبراً بیعت لی گئی تھی۔ اور فصل دوم میں شیعہ کی تضاد بیانی واضح کی گئی ہے۔ کہ ایک طرف شیعہ حضرت علی کی طاقت و قوت خدا تک پہنچا دیتے ہیں اور دوسری طرف انہیں بہت بڑا بزدل ثابت کرتے ہیں۔ باب سوم

اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیعہ سے نو عدد فولادی دلائل ہیں۔ باب چہارم۔ یہ باب فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق ہے (فصل اول) میں فضائل جملہ صحابہ کرام از کتب شیعہ (فصل دوم) میں کتب شیعہ سے خلفاء ثلاثہ کے مشترکہ فضائل (فصل سوم) میں ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم تینوں صحابہ کے علیحدہ علیحدہ مناقب بیان کیے گئے ہیں جو مکمل طور پر کتب شیعہ سے لیے گئے ہیں۔ کوئی انصاف پسند انہیں پڑھ کر شیعہ نہیں رہ سکتا۔

مضامین جلد دوم

باب اول۔ خلفاء ثلاثہ کے نبی وآل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاندانی اور نسبی تعلقات کے بارہ میں ہے (فصل اول) اس میں ابوبکر صدیق اور ان کے اہل بیت کے نبی وآل نبی سات رشتہ داریاں کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہیں۔ (فصل دوم) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نبی وآل نبی سے رشتہ داریاں اس ضمن میں نکاح ام کلثوم کے بارے میں چار طویل وعریض تحقیقی ابحاث ہیں۔ (فصل سوم) عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نبی وآل نبی سے اٹھ رشتہ داریاں از کتب شیعہ۔ اس ضمن میں مسئلہ بناتِ رسول پر کتب شیعہ کی روشنی میں بے مثل تحقیق لائی گئی ہے جو اس موضوع پر شیعوں کو عاجز کر دینے کے لیے کافی ہے۔ باب دوم نبی علیہ السلام علی المرتضےٰ اور اہل بیت رسول سے خلفاء ثلاثہ کے خوشگوار تعلقات۔ یہ بات تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ باب سوم۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور بنوامیہ کے اہل بیت رسول سے مذہبی تعلقات فصل اول۔ شان امیر معاویہ کتب اہل سنت واہل تشیع سے۔ فصل دوم

امیر معاویہ اور ان کے خاندان کے نبی علیہ السلام اور بنو ہاشم سے نسبی و خاندانی تعلقات۔ فصل سوم۔ دستِ امیر معاویہ پر حسنین کریمین کی بیعت کا ثبوت از کتب شیعہ۔ باب چہارم۔ فضائل امہات المومنین ازواجِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول۔ قرآن کی روشنی میں ازواج رسول آپ کی اہلبیت میں داخل ہیں۔ فصل دوم۔ فضائل جملہ ازواج از قرآن و کتب شیعہ فصل سوم۔ فضائل سیدہ عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما۔

مضامین جلد سوم

باب اول۔ (بحث فدک) اس میں آٹھ فصلیں ہیں۔ فصل اول۔ باغ فدک کی تحقیقی بحث جغرافیائی حدود۔ فصل دوم۔ شمولِ فدک در مال فئی اور فئی کا حکم از قرآن کتب شیعہ۔ فصل سوم۔ سیدہ فاطمہ کی ابوبکر صدیق سے ناراضگی کی تحقیقی۔ فصل چہارم۔ بنتِ رسول کی ناراضگی استحقاقِ خلافت پر اثر انداز نہیں فصل پنجم۔ ہبہ فدک کی سنی روایات کی جرح فصل ششم۔ انبیاء کی مالی میراث نہیں ہوتی۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہفتم سیدہ فاطمہ رضی صدیق اکبر سے راضی تھیں۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہشتم جنازہ سیدہ فاطمہ میں صدیق و فاروق کی عدم شمولیت کے طعن کا جواب۔ باب دوم۔ سے باب ہفتم تک۔ بوبکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی سیدہ عائشہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم پر شیعوں کے بعض اعتراضات کا نہایت ٹھوس اور منہ توڑ جواب ہے

مضامین جلد چہارم

جلد سوم کی طرح یہ بھی عظمتِ صحابہ پر کیے گئے اعتراضات کے جواب

یں ہے۔ جلد سوم اور جلد چہارم میں درج شدہ بعض اعتراضات یہ ہیں۔ ۱ صحابہ میدان احد سے بھاگ گئے۔ ۲ ابوبکر صدیق سے سورہ برارت کے اعلان کی ذمہ داری نبی علیہ السلام نے واپس لے کر علی المرتضٰے کو دے دی تھی۔ ۳ حدیث قرطاس۔ ۴ عمر فاروق نے سیدہ فاطمہ کو زندہ جلا دینے کی دھمکی دی۔ ۵ اور سیدہ فاطمہ کے بطن پر دروازہ گرا کر حمل ضائع کر دیا۔ ۶ حضرت عمر فاروق کو مدیبیہ میں نبی کی رسالت میں شدید شک ہو گیا تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کی منہ توڑ تردید۔ بعض اعتراضات یہ ہیں ۱ مروان کو نبی علیہ السلام نے مدینہ سے نکالا اور عثمان نے واپس بلایا۔ ۲ عثمان نے بنتِ رسول ام کلثوم رض کو قتل کیا۔ اور اس کی لاش سے جماع کیا۔ (معاذ اللہ) ۳ ابوذر غفاری رض جیسے جلیل القدر صحابی کو جلا وطن کر دیا۔ ۴ عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کر دیا۔ ۵ معتمد صحابہ کو معزول کر کے اپنے رشتہ داروں کو گورنریاں دے دیں۔ اس ضمن میں عثمانی گورنروں اور عمال کی فتوحات اور کارنامے شیعہ کتب سے مفصل پیش کیے گئے ہیں۔ ۶ اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عطیات دیے ۷ نتیجۃً لوگ مخالف ہو گئے اور عثمان غنی کو قتل ہونا پڑا ۸ تین دن تک لاش کوڑے کرکٹ پر پڑی رہی۔ اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اعتراضات کا جواب بھی قابل دید ہے۔ بعض یہ ہیں ۱ پردہ کے احکامات کی مخالفت کی ۲ خلیفہ برحق سے بغاوت کی ۳ امام حسن کو روضۂ رسول میں دفن نہ ہونے دیا اور لاش پر تیر پھینکے۔ اس ضمن میں جنگ جمل اور جنگ صفین کا پس منظر اور بعض شہادت کا قابل مطالعہ ازالہ جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

فقہ جعفریہ کی جلد اوّل کا تعارف

جلد اوّل میں مختلف موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے۔ طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح و طلاق اور حلال و حرام کے مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان موضوعات میں بہت سے مسائل اہل تشیع نے ایسے درج کر دیئے ہیں۔ جو ان کے خانہ ساز ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ "فقہ جعفریہ" ان کی گھڑی ہوئی فقہ ہے۔ اجمالی طور پر ہم نے ان مسائل کے تعارف کے لیے تین فصول باندھیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

فصل اوّل

"فقہ جعفریہ" کی بنیاد اور ماخذ چار کتابیں ہیں۔ اصول کافی، تہذیب الاحکام من لا یحضرہ الفقیہ اور الاستبصار۔ صاحب استبصار اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (جن کی طرف نسبت کی وجہ سے فقہ جعفریہ کہلاتی ہے) کے مابین تقریباً تین صدیاں کا فاصلہ ہے۔ امام جعفر صادق اور ان کے والد گرامی سے جن لوگوں نے روایات بیان کی ہیں۔ وہ ان ائمہ کی زبانی ملعون اور مردود لوگ ہیں۔ ان لوگوں کی روایت کردہ احادیث سند کے اعتبار سے ناقابل اعتبار ہیں۔ کیونکہ حضرات ائمہ اہل بیت سے ان تک کے واسطے صحیح نہیں ہیں۔ یہ بات "فقہ جعفریہ" کے خود ساختہ ہونے پر واضح دلیل ہے۔

فصل دوم

اس میں اہل تشیع کے ایسے عقائد زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔ جو توحید کے خلاف ہیں۔ اور مشرکانہ نظریات ہیں۔

فصل سوم

یہ فصل حضرات ائمہ اہل بیت کے اُن ارشادات میں ہے۔ جن میں انہوں نے ”دین چھپانے،، کی تاکید کی۔ اور اس پر نہ عمل کرنے والے کو اپنا قاتل قرار دیا ہے

مسائلِ طہارت کے ضمن میں درج ذیل ابحاث مذکور ہوئیں

فصل اوّل

(۱) پانی سے بھرے ہوئے ایک بڑے مٹکے میں خواہ کتنی ہی نجاست گر پڑے، وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

(۲) استنجاء کے لیے جو پانی استعمال کیا گیا۔ وہ پاک ہے۔ اور اگر اس میں کوئی کپڑا وغیرہ گر پڑے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

(۳) گدھے اور خچر کا پیشاب، ودی اور مذی اور غلی جنابت کے لیے استعمال کیا گیا پانی پاک ہے۔

(۴) ہوا خارج ہونے سے وضوء میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

۵) پردہ صرف قُبل اور دُبر کا ہے۔ ان میں سے دُبر خود چوتڑوں میں چھپی ہونے کی وجہ سے پردہ میں ہے۔ اور اگلی شرمگاہ پر اگر ہاتھ رکھ لیا جائے۔ یا بیوی کا ہاتھ رکھ دے تو پردہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس پر کوئی چیز لیپ دی جائے تو بھی پردہ ہو جاتا ہے۔ دُبر میں وطی کرنے سے عورت کا نہ روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی اُسے نہانے کی ضرورت ہے۔

۶) بول و براز پھرتے وقت قرآن کریم پڑھنا جائز ہے۔

۷) کُتا یا چوہا اگر گھی یا ہنڈیا میں گر جائے تو اس سے طہارت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

۸) سور اور کتا، زندہ یا مردہ دونوں حالتوں میں پاک ہے۔

فصل دوم

۱) تیمم میں مُنہ میں سے صرف ماتھے کا مسح اور ہاتھوں میں سے صرف ہتھیلی کا مسح کرنا کافی ہے۔

۲) وضو میں پاؤں دھونے کی بجائے ان پر مسح کرنے کا شیعی عقیدہ اور اس کی تردید۔ پاؤں دھونے پر ہر دور کے علماء کا اتفاق رہا۔ نیز وضو میں ترتیب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضےٰ نے اختیار فرمائی اسی پر اہل سنت کا عمل ہے۔

فصل سوم

اس میں اذان کے مسائل میں سے پہلے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہ اذان میں "علی ولی اللہ" بڑھانے والا ملعون، گنہگار اور بدعتی ہے۔ نیز جنبی کے اذان کے جواز پر حوالہ جات مذکور ہیں

کتاب الصلوۃ

اس موضوع کے ضمن چند مسائل بطور خاص یہ ہیں

فصل اوّل

۱۔ دوران نماز بچے کو دودھ پلانے سے ماں کی نماز نہیں ٹوٹتی۔

۲۔ لونڈی اور بیوی کو اگر نمازی دورانِ نماز چھاتی سے لگالے۔ تو نماز بدستور قائم رہتی ہے اسی طرح آلۂ تناسل سے کھیلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۔ پلید ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

۴۔ دوران نماز لعنت بھیجنا سنتِ ائمہ ہے۔

فصل دوم

۱۔ بے نماز کی سزا ستر دفعہ حقیقی ماں سے زنا کرنا، ستر پیغمبروں کو شہید کر دینا ستر قرآن جلادینا اور سات دفعہ بیت المعمور کو گرانا، نماز نہ پڑھنے سے چھوٹے جرم ہیں۔

۲۔ بے نماز کتے، خنزیر اور کافر سے بدتر ہے۔ اس کی تجہیز و تکفین نہیں کرنی چاہیئے۔

۳۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت

۴۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرنے کا ثبوت۔

چیلنج: حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے جو نمازیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا کیں اگر کوئی شیعہ ثابت کر دکھائے کہ آپ نے وہ نمازیں

ہاتھ کھلے چھوڑ کر ادا کیں۔ تو اسے دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ نیز اتنا ہی انعام اس شخص کو دیا جائے گا۔ جو یہ ثابت کر دے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے ان نمازوں کو دوبارہ پڑھا۔ جو ابوبکر صدیق کی اقتداء میں آپ نے ادا فرمائیں۔

فصل سوم

"التحیات للہ والصلوٰت والطیبات"، کے الفاظ کا ثبوت کتب شیعہ سے۔

نماز تراویح شیعہ لوگوں کے نزدیک اگر بدعتِ عمری ہے۔ تو حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں اسے ختم کیوں نہ کیا۔ حضرت علی ہمیشہ اس کی تعریف کرتے رہے۔ ائمہ اہل بیت ہمیشہ نماز تراویح ادا کرتے رہے۔

فصل چہارم

۱۔ میت کو غسل دیتے وقت اس کے پاؤں قبلہ کی طرف ہونے چاہئیں۔

۲۔ مرنے کے فوراً بعد مرنے والے (شیعہ) کے منہ یا آنکھ وغیرہ سے منی نکلتی ہے۔

۳۔ جو بھی میت کو ہاتھ لگا دے۔ اس پر غسل واجب ہے۔

۴۔ غسل دیتے وقت میت کی بغلوں میں لکڑی رکھی جائے اور اس کی ٹانگیں مضبوط باندھ لی جائیں۔

۵۔ جنبی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے شرمگاہ ڈھانپنا شرط نہیں ہے۔

۶۔ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں اور رفع یدین کی تردید۔

۷۔ قبر کو چوکور شکل بنانا خلاف شرع ہے۔

کتاب الزکوٰۃ

۱۔ مروجہ سکہ کے بغیر سونے چاندی پر زکوٰۃ نہیں۔

کتاب الصوم

۱۔ بیوی یا بیٹی کا تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا
۲۔ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

کتاب الحج

۱۔ جس کا ختنہ نہ ہو۔ اس کا حج باطل ہے۔
۲۔ عورت کو حج کرنے کے لیے محرم کا ساتھ ہونا ضروری نہیں۔

کتاب النکاح

۱۔ عورت کی شرمگاہ۔ کا بوسہ لینا، اس میں انگلی پھیرنا، اس کی دبر میں وطی کرنا سب جائز ہیں۔
۲۔ خوبصورت سے بلغم ختم ہو جاتی ہے۔
۳۔ معصوم اگر مسجد میں وطی کرے تو جائز ہے۔
۴۔ پیغمبروں کی خصوصیات مرغ میں بھی پائی جاتی ہیں۔
۵۔ ریشمی کپڑا آلہ تناسل پر لپیٹ کر محرم عورتوں سے بھی وطی جائز ہے۔
۶۔ ماں، بیٹی اور بہن وغیرہ محارم سے وطی کرنا ایک طرح جائز اور دوسری

طرح ناجائز ہے۔

۷۔ باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے وطی کریں تو اس سے حُرمت نہیں آتی۔

۸۔ سیّد زادی کے ساتھ چوہڑے چمار تک کا نکاح جائز ہے۔

۹۔ کتب شیعہ میں نکاح کے لیے شہادت شرط نہیں۔

۱۰۔ اہل سنت کے ساتھ اہل تشیع نکاح کو حرام سمجھتے ہیں۔ شیعہ لوگوں کے نزدیک اہل سنت، یہود ونصاریٰ، حرام زادے اور کتّے سے بھی بدتر ہیں۔ لہٰذا سنیوں کو بھی شیعوں سے رشتہ ناطہ ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔

کتاب الحدود

۱۔ رضامندی سے زنا پر کوئی حد نہیں لگ سکتی۔

۲۔ بھول کہ نکاح چھوڑ دینے کی صورت میں بھول کر وطی کر لینے سے بھی کوئی حد نہیں لگے گی۔

۳۔ چوری کی حد میں صرف ہاتھ کی انگلیاں کاٹی جائیں گی۔

"فقہ جعفریہ" ـــ جلد دوم

"فقہ حنفی" پر لگائے گئے اعتراضات، امام اعظم کی شخصیت پر دھرے گئے الزامات کا تفصیلی تذکرہ، خاص کر غلام حسین نجفی شیعی کی۔ کتاب "حقیقتِ فقہ حنفیہ" کا ترکی بہ ترکی جواب اس جلد کی مخصوص بحثیں ہیں۔

ان اعتراضات والزامات کا ایک اجمالی خاکہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ فقہ حنفی کے ماخذ ثانی یعنی احادیث کے راوی مجروح ہونے کی بناپر

یہ فقہ بے اصل ہے

۲۔ تاریخ بغداد میں ابو حنیفہ کو کافر لکھا گیا۔ اور ان کا ایمان و اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانا۔

۳۔ ابو حنیفہ کا فتنہ ابلیس اور دجال کے فتنے سے بھی بڑا ہے۔ اس فقہ نے اسلامی مضبوطی کو ختم کر دیا۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حنیفہ کی باتوں پر عمل کرنے سے منع کیا ہے

۵۔ ان کی کتاب "کتاب الحیل" نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دکھایا۔

۶۔ ابو حنیفہ کی مجلس درود و سلام سے خالی ہوتی تھی۔ اور ان کے فتاوی حق کے خلاف ہیں۔

۷۔ ابو بکر صدیق کی گواہی کہ ابو حنیفہ نے دین کو بدل ڈالا ہے۔

۸۔ امام اعظم کے جنازے پر پادریوں کا اجتماع

۹۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے (ابو حنیفہ)

۱۰۔ باپ کا قاتل اور ماں سے نکاح کرنے والا مومن ہے۔

۱۱۔ ایمانِ ابو بکر صدیق اور ایمانِ ابلیس ایک ہی ہے۔ (معاذ اللہ)

ان اعتراضات والزامات کے علاوہ پچاس کے قریب ایسے ہی لغویات کا جواب اس حصہ میں مذکور ہے۔ اور "تاریخ بغداد"، کے حوالہ جات سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمتِ شان، اور کتب شیعہ سے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی منزلت بیان کی گئی ہے

فقہ جعفریہ جلد سوم

بحث ماتم کو شرح و بسط کے ساتھ اس جلد میں ذکر کیا گیا جس کا اجمالی خاکہ اس طرح ہے۔

فصل اول

اہل سنت کے نزدیک حضرات اہل بیت کی تعزیت کا مسنون طریقہ کیا ہے

فصل دوم

مروجہ ماتم کے ثبوت پر اہل تشیع کے گیارہ دلائل کا مسکت جواب۔

فصل سوم

قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ اہل بیت سے مروجہ ماتم کی بیخ کنی۔

فصل چہارم

ماتم کس کی ایجاد ہے؟ اس کا فقہی حکم اور انجام کیا ہے؟ مروجہ ماتم پر شیخ قمی کی بحث اور مروجہ ماتم کی تردید۔

فصل پنجم

ماتم کرنے والوں کی نشانیاں۔ (داڑھی چٹ، مونچھیں لمبی، لباس سیاہ اور لوہے کے کڑے) ان علامات کی کتب شیعہ سے تردید۔

فصل ششم

تعزیہ نکالنے کی تاریخ، اس کی شرعی حیثیت اور ذوالجناح برآمد کرنے اور اس کی حقیقت کی تفصیلی بحث۔

نوٹ:

غلام حسین نجفی شیعی نے ثبوت ماتم پر ایک کتاب بنام "ماتم اور صحابہ" لکھی جس میں اس نے کمال عیاری اور مکاری سے گندی زبان کا سہارا لے کر مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ تقریباً ستاسی ۸۷ باتیں ذکر کیں۔ ہم نے اُن کا پورا محاکمہ کیا۔ اس تفصیلی بحث کے بعد "جوازِ ماتم" کا قول بالکل بیگانہ بات نظر آئے گی۔

فقہ جعفریہ جلد چہارم ـــ متعہ کی بحث

بحثِ متعہ کو کمال خوبی کے ساتھ درج ذیل فصول میں مکمل کیا گیا ہے

فصل اول متعہ کا رواج زمانۂ جاہلیت سے تھا۔

فصل دوم: کتب اہل سنت سے متعہ کی حقیقت۔

فصل سوم: تعارف متعہ از کتب شیعہ

فصل چہارم: متعہ کے جواز پر اہل تشیع کے چار دلائل اور ان کا دندان شکن جواب

فصل پنجم:

متعہ کے حرام ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیعہ سے آٹھ دلائل قاہرہ۔

فصل ششم اہل تشیع کے ہاں بے حیائی کے عجیب و غریب طریقے۔

فصل ہفتم:

"جوازِ متعہ" نامی کتاب میں پچیس کے قریب مذکور اُن مغالطوں اور دھوکہ بازیوں کا بے مثل جواب۔ جو جوازِ متعہ پر دیے گئے۔ جن کے مطالعہ کے بعد حرمت میں ہر وہم ختم ہو جاتا ہے

تحفہ جعفریہ جلد پنجم: اس جلد میں دو باب ہیں

باب علا: باب اول میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے مطاعن کے دندان شکن جوابات

طعن ۱: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں خطیب حضرات کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کیا کریں (معاذ اللہ)

طعن ۲: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عہد شکنی کی۔ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بجائے یزید کو ولی عہد بنایا

طعن ۳: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کی مخالفت کی کہ اپنے بعد مسئلہ خلافت شوریٰ پر چھوڑ دیں گے

طعن چہارم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلا کر شہید کر دیا۔

طعن پنجم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے قاتل ہیں

طعن ششم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد بنا کر مسلمانوں کی خون ریزی کی بنیاد رکھی۔

طعن ھفتم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول جناب حجر بن علی رضی اللہ عنہ کو بلا وجہ قتل کیا۔

باب دوم: اہل تشیع کے مشہور مطاعن واعتراضات کے چند اور تحقیقی جوابات کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی ایک اور جھلک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وسیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باہم الفت کا تذکرہ اس باب میں بھی چند فصول ہیں۔

فصل ۱: کربلائے معلی میں جانے والی ام کلثوم جو امام مسلم کی زوجہ تھیں۔ وہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صاحبزادی نہیں اور وہ ام کلثوم جو حضرت فاروق اعظم کی زوجہ تھیں۔ وہ خاتونِ جنت کے بطن اقدس سے تھیں۔

فصل ۲: ام کلثوم بنت علی کا عقد عمر فاروق سے باہمی رضامندی سے ہوا۔

فصل ۳: اس میں درج ذیل مطاعن اور ان کے جوابات درج کیے گئے ہیں۔

طعن ۱: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حسنین رضی اللہ عنہما کو اچھا نہ سمجھتی تھیں۔

طعن ۲: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض وعناد تھا۔

طعن سوم: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علی پر گالی گلوچ کیے جانے کو پسند کرتی تھیں۔

طعن چہارم: سیدہ فاطمۃ الزہرا کو اپنی سوتیلی ماؤں سے شکایت رہتی تھی)

طعن پنجم: سیدہ عائشہ نے حضرت فاطمہ زہرا کی وفات پر اظہار افسوس تک نہ کیا

طعن ششم: سیدہ زہرا کے جنازہ پر آنے سے سیدہ عائشہ کو زبردستی روکا گیا۔ اور ابو بکر صدیق کی سفارش بھی ٹھکرا دی گئی۔

طعن ہفتم: حضرت عثمان غنی کے قتل میں جناب طلحہ اور زبیر کے علاوہ ام المومنین سیدہ عائشہ بھی ملوث تھیں۔

طعن ہشتم: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قتل عثمان کی کوشش کی۔

طعن نہم: حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما ہی حضرت عثمان کے قاتل ہیں۔

طعن دہم: حضرت عائشہ صدیقہ کا گھر فتنوں کی جگہ تھا۔

طعن یازدہم: حضرت طلحہ نے یہ تمنا کی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ہے کہ شیعہ فرقہ ہی امام حسین و آل نبی کا قاتل ہے۔

آگے فصل نہم سے سیزدہم تک امام زین العابدین سے لے کر امام مہدی تک اپنے مقرر کردہ اماموں کی شان میں شیعوں کی بے ادبیاں اور گستاخیاں درج کی گئی ہیں۔

باب دوم ائمہ اہل بیت کی شیعوں سے بیزاری اور ان کے حق میں ان کی بد دعاؤں کا مفصل تذکرہ۔ جو تعجب خیز بھی ہے اور عبرت انگیز بھی

باب سوم (بحث بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم) فصل اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ قرآن کریم اور کتب شیعہ سے ٹھوس دلائل (فصل دوم) چار عدد بنات رسول و علی بعض شیعہ روایات کے راویوں پر شیعہ مولویوں کی ناجائز تنقید کا عاجزکن محاسبہ (فصل سوم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو ربیبہ

بعد ان کی زوجہ عائشہ صدیقہ سے شادی کروں گا۔

طعن دوازدھم: عکرمہ صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے نکاح کیا تھا

فصل چھارم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں اس پر چند تحقیقی حوالہ جات۔

فصل پنجم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی کتب شیعہ سے مزید جھلکیاں۔

فصل ششم: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین مثالی محبت و الفت۔

دوسری کتاب

عقائد جعفریہ ۳ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہٗ

یہ کتاب شیعہ فرقہ کے عقائد کا حقیقت نما آئینہ ہے

مضامین جلد اول:

باب اول۔ شیعہ فرقہ کے گستاخانہ عقائد۔ (فصل اول) اللہ کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں۔ (فصل دوم) شانِ جملہ انبیاء میں گستاخیاں (فصل سوم) شانِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبیاں (فصل چہارم) شانِ امہات المومنین رضی میں شیعوں کی جسارتیں (فصل پنجم) شان حضرت علی رضی اللہ عنہ میں شیعوں کی گستاخیاں (فصل ششم) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عظمت میں بے باکیاں (فصل ہفتم) شان امام حسن میں گستاخیاں (فصل ہشتم) امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں۔ اس ضمن میں کتب شیعہ سے بڑی شرح و بسط کے ساتھ ثابت کیا گیا

یعنی محض پروردہ بیٹیاں ثابت کر۔ نیز پرشیعوں کے دلائل کا سخت ترین علمی محاسبہ

مضامین جلد دوم

باب اول۔ (بحث امامت) (فصل اول) مسئلہ امامت کے متعلق سنی عقائد کا خلاصہ۔ اور شیعوں کا یہ عقیدہ کہ بارہ اماموں میں سے کسی کی امامت کا منکر یا ان کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کرنے والا یا اسے امام ملنے والا کافر مرتد ہے۔ یہ بارہ امام اللہ کی طرف سے منصوص ہیں (فصل دوم) شیعوں کے ہاں امامت کی شرط اول منصوص من اللہ ہونے کی تردید پر مفصل دلیل۔ (دلیل اول۔) آل رسول میں سے متعدد شخصیات نے ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ کیا چنانچہ اس دلیل میں ثابت کیا گیا کہ امام زین العابدین کے مقابلہ میں محمد بن حنفیہ فرزند علی المرتضیٰ نے دعویٰ امامت کیا۔ امام باقر کے مقابلہ میں حضرت زید بن امام زین العابدین نے۔ امام جعفر کے مقابلہ میں نفس زکیہ آل امام حسن نے اور اسی طرح دیگر ائمہ کی امامت کا انکار کرتے ہوئے ان کے مقابلہ میں آل رسول کی بزرگ تر شخصیات دعوائے امامت کرتی رہیں۔ دلیل دوم۔ کسی خاص شخص کے لیے امامت و خلافت کے منصوص ہونے سے اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اور دیگر ائمہ اہل بیت کا انکار از کتب شیعہ (فصل سوم) شیعوں کے نزدیک امامت و خلافت کی دوسری شرط امام کے معصوم ہونے کی تردید اقوالِ ائمہ اہل بیت کی روشنی میں۔

باب دوم۔ شیعوں کی طرف سے اہل سنت پر امامت و خلافت سے متعلق بعض اعتراضات کا جواب

باب سوم۔ اس میں یزید کو اہل سنت کا امام قرار دینے پر شیعوں کے دلائل و اعتراضات۔ اور اہل سنت کے ہاں یزید کی پست ترین حیثیت کا بیان ہے۔ نیز اس ضمن میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ یزید نے

قتل حسین پر منہ پیٹا سب سے پہلے ماتم کیا۔ اور یزید سے بڑا محب، اہل بیت کا کوئی نہ تھا۔

مضامین جلد سوم: اس جلد میں تین امور پر بحث کی گئی ہے۔

۱۔ کلمۂ اسلام کیا اور کتنا ہے۔ اور لفظ علی ولی اللہ کلمہ کا جزء بنانا جائز ہے یا نہیں

۲۔ تحریف قرآن کی طویل بحث۔ اس بحث میں شیعہ کتب سے شمار سے زائد نہایت وزنی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ شیعہ فرقہ کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں ہے۔

۳۔ بحث تقیہ۔ تقیہ کیا ہے شیعوں کے ہاں اس کی کیا فضیلت ہے! اور اس کے بطلان کے دلائل۔

عقائد جعفریہ..... جلد چہارم

یہ جلد چار ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اوّل:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ اور اس بارے میں چار مطاعن کا جواب اس باب میں مذکور ہوئے۔

طعن اوّل: صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا۔

طعن دوم:

اگر صحابہ کرام میں محبت رسول تھی۔ تو آپ کی تدفین سے قبل خلافت کے لیے دوڑ دھوپ کیوں کی؟

طعن سوم:

صحابہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے جنازۂ رسول میں تاخیر ہوئی۔

طعن چہارم:

ابوبکر، عمر اس وقت لوٹے جب آپ کی تجہیز و تکفین ہو چکی تھی۔

ان مطاعن کے علاوہ ایک الزامی چیلنج کہ کوئی شیعہ کسی مسند مرفوع اور صحیح حدیث سے یہ ثابت کر دکھائے کہ تم میں سے ایک ہی نے حضرت علی المرتضیٰ کی نماز جنازہ

میں موجود تھے۔ تو مُنہ مانگا انعام پائیے۔

باب دوم فضائل اہلبیت میں

اس باب میں بارہ ائمہ اہل بیت کے فضائل ومناقب کتب اہلسنت سے پیش کیے گئے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ اہل بیت کے حقیقی محب اہل سنت وجماعت ہی ہیں۔

باب سوم

بحث تقیہ۔ اس بحث کو چند فصول میں بیان کیا گیا۔

فصل اول: تقیہ کے متعلق شیعہ سنی نظریات۔

فصل دوم

اثباتِ تقیہ پر شیعہ دلائل اور ان کے جوابات۔

فصل سوم

اہل تشیع کے ہاں تقیہ کے فضائل اور اس کے ترک پر وعیدات۔

فصل چہارم

وسعتِ تقیہ۔

فصل پنجم:

تردید تقیہ میں قرآن کریم اور کتب شیعہ سے دلائل

فصل ششم:

دعا اور بخشش طلب کرنے وقت لعنت۔

فصل ہفتم:

تقیہ کی شکل میں ائمہ اہل بیت پر لعنت جائز ہے۔

باب چہارم: لفظ شیعہ اور سنی کی بحث۔ مذہب شیعہ کے حق ہونے کے تین ارکان اور ان کا جواب۔

رکن اوّل: لفظ شیعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ لیکن لفظ سنی نہیں۔

رکن دوم: ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے۔

رکن سوم: کتب اہل سنت کہتی ہے کہ شیعہ جنت میں جائیں گے۔

جلد پنجم عقائد جعفریہ بمعہ ضمیمہ

یہ جلد دو ابواب اور چند فصول پر مشتمل ہے

باب اول:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق گفتگو۔

اس میں چند فصول درج ذیل ہیں

فصل اوّل: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کی ہر دور میں افضلیت

فصل دوم: آپ ان لوگوں میں منتقل ہوتے رہے۔ جو "ساجدین" تھے۔

فصل سوم: آپ کے آباؤ اجداد زمانہ فطرت میں صاحبانِ ایمان اور توحید کے معتقد تھے

فصل چہارم: آپ نے اپنے والدین کریمین کو دوبارہ زندہ کیا۔ اور اپنا کلمہ پڑھوایا۔

فصل پنجم: ان احادیث و روایات کے جوابات جن میں آپ کے والدین کا دوزخی ہونا آیا ہے

فصل ششم: امام اعظم کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر کہا اس کی تردید۔ اور ملا علی قاری کی توبہ۔

باب دوم:

اس باب میں ایک تحقیقی بحث ہے یعنی جب شیعہ لوگ اہل سنت وجماعت پر کوئی الزام قائم کرتے ہیں۔ یا اپنے مسلک کی توثیق پیش کرتے ہیں۔ تو لکھتے ہیں۔ کہ اہل سنت وجماعت کی فلاں فلاں معتبر کتاب میں یہ لکھا ہے۔ تو اس باب میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے۔ کہ یہ مذکورہ کتب کیا اہل سنت کی ہیں یا اہل تشیع کی؟

اگر اہل سنت کی ہیں تو کیا معتبر ہیں یا نہیں۔

ان کتب کا تذکرہ جو اہل تشیع دھوکہ دینے کے لیے ہم "اہل سنت کی معتبر کتاب" کے عنوان پیش کرتے ہیں

مثلاً۔ ۱۔ شرح ابن ابی حدید۔ ۲۔ روضۃ الاحباب۔ ۳۔ حبیب السیر۔ ۴۔ تاریخ یعقوبی ۵۔ الصفوۃ الصفوۃ ۶۔ مروج الذہب ۷۔ تذکرۃ الخواص ۸۔ ینابیع المودۃ ۹۔ فرائد السمطین ۱۰۔ مقتل ابن ابی مخنف ۱۱۔ حلیۃ الاولیاء ۱۲۔ اخبار الطوال ۱۳۔ روضۃ الشہداء ۱۴۔ مقاتل الطالبین۔ ۱۵۔ مودۃ القربیٰ ۱۶۔ الملل والنحل ۱۷۔ العقد الفرید ۱۸۔ تاریخ طبری ۱۹۔ الامامۃ والسیاسۃ۔ ۲۰۔ خصائص نسائی

۲۱۔ معارج النبوۃ۔ ۲۲۔ کتاب الفتوح اعثم کوفی۔ ۲۳۔ روضۃ الصفا ۲۴۔ تاریخ ابو الفداء ۲۵۔ مستدرک حاکم۔ وغیرہ

عقائد جعفریہ جلد ششم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر لعن طعن کرنے والے سنی نما دیو بندوں مودودیوں بریلویوں اور پیروں کا معتبر کتب اہل سنت سے محاسبہ۔

اس جلد میں ایک باب اور چند مندرجہ ذیل فصول ہیں۔

فصل اوّل: شانِ صحابہ: **فصل دوم:** صحابہ کرام پر لعن طعن کرنے والوں کا انجام

فصل سوم: امیر معاویہ کے صحابی ہونے پر مدلل ثبوت

فصل چہارم: امیر معاویہ کے فضائل و مناقب

فصل پنجم: امیر معاویہ پر لعن طعن کرنے والے کس زمرہ میں۔

فصل ششم: مودودی محدث ہزاروی وغیرہ سنی نما مولویوں پیروں کے امیر معاویہ کی ذات پر اعتراضات کے دندان شکن جوابات

فصل ہفتم: امیر معاویہ کے بارہ میں اکابرین امت کے عقائد۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن وفات	مطبوعہ و سن طباعت
۱	بخاری شریف	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری	سنہ ۲۵۶ھ اصح المطابع	سنہ ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء آرام باغ کراچی
۲	ریاض النضرہ	احمد بن عبداللہ محب الدین طبری	سنہ ۶۹۴ھ	سنہ ۱۹۸۴ و ۱۴۰۵ھ بیروت طبع جدید
۳	مجمع الزوائد	الحافظ نور الدین علی بن ابی بکر	سنہ ۸۰۷ھ	سنہ ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء بیروت طبع جدید
۴	کنز العمال	علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین	سنہ ۹۷۵ھ	حلب طبع جدید
۵	صواعق محرقہ	ابن حجر مکی		بیروت یا مصر سنہ ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء
۶	مصنف ابن ابی شیبہ	حافظ ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی	سنہ ۲۳۵ھ	کراچی طبع جدید
۷	البدایہ والنہایہ	ابن کثیر عماد الدین ابو الفدا الدمشقی	سنہ ۷۷۴ھ	سنہ ۱۹۶۶ء بیروت طبع جدید
۸	ترمذی شریف مترجم	ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی	سنہ ۲۷۹ھ	سنہ ۱۴۰۳ھ ربانی بک ڈپو دہلی
۹	ترمذی شریف	ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی	سنہ ۲۷۹ھ	مکتبہ رشیدیہ دہلی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن وفات	مطبوعہ و سن طباعت
۱۰	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	عز الدین ابی الحسن علی الشیبانی	سنہ ۱۶۰ھ	۱۲۹۴ھ ۱۹۷۲ء بیروت طبع جدید
۱۱	مسلم شریف	امام مسلم بن حجاج	سنہ ۲۶۱ھ	دھلی
۱۲	شواہد النبوۃ	علامہ عبد الرحمن جامی		مکتبہ نبویہ لاہور
۱۳	نور الابصار	شیخ الحدیث علامہ غلام رسول فیصل آباد		
۱۴	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	سنہ ۴۶۳ھ	مکتبہ السلفیہ مدینہ منورہ
	فتاوی حادی	امام جلال الدین سیوطی رح	سنہ ۹۱۱ھ	مکتبہ نوریہ فیصل آباد

ماخذ و مراجع کتب اہل تشیع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن وفات	مطبوعہ و سن طباعت
۱	اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی		تہران طبع جدید
۲	مجمع البیان	ابو علی الفضل بن الحسن طبرسی		〃 〃 〃
۳	تفسیر منہج الصادقین	ملا فتح اللہ کاشانی		تہران سنہ ۱۳۳۳ھ
۴	تفسیر قمی	ابوالحسن علی بن ابراہیم بن ہاشم قمی		ایران طبع قدیم
۵	تفسیر صافی	محمد بن المرتضی المعروف فیض کاشانی		تہران طبع جدید
۶	ترجمہ مقبول	مقبول احمد دھلوی		اسلام پورہ لاہور
۷	جامع الاخبار	ابو جعفر الصدوق محمد بن علی بن الحسین		نجف اشرف

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن وفات	مطبوعہ و سن طباعت
۸	آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری	سید شریف حسین بھیرلوی		امامیہ کتب خانہ لاہور
۹	من لایحضرہ الفقیہہ	ابو جعفر الصدوق محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی		لکھنو طبع قدیم
۱۰	اعتقادات صدوق فی بحث تقیہ	// // // // // //		تہران
۱۱	لوامع التنزیل	سید علی حائری رضوی لاہوری		طبع قدیم لاہور
۱۲	امالی شیخ طوسی	ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی	سنہ ۴۶۰ھ	قم ایران طبع جدید
۱۳	فروع کافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی		تہران طبع جدید
۱۴	کتاب الروضہ	محمد بن یعقوب کلینی رازی		نولکشور طبع قدیم
۱۵	روضہ کافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی		تہران جدید
۱۶	تہذیب المتین فی تاریخ	سید مظہر حسین سہارنپوری	سنہ ۱۳۴۹ھ	طبع قدیم دہلی
۱۷	تہذیب الاحکام	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی	سنہ ۴۶۰ھ	نولکشور طبع قدیم
۱۸	تحفۃ العوام	مفتی سید احمد علی		لکھنو طبع قدیم سنہ ۹۴۵ھ
۱۹	نہج البلاغہ	سید شریف ابو الحسن محمد رضی بن الحسن	سنہ ۴۰۴ھ	بیروت طبع جدید سنہ ۹۸۰ھ
۲۰	رجال کشی	محمد بن عمر الکشی		کربلا طبع جدید
۲۱	احتجاج طبرسی	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی	سنہ ۵۴۸ھ	قم طبع جدید
۲۲	جلاء العیون	ملا باقر مجلسی	سنہ ۱۱۱۱ھ	تہران جدید سنہ
۲۳	معانی الاخبار	ابن بابویہ قمی		بیروت طبع جدید
۲۴	تفسیر فرات کوفی	فرات بن ابراہیم		نجف اشرف طبع قدیم
۲۵	کشف الغمہ فی معرفۃ	ابو الحسن علی بن عیسیٰ بن ابو الفتح اربلی	سنہ ۲۸۷ھ	تبریز طبع جدید سنہ ۱۳۸۱ھ
۲۶	مجمع المعارف	ملا باقر مجلسی		تہران سنہ ۱۳۷۴ھ
۲۷	ناسخ التواریخ	مرزا محمد تقی سپہر لسان الملک	سنہ ۱۲۹۷ھ	تہران طبع جدید سنہ ۱۳۶۳ھ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن وفات	مطبوعہ و سن طباعت
۲۸	مقتل ابی مخنف	لوط بن یحییٰ		سنہ ۱۹۶۴ء نجف اشرف طبع قدیم
۲۹	بصائر الدرجات	ابو جعفر محمد بن حسن	سنہ ۲۹۰ھ	سنہ ۱۳۶۲ھ تہران طبع جدید
۳۰	روضۃ الصفاء	محمد بن خاوند شاہ	سنہ ۹۰۳ھ	سنہ [illegible]ء بمبئی نولکشور طبع قدیم
۳۱	مناقب آل ابی طالب	ابن شہر آشوب	سنہ ۵۸۸ھ	قم طبع جدید
۳۲	احتجاج طبرسی	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی	سنہ ۵۴۸ھ	نجف اشرف طبع قدیم
۳۳	اخبار ماتم	محمد حسین ابن محمد علی		سنہ ۱۲۸۵ مطبوعہ حسینی
۳۴	اعلام الوریٰ	الفضل ابی علی ابن الحسن طبرسی		بیروت طبع جدید
۳۵	کتاب سلیم بن قیس ہلالی العامری	الہلالی العامری	لکھنؤ منشی نامی	نولکشور طبع قدیم
۳۶	حیات القلوب	ملا باقر مجلسی		
۳۷	تاریخ یعقوبی	احمد بن ابو یعقوب	سنہ ۲۸۴ھ	بیروت طبع جدید
۳۸	الشافی (ترجمہ) اصول کافی	سید ظفر حسن امروہی	شمیم بکڈپو	ناظم آباد کراچی
۳۹	انوار نعمانیہ	نعمت اللہ جزائری		ایران قدیم
۴۰	مجالس المومنین	سید نور اللہ شوستری		تہران
۴۱	ارشاد شیخ المفید	محمد بن نعمان بغدادی	قم (مکتبہ بصیری)	تہران طبع جدید
۴۲	قول مقبول فی اثبات	غلام حسین نجفی		ماڈل ٹاؤن لاہور
	وحدۃ بنت الرسول			تہران جدید
۴۳	قرب الاسناد	ابو العباس عبداللہ بن جعفر حمیری قمی	سنہ ۳۰ھ	تہران جدید
۴۴	مقاتل الطالبین	ابو الفرج الاصفہانی	سنہ ۲۵۶ھ	بیروت

معاونین کا شکریہ

میری ان پندرہ جلدوں پر مشتمل تصنیف میں میرے جن شاگردوں نے تعاون کیا۔ میں تہہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ان میں سے جنہوں نے سب سے زیادہ تعاون کیا۔ وہ میرے برخوردار حضرت علامہ قاری محمد طیب صاحب اور ان کے بعد حضرت مولانا محمد یونس، مولانا صابر علی صاحب، مولانا صوفی ولایت علی، مزید برآں ان شاگردوں نے جنہوں نے بھی میرا ہاتھ بٹایا، مولانا محمد اکرم شاکر، صوفی محمد رمضان عطشی بھکروالے اور قاری حفیظ الرحمن پاکپتن والے شامل ہیں۔

ان کے علاوہ میں خطاط خورشید عالم گوہر قلم اور ماسٹر محمد اکرم جاوید کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں اپنی اس تصنیف میں حضرت مولانا محمد شرف الدین صاحب صدر مدرس جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ کا نہایت ممنون اور شکر گزار ہوں جن کی انتہائی محنت اور جانفشانی سے میں نے اپنے مقصدِ جلیل کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس تعاون کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے اور جنت اعلیٰ میں جگہ عطا فرمائے۔

دعا گو

محمد علی عفی عنہ
ناظم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ
بلال گنج لاہور

شانِ صحابہ ؓ اور ردِّ شیعہ پر تین عظیم الشان اور بے مثال تحقیقی شاہکار کتب

- ☆ ردِّ شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
- ☆ ان کتب کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
- ☆ تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتب شیعہ سے کیا گیا ہے۔
- ☆ بنظرِ انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظرِ ثانی کیلئے مجبور ہو جائے گا۔
- ☆ تینوں کتب محققین و مناظرین کیلئے انمول خزانہ اور گستاخانِ صحابہ کیلئے تازیانہ عبرت ہے۔

عقائد جعفریہ
۴ جلدیں

میزان الکتب

مکتبہ نوریہ حسینیہ ○ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج ○ لاہور ○ پاکستان فون 7227228